امیر علی ٹھگ
عکسانہ
منجو قمر

از

منجو قمر

انتساب

جنابِ اسد ممتاز مرحوم کی یاد میں
جن کی خواہش پر میں نے یہ افسانہ لکھا۔

منجو قمر

ASAD MUMTAZ MERHOOM

Jinki Khawhish Per Aksana

"AMEER ALI THUG" Likhagaya.

تاثر

جہل و افلاس سے اطوار بدل جاتے ہیں
موت اور زیست کے اقدار بدل جاتے ہیں
جب بھی انسان تشدد پہ اتر آتا ہے
آشتی امن کے آثار بدل جاتے ہیں
جبر کی ناؤ سدا بیچ بھنور ڈوبی ہے
حسن انصاف کی دنیا میں یہی خوبی ہے

منجو قمر

کتابیت

کتابت — شیخ محمد صاحب [illegible]

طباعت — تاج پریس، یوسف بازار حیدرآباد ۲

اشاعت — سنہ ۱۹۷۱ء عیسوی

قیمت — پانچ روپیہ Rs - 8 0 0

طابع و ناشر

نگاہ پبلیکیشنز، ملتانی پورہ بیگم بازار

بلدہ حیدرآباد ۱۲

اشتباہ

کتابیات

کنفیشنس آف اے ٹھگ (بزبان انگریزی) کرنل میڈیوز ٹیلر
سوانح عمری امیر علی ٹھگ (اردو) جناب محب حسن
بیگمات اودھ . جناب تصدق حسین
واجد علی شاہ کا عہد . جناب رئیس احمد
تاریخ ہند ۔ اور دیگر کتب و تواریخ متعلقہ

زمان و مکاں

زماں ، ۱۷۷۵ء تا ۱۸۲۸ء
مکاں جبدپل گھنٹہ مالوہ مرنی پرگنہ سندوسی، ایلکاپور، شیوپور ۔ عمر کھیڑ، حیدرآباد، بیدر ۔ ناگپور ۔ جبلپور اور لکھنو۔

سنین

(بہ اعتبار واقعات)

امیر علی ٹھگ بن یوسف خاں کی پیدائش ۱۷۶۷ء

اغواء ۱۷۷۵ء ٹھگوں میں شمولیت ۱۷۸۹ء

ٹھگی ۱۷۹۰ء تا ۱۸۱۵ء

قید ۱۸۱۵ء تا ۱۸۲۷ء

اختتام عکسانہ ۱۸۲۸ء

قصہ

۱۷۷۵ء تا ۱۸۲۸ء

آخری ایام

امیر علی سہ بارہ ۱۸۳۲ء ساگر میں
انگریزوں کے ہاتھوں گرفتار ہوا اور گواہ
معافی قرار دیا جا کر رہا کیا گیا۔

افرادِ قصّہ

اسمٰعیل ٹھگ — امیر علی کا منہ بولا باپ مرنی کا باشندہ

امیر علی ٹھگ — یوسف خاں کا بیٹا، اسماعیل کا متبنیٰ ٹھگ

گنیشا ٹھگ — بھٹوٹ۔ اسماعیل کا نائب

بینی سنگھ — تلواریا۔ اسماعیل کا ساتھی

حسین خاں — بٹوٹ کا باز۔ اسماعیل کا ساتھی پنجہ کش

سرفراز خاں — حکیم، لوگھی۔ اسماعیل کا ساتھی تیرانداز

پیر خاں — سوڈھ۔ " " " "

بدری ناتھ — سوڈھ " " " ٹھگنا ٹھگ

روپ سنگھ — پھکیت " " " ٹھگ

غفور خاں — لوگھی " " "

غوث خاں — پنجہ کش " "

دلدار — شیخی باز " "

عزیز اللہ، ملّا — امیر علی کا استاد

ولی محمد ملّا — امیرن کا منہ بولا باپ

جسونت مل — راجہ جھالون کا متصدی

راجہ جھالون — جھالون کی راجدھانی کا راجہ

سبزی خاں — ناگپور کا نواب

موتی رام — امیر کا ساتھی ٹھگ

موہن داس — چار مینار کا سوداگر اور دلال (چودہ ٹڑی والا)

حُرمت — امیر علی کا ساتھی ٹھگ لکھنو کا ٹھگ

سورج — امیر علی کا ملازم ٹھگ

للو — امیر علی کا شاگرد پیشہ ٹھگ

شاہ صاحب — ڈنکے والے شاہ صاحب

شنکر — سنار (چینے والے کا بھیس بدلنے والا)

حسین یار جنگ — صوبہ دار فوج آصفی عمر کھیڑ

پیش کار — راجہ جھالون کا پیش کار

داروغہ — لکھنو جیل کا داروغہ

بیچ کے شکار، سیٹھیے امیر امراء سپاہی، ساہوکار، باورچی، لوگی، سوڈہ سازندے۔ الکیے قاضی — براتی — رہرو۔ وغیرہ۔ وغیرہ

مستورات عکسانہ

عظیمن — امیر علی کی بیوی

مریم — اسماعیل کی بیوی

زینب — یوسف خاں کی بیوی امیر کی ماں

زہرہ — سو کھے حوض کی رقاصہ

زینت — زہرہ کی منہ بولی بہن

بڑی بی — زہرہ کی منہ بولی ماں

کریمن — سبزی خاں کی کنیز سرفراز کی محبوبہ

امیرن — امیر علی کی اکلوتی لڑکی

شرفن — پیر خاں کی محبوبہ

نرگس — للو کی محبوبہ

منی جان — بنارس والی رقاصہ

ٹھگوں کے خفیہ اشارے اور الفاظ

ٹھگ	پھندا مار کر لوگوں کو ہلاک کرنے والا
بھٹوٹ	پھندا مارنے والا ماہر ٹھگ
بھٹوٹی	پھندا مارنا
سوڈھہ	جاسوسی کر کے شکار کو فریب دے کر لانے والا
سوڈھی	جاسوسی۔ سراغ رسانی
لوگھی	گورکن، قبر یا کھڈ کھودنے والا
بنج	شکار۔ مال غنیمت
جھرنی	حملہ کرنے کی تیاری کا حکم
پرول	اشارہ
بیتونی	نیاز کا گڑ
بھیل	کھڈ یا قبر
منجی	قبر کھودنا
بھیل منجی	کیا قبر کھودی گئی ہے؟
پانی	کوئی آرہا ہے
ٹھور	ٹھکان
پڑاؤ	ٹھکانا کرنا
کمپنی	انگریزوں کی کمپنی
بھیلئے	قبر کھودنے کی جگہ پسند کرنیوالا بھیلئے یا اس کے پانو کے نشان دیکھنے والے

پان لاؤ	ہلکا سا حملہ کردو
حقہ لاؤ	ہلاک کردو
سلام بھائی	آپس میں ٹھگ کو پہچاننے کا اشارہ
آپ کو سلام	میں بھی ٹھگ ہوں
بھیل منجی ہے	قبر تیار ہے
تماکو لاؤ	حملہ آور ہو جاؤ اور پھندا مارو
بوہنی	شروع کرنا، پہلا شکار پہلی خرید و فروخت
شگون	شگن۔ قیاس کرنا کہ ساعت نیک ہے یا بد
پھیلاؤ	بائیں جانب سے گدھے کی آواز
تھپاؤ	دائیں جانب سے گدھی کا رینکن
نیک شگون	کرخت آواز، ساز گار ساعت
بدشگون	دھیمی آواز ملائم یا نرم آواز بد ساعت
تپونی کھانا	نیاز کا گڑ کھانا
تپونی ڈال	نیاز کھانے کے قابل ٹھگ
جیئے کالی کی	پہتے ٹھگ کا رومال والے ٹھگ کو حکم
پاک کلہاڑی	ٹھگوں کا متبرک نشان "تبر"

مردوں کا لباس

۱۷۷۵ء تا ۱۸۲۸ء تک ہندو مسلم کا ملا جلا لباس ڈھاکے کی ململ اور ریشمی انگرکھے۔ سوتی انگرکھے۔ گوٹا کناری ٹکے انگرکھے۔ کمخواب اور دیگر پارچہ کے پاجامے دھوتیاں (دکن میں دوہرے پاجامے) پگڑیاں محراب دار۔ کھڑکی دار شملے۔ انگوچھے رومال۔ شال دوشالے۔ زرہ بکتر کمربند۔ قرمزی طرّے خود پر لپٹنے کے شال۔ افغانی چپل۔ مخمل کی صدریاں۔ جبے۔ کفچے۔ انی دار چپل۔ راجستھانی اونچی چولی کے انگرکھے۔ گیروا جبّہ۔ مصنوعی ڈاڑھیاں مونچھ سادھو سنت کے لمبے جبے۔ کہنیوں تک جالی دار فولادی دستانے۔ زانوں کے فولادی موزے۔ مجلّا اور مصقل بکتر۔

عورتوں کا لباس

۱۷۷۵ء تا ۱۸۲۸ء تک کا ہندو مسلم لباس۔ مہین دوپٹے۔ کرتیاں۔ کامدانی زرین صدریاں۔ (دکن میں ریشمی آڑے دوپٹے لہنگے) سوسی۔ ریشمی تنگ موری کے پاجامے تیلیہ رومال۔ پشواز۔ چولیاں۔ ساڑیاں کرتے ازار۔ شلواریں۔ کھڑے دوپٹے۔

زیور

موتی کے ہار۔ کڑے۔ تلسی جھوم۔ ٹھسیاں۔ ہنسلی۔ تنکے۔ کرن پھول کڑے چندن ہار۔ لچھے۔ جڑاوی ہار۔ انگوٹھیاں۔ بازوبند۔ نتھ حسب حیثیت سونے چاندی کے زیورات۔ موتیوں کے ہار۔ مردوں کے بھیس بدلنے کیلئے ریشے کی مالائیں۔

ہتیار

رومال۔ تلوار۔ خنجر۔ کٹار۔ برچھے۔ بھالے۔ تبر کلہاڑیاں۔ تیغ۔ ڈھال بندوق۔ رومال ہی ٹھگوں کا خطرناک اور جان لیوا ہتیار تھا جس کے چھور (کونے) میں چھوٹے چھوٹے پتھر بندھے ہوتے تھے۔ یہ رومال ریشمی ہوتا گینڈے کی کھال کی ڈھال۔ ٹھگ رومال کا استعمال پھندا مارنے کے لئے اس لئے کرتے تھے کہ سانپ مرے لیکن لکڑی نہ ٹوٹے۔ یعنی پھندا مارتے ہی انسان کی آنکھیں نکل آتیں جونہی گردن رومال سے بھینچی جاتی آدمی کا دم گھٹ جاتا اور وہ چشم زدن میں بغیر چیخ وپکار کے دم توڑ دیتا تھا اور لوگ ہی لاش دفنا دیتے تھے۔ یہ ہر لاش کا پیٹ چیر کر اس میں لکڑی کی کھونٹیاں دھنسا کر دفن کرتے تھے۔

سازوسامان

دیگچے۔ پتیلیاں۔ خیمے۔ قنات۔ رسیاں شامیانے۔ کھونٹیاں۔ زین۔ گھوڑے کی پیٹھ پر چیتا یا گینڈے کے چمڑے (قماش کئے ہوئے) شطرنجیاں۔ دریاں۔ بستر۔ برتن بھانڈا۔ زرجواہر کے صنادیق۔

(ملازم)

قافلہ میں زیادہ تر گونگے اور بہرے الگنے ایدی ملازم رکھے جاتے لیکن ان کو بھی اسی قدر معاوضہ یا مال غنیمت سے حصہ ملتا تھا جس قدر کہ ٹھگ لیتے تھے۔

توضیح

امیر علی ٹھگ ایک اندازے

کے بموجب ۱۷۷۶ء میں پیدا ہوا ۱۷۸۵ء میں وہ آٹھ سال کا تھا۔ اجب اسماعیل
نے اس کا اغوا کیا۔ ۱۷۸۹ء میں امیر علی کو ٹھگوں میں شامل کر لیا گیا یہ دور یورپ
اور ہندوستان میں ایک بھیانک انقلابی دور تھا (دنیا بھر میں ہر طرف بدامنی
پھیل چکی تھی، ادھر فرانس میں جمہوری انقلاب آگیا) اسی دور میں ٹھگوں
کی جماعت نے ایک منظم تنظیم کی صورت اختیار کی اور اسماعیل ٹھگ کی
سرکردگی میں پروان چڑھی اور اس کے کئی شعبے عمل میں آئے ان دنوں پورے
ہندوستان میں چار ہزار ٹھگ مصروف عمل تھے۔ مسافروں کی آمد و رفت
میں رکاوٹیں پیدا کرتے تھے۔ ۱۷۸۹ء سے لیکر ۱۸۱۰ء تک یہ تنظیم بام عروج
پر پہنچی انگریزوں کے کئی کمپو لوٹ لئے گئے پلٹنوں کی پلٹنیں ٹھگوں کے
ہاتھوں دفنا دی گئیں۔ جن کا ۱۸۱۶ء تک انگریزوں کو پتہ نہ چل سکا تھا۔
اسماعیل ٹھگ نے کشت و خون کا بازار گرم کر دیا۔ وہ چاہتا تھا کہ دلی جاکر
عبدالقادر روحیلہ کے قافلے کو لوٹے لیکن اس کے سراغ رساں سوڈھی نے
جب یہ خبر دی کہ قادر کے ہاتھ شاہان مغلیہ کا کوئی خزانہ نہیں لگا ہے تو
اسماعیل ٹھگ نے دلی کا سفر منسوخ کر دیا لیکن گنیشا ٹھگ اپنا قافلہ
لیکر روانہ ہوا۔ بہت سے تاجر اس کے ہاتھوں مارے گئے۔

۱۸۰۵ء میں جب سکندر جاہ سریر آرائے سلطنت تھے امیر علی ٹھگ نے
دکن کی راہ لی اور رعایا کو خوب لوٹا جھالون میں قیام کیا اور ۱۸۱۵ء میں
لکھنو پہنچا اور وہاں گرفتار کر لیا جاکر عمر قید کی سزا پائی۔ بارہویں سال
۱۸۲۷ء سلطان ناصر الدین حیدر کی تخت نشینی کی خوشی میں رہا ہوا

ٹھگی سے توبہ کر لینے کے باوجود گنیشا سے اپنی ماں کے قتل کا بدلہ لینے کا خیال اس کے دل میں چٹکیاں لینے لگا اس لئے سہ بارہ اس نے ایک اور ٹھگ کی سرکردگی میں ساگر کے ڈملی اور انگریزوں کے ہاتھوں ۱۸۳۲ء میں گرفتار ہوا تو کرنل سلیمن نے اسے گواہ معافی قرار دیا تاکہ جمیع ٹھگوں کا حال معلوم کرکے انہیں ختم کیا جائے۔ یہ بات امیر علی کے لئے خوش آئند تھی چنانچہ وہ گواہ معافی بنگیا اور گنیشا کو اس کے قافلے کے ساتھ کرنل سلیمن کے ہاتھوں گرفتار کروا دیا۔ اس واقعہ سے یہ امر واضح ہے کہ ہندستان کے سرغنہ ٹھگوں کا خاتمہ خود امیر علی ٹھگ نے کیا۔

۱۸۱۶ء سے ۱۸۲۷ء تک راجہ تھا راجہ۔ نظام حیدرآباد اور نواب لکھنو نے ٹھگوں کا قلع قمع کر دیا تھا۔ حیدرآباد میں ٹھگی کا ایک باضابطہ محکمہ قائم کیا گیا۔ بہت سے ٹھگ مارے گئے۔ اور بہت سے ٹھگ قید کر لئے گئے۔

لارڈ ولیم بینٹنگ ۱۸۲۸ء تا ۱۸۳۵ء (یہ دور ٹھگوں کے تعلق سے ہے)

سکندر جاہ ۱۸۰۳ء تا ۱۸۲۹ء (اسی دور میں امیر علی دکن آیا تھا)

سلطان نصیر الدین حیدر کی تخت نشینی ۱۸ اکتوبر ۱۸۲۸ء (یہ تاریخ امیر علی کی قید سے رہائی کی ہے)

امیر علی کی قید کی مدت ۱۸۱۵ء تا ۱۸۲۷ء (بارہ سال) . . . . . .

امیر علی کی سہ بارہ گرفتاری ۱۸۳۲ء میں عمل میں آئی اس نے ہندوستان کے بچے کچھے ان سرغنہ ٹھگوں کا خاتمہ کروایا جن کا سردار گنیشا تھا نہ کہ امیر علی ٹھگ (ٹھگوں کی جماعت کا ۱۸۳۵ء میں خاتمہ کر دیا گیا تھا۔ ان دنوں ۱۸۲۵ء میں لارڈ امہرسٹ گورنر تھا اس سے پہلے لارڈ ہسٹنگ ۱۸۲۳ء میں جب پنڈاریوں کا خاتمہ کیا گیا ——— جو بچ رہے وہ نواب جیتو کے ملازم تھے امیر علی اور جیتو نے انگریز پلٹنوں کے چھکے چھڑا دئے، انھیں زمین میں دفن کر دیا۔

تلخیص

مشاہیر اور زعما، مشرق کے تذکرے، سوانح عمریاں اور تواریخ جو نامکمل رہ گئی ہوں یا سرے سے لکھی ہی نہ گئی ہوں (چونکہ اہل مشرق نے اس خصوص میں تساہل سے کام لیا ہے، اور بہت سی کتابیں نامکمل رہ گئی تھیں) ان کی اہل مغرب نے تدوین و تکمیل میں عمریں گذاریں اور بیش بہا کام انجام دیئے ہیں شاید یہی وجہ ہے کہ اہل مشرق اور خاص طور پر انگریزی داں اہل مشرق ان کے کہے لکھے کو سند قرار دیتے اور اپنی تصانیف میں جا بجا ان کے حوالے دیا کرتے ہیں۔ لیکن ان عزائم اور نظریات کو ایک تحت نظر انداز کر جاتے ہیں جنکا تعلق مطلب براری، ہنگامہ آرائی اور اہل مشرق کی اہانت سے عبارت ہیں۔

مندرجہ بالا نتیجہ میں نے ان تھوڑی بہت انگریزی تصانیف سے اخذ کیا ہے جنکا میں نے مطالعہ کیا ہے۔ اور دوران تعلیم نصاب تعلیم میں بھی شریک تھیں۔ ان تصانیف میں وہ وہ راز پنہاں ہیں جو سرسری مطالعہ سے بیک نظر ظاہر نہیں ہوتے لیکن ان کا بغور اور باریک بینی کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو بہ آسانی پتہ چل جاتا ہے کہ غرض و غایت تصنیف مندرجہ ذیل تین بنیادی اصول پر مبنی ہوتی تھیں۔

(۱) ہندوستان میں انگریزی حکومت کے استحکام کی تائید ۔۔۔

(۲) ہندو مسلم نفاق کی تجدید ۔ ـــ . . . . . .
(۳) مصنف کے "ہندی معاملات" میں ماہر ہونے کی تصدیق ـــ

لیکن ارباب نظر ان درپردہ عزائم و مقاصد سے بے فکر ہو کر ایسی کتاب یا اس کے سیاق و سباق کے اپنی تصانیف میں حوالے دیتے ہیں جن میں مبالغہ اور رنگ آمیزی ہوتی ہے ۔ یوں بھی اہل فن مشاہیر اور زعما کے تعلق سے کور نظر کو جلی کٹی سنانے کے مواقع کم نصیب ہوتے ہیں لیکن کسی جابر۔ ظالم ۔ چور۔ اچکے۔ ڈاکو یا ٹھگ کی سوانح عمری لکھتے وقت گزرنے کیلئے اور اہانت آمیز الفاظ برتنے کے وسیع میدان ہاتھ آتے ہیں اور وہ کچھ لکھ جاتے ہیں کہ پڑھ کر دکھ ہوتا ہے ایسی تہمت ترازی، دل آزاری اور اہانت آمیزی کے نظر کرتے کہا جا سکتا ہے کہ "جھوٹ میں بھی سچائی مضمر ہوتی ہے" یعنی لکھنے والا تو جھوٹ لکھ گیا لیکن پڑھنے والا بخوبی سمجھ جاتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے تو اس کی یہ پیچ ابھر کر سامنے آجاتی ہے ۔

— CONFESSIONS OF A THUG:—

"امیر علی ٹھگ کے اعترافات" دراصل امیر علی ٹھگ کی سوانح عمری ہے جسکے کرنل میڈوز ٹیلر مصنف ہیں، انہوں نے یہ کتاب جس غرض و غائت کے تحت لکھی اور اس میں جو کچھ بیان کیا ہے اسے ارباب نظر نے شاید اس خیال سے نظر انداز کر دیا ہوگا کہ یہ ایک ٹھگ کی داستان ہی تو ہے جو جرائم پیشہ تھا کسی جرائم پیشہ کے تعلق سے جس قدر بھی سخت سست کہا جائے کم ہے
اصحاب علم نے اس کتاب کا اردو میں ترجمہ بھی پڑھا ہوگا جسکے مترجم جناب محب حسن ہیں جنکا تعلق محکمہ کوتوالی مملکت آصفیہ سے تھا، انہوں نے بھی ان غلط بیانات کو یہ کہہ کر نظر انداز کر دیا کہ کہیں کہیں واقعات کو ملانے اور داستان کی دلچسپی پیدا کرنے کے لئے کچھ جھوٹ کا ٹانکا بھی دیا گیا ہے تاکہ امیر علی

کی خونخوار سرگزشت ناول کا مزہ بخشے"

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ لارڈ ہیٹنگ کے دور میں انتظامیہ
کی بنا پر کرنل سلیمن COLONEL SLEEMON نے بڑی محنت اور تحقیقات
کاوش کے بعد امیر علی ٹھگ کو گرفتار کیا اور اسے کرنل میڈوز ٹیلر کے سامنے
پیش کیا، اس طرح ہندوستان کو ٹھگوں کی غارت گری سے ۱۸۳۲ء میں نجات
ملا۔ امیر علی کو گرفتار کرنے کا کارنامہ عظیم کرنل سلیمن نے انجام دیا اور اس کارکردگی کا سہرا
کرنل میڈوز ٹیلر کے سر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ۱۷۹۰ء سے لیکر ۱۸۱۵ء تک ہی ٹھگوں کی غارت گری
عروج پر تھی جب امیر علی ۱۸۱۵ء میں لکھنو میں گرفتار ہوا اور عمر قید کی سزا پائی تو
اسی وقت ٹھگوں کی کمر ٹوٹ چکی تھی۔ اس تنظیم کا نظام حیدرآباد اور
نواب اودھ نے ۱۸۱۵ء تک قلع قمع کر دیا تھا، صرف بچے کھچے ٹھگ گنگا کی سرزمین
میں بنگال اور ساگر میں ادھر ادھر چھاپے مارتے اور ٹھگی کرتے تھے۔ جہاں تک انگریزوں
کا تعلق ہے ۱۸۱۰ء تک انہیں معلوم بھی نہیں تھا کہ ٹھگ کسے کہتے ہیں اور نہ ہندوستان کی
عوام ایسی کسی جماعت کے وجود سے واقف تھے اس قدر خفیہ اور منظم طور پر یہ
تنظیم روبہ عمل آئی تھی، حتی کہ انگریز بھی متحیر تھے کہ گاہ گاہ ان کی پلٹنیں کہاں غائب
ہو جاتی ہیں حالانکہ امیر علی ٹھگ کی ٹولی۔ پنڈارے اور چیتو انہی ٹھگوں کی مدد سے
انگریز پلٹنوں کا بھوٹ کرتے یعنی ایک ایک سپاہی کے پھندا مار کر بے دم کرتے
اور "بھیل منجی" بڑے کھڈ میں دفنا کر دم لیتے تھے تو پھر پتہ کہاں سے چلتا —
آخر کار جب لفٹننٹ مانسل MONSELL اور میجر ہیل ہیت HELHED اپنی کمپنی
کے ٹھگوں کے ہاتھوں مارے گئے تو شدہ شدہ یہ خبر پھیلی یہ واقعہ ۱۸۱۲ء کا ہے تو
تب کہیں انگریز مشنری حرکت میں آئی اور اس واقعہ کے چار سال کی لگاتار کوشش

کے بعد ۱۸۱۵ء و ۱۸۱۶ء کے درمیان ٹھگوں کا پتہ چلا۔ ۔ ۔ ۔

۱۸۱۵ء میں امیر علی لکھنؤ میں گرفتار ہوا تو جو فرد جرم عائد کی گئی میں مرتب ہوئی۔ اس میں چند افراد کو منظم طور پر قتل کرنے کی یاداشت میں قاتلوں پر مقدمہ چلا اور سبھوں نے عمر قید کی سزا پائی تھی، لہٰذا فرد جرم ہاتھ لگنے کے بعد ہی انگریز ٹھگوں کا پتہ چلا سکے۔ اور ۱۸۱۶ء میں موثر کاروائی کی گئی۔ اسوقت تک نظام حیدرآباد اور نواب اودھ کے ملازمان کرتوالی نے ان ٹھگوں کا خاتمہ کیا تو جنوبی ہند میں کوئی ٹھگ تھا ہی نہیں۔ ۔ ۔ مکمل طور پر ۱۸۲۵ء میں ٹھگوں کی تنظیم کا خاتمہ ہو چکا تھا تو انگریزوں اور تاریخ دانوں نے ٹھگوں کو گرفتار کرنے کا سہرا سلیمن اور ٹیلر کے سر پر باندھ دیا۔

بنگال میں سرگرم ٹھگوں کی جماعت جسکا سرغنہ گینشا تھا، وہ بھوتی نہیں صرف لوٹ مار کرتا تھا۔ موقع سے امیر علی اس جماعت میں انتقامی جذبے کے تحت شریک تھا کہ گینشا کو قتل کر دے لیکن وہ قید کی صعوبت سے ڈرتا تھا۔ کیونکہ وہ جھانسی کی قید میں تین ماہ تک سڑتا رہا پھر لکھنؤ کے جیل میں بارہ سال مصیبت جھیل چکا تھا اور زمانہ کے ساتھ اس میں اضمحلال آ چکا تھا۔ ٹھگی سے اس نے توبہ کرلی تھی۔ خوبی قسمت سے عمر قید کی سزا بارھویں سال ہی اس لئے ختم کر دی گئی تھی کہ تخت نشینی کی خوشی میں نواب نصیر الدین حیدر بادشاہ لکھنؤ نے بتاریخ ۱۸ اکتوبر ۱۸۲۷ء جمیع قیدیوں کو رہا کرنے کے احکام جاری کئے تھے، چنانچہ قیدی رہا ہوئے ان میں امیر علی ٹھگ بھی تھا جو اس بارہ سال کی قید و بند میں یکا نمازی ہو گیا تھا لیکن ماں کی موت کا بدلہ لینے کی غرض سے گینشا کی ٹولی میں شامل ہو گیا اور اگر وہ چاہتا کہ گینشا کو ہلاک کر دے تو بھدرا جو اس نے گینشا کی گردن میں ڈالکر گرفتار کروایا تھا اس کے لئے گردن کھینچ دینا بھی آسان تھا لیکن اس نے ایسا

نہیں کیا کیونکہ انگریزوں کے روبرو یہ جرم مزید قید و بند کا باعث ہو جاتا۔
امیر علی ٹھگ نے گنیشا کو پھندا اس لئے ڈالا تھا کہ وہ انگریزوں کے ہاتھوں
زندہ گرفتار نہ ہوتا آخر وہ بھی امیر علی کا ہم مقام ہی تو تھا اور اسماعیل ٹھگ کا بیٹا تھا۔
حیرت کی بات تو یہ ہے کہ اس آخری جماعت میں چند ٹھگ باقی رہ گئے تھے انکی نسبت مسٹر ٹیلر کا کہنا ہے کہ جب ان سولہ افراد کو موت کی سزا سنا دی گئی اور انہیں مقتل لے جایا گیا تو ان سبھوں نے جیلر سے کہا "جلاد کی بجائے ہم خود پھانسی کے پھندے اپنے اپنے گلوں میں ڈال کر لٹک جاتے ہیں اس کی اجازت دی جائے"! جب آخری دور کے گئے گذرے ٹھگ ایسے تھے تو پھر انکے سردار اسماعیل امیر علی ٹھگ بینی سنگھ اور گنیشا کے کیا کہنے۔
مدعا یہ کہ ٹھگوں کا قلع قمع انگریزوں نے نہیں بلکہ ان سے پہلے ہی نظام حیدرآباد نے کیا۔ نظام کی حکومت میں ایک علیٰحدہ محکمہ بنام سررشتہ ٹھگی وجود میں آیا اور ٹھگی جیل بھی قائم کیا گیا تھا سنین خود پتہ دیتے ہیں کہ کس نے کب ٹھگوں کو ختم کیا تو پھر کرنل میڈوز ٹیلر کا کہنا ... کہ کرنل سلیمن نے ٹھگوں کا خاتمہ کیا غلط ہے۔
گننے والے اڑتی چڑیا کے پر گن ڈالتے ہیں ہر فن کی زبان فن داں ہی سن سکتا ہے جس فن کا میں ذکر کرنے چلا ہوں محض گونگا ہے، لیکن "تمیز" فن کے آگے گونگا بھی فن کی زبان ۔ بولنے لگتا ہے تو تمیز اس کو سن کر اسکی خوبی میں ڈوب جاتی ہے۔
فن وہ جس پر کوئی ناقابل تلافی حرف نہ آنے پائے مسٹر ٹیلر نے اپنی تصنیف کے سرورق کے بعد ہی "امیر علی ٹھگ کے پہلے شکار" کی خیالی تصویر دی ہے۔ لگتا ہے لندن کے کسی گھٹیا مصور نے اسے تیار کی ہے جو ایسی بدمذاق ہے جسے دیکھتے ہی بے ساختہ ہنسی آجاتی ہے اور مصنف کی بلند نظری

کا بھی پتہ چلتا ہے، اس تصویر میں پانچ افراد (چار ٹھگ اور ایک شکار، مرد) دکھایا گیا ہے ——— یہاں اس امر کا اظہار خالی از معلومات نہ ہوگا کہ جب بھی بھوٹ (پھندا مارنے والا ٹھگ) پھندا مارتا تو شکار کو پہلے ہی وار میں اچانک زمین پر اوندھا گرادیتا کہ شکار کی آنکھوں کے ڈھیلے نکل پڑتے۔ اس تصویر میں امیر علی ٹھگ نے پھندا مار کر شکار کو اوندھا گرا کر اسکی پیٹھ پر دوزانو بیٹھا رومال سے شکار کی گردن کھینچ رہا ہے۔ بازو اسماعیل کھڑا دیکھ رہا ہے۔ امیر کے پہلے شکار کے وقت منگل پور میں اسماعیل ساتھ اس لئے تھا کہ اگر اس سے کوئی لغزش ہو یا مغلوب ہو جائے تو اسکی مدد کر سکے۔ اسماعیل کے ہاتھ میں بھی رومال ہے۔ امیر کی پشت کی طرف سے دو لوگھی (گورکن ٹھگ) آ رہے ہیں تاکہ لاش کو زمین میں دفنا سکیں ——— پانچوں افراد کالے کلوٹے ننگ دھڑنگ ہر ایک کے جسم پر رانوں سے اوپر کمر تک دھوتیوں کے چیتھڑے بندھے ہیں اور ہر ایک کے سر پر ایک سا پگڑ۔ گویا امیر علی نے اپنا لباس اتار کر پھندا مارا تھا اور شکار کا لباس بھی اتار دیا تھا، حالانکہ مسٹر ٹیلر بھی اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ شکار امیر تاجر کا کیا جاتا تھا جو ننگا بھوکا نہیں ہوتا تھا۔ ایسے بھی امیر علی ٹھگ نے اپنا پہلا شکار منگل پور کے جنگل میں ایک تنگ ندی کے کنارے بہت برسے سا ہوکار کا کیا تھا، اس وقت حکیم (حکیم، طبیب نجومی، موسیقار وغیرہ فنکار بھی ٹھگوں کی ٹولی میں شریک رہتے۔) اسکی یعنی امیر کی نبض دیکھی اور باہمت ہونے کی تصدیق کی تھی اور گردجی (ماہر فن) نے کچھ پڑھ کر پھونکا بھی تھا۔ شکار کے وقت شکار کو ننگا کرنے کی فرصت ہی کہاں ملتی ہے۔ سودھی شکار کو دھوکے میں لاتے تھے اور بھوٹ موقع سے پھندا مار کر ہلاک کرتے تھے تو شکار کے جسم سے لباس اتارنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

. . . .

. . . .

. . . .

تو پھر امیر کا اپنا لباس اتار کر دھوتی باندھ لینا مضحکہ خیز ہے کیونکہ مسٹر ٹیلر خود اعتراف کرتے ہیں کہ امیر علی اس دور کے امراء و تجار کا مروجہ خوش لباس زیب تن کرتا تھا اس سے ثابت ہے کہ ٹھگ اور ٹھکار اپنے اپنے لباس میں ملبوس رہتے، مسٹر ٹیلر نے یہ بھی لکھا ہے کہ امیر علی نہایت وجیہہ اور خوبصورت جوان تھا۔ لیکن اس تصویر میں پانچوں افراد ایسے لگتے ہیں جیسے جنوبی ہند کے کالے کلوٹے ننگ دھڑنگ بھچرے، یہ مصنف کا نہیں بلکہ اُس کرنجی آنکھ کا قصور ہے جسے ہر ہندوستانی کالا کلوٹا اور ننگا نظر آتا ہے۔

یہ کتاب مسٹر ٹیلر نے اہل ہند کو عبرت حاصل کرنے کے لئے اور انگریز عہدیداروں کے علم و اطلاع کے لئے لکھی ہے جو سات سمندر پار سے ہندوستان آتے اور فوراً ہی بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہو جاتے تھے، ہندوستانیوں کی عبرت کا سہارا مصنف نے اس لئے لیا ہے کہ کوئی بھانپ نہ لے کہ یہ کتاب کس کے لئے لکھی گئی ہے، اس کتاب کا بزبان اردو اس لئے ترجمہ کروا یا گیا کہ محکمۂ خفیہ نظام سرکار عالی ٹھگوں کی ٹھگی اور ان کے ہتھکنڈوں سے واقف رہے۔ چنانچہ نظام حیدرآباد نے کتاب کے ترجمہ کا کام اس وقت کے خفیہ عملے کے عہدہ دار جناب محمد حسن (سنا ہے یہ عہدہ دار جناب شرر لکھنوی کے عزیز تھے) کے سپرد کیا تو صاحب موصوف نے اس کا ترجمہ کیا اور کتاب کا نام "سوانح عمری امیر علی ٹھگ" رکھا اور کتاب بمطابق سرکار مطبع سلطانی افضل گنج حیدرآباد دکن ۱۸۸۹ء میں چھپوائی گئی جس کا لب لباب یہ ہے:۔

۱۔ ہندو کافر ہے، مشرک ہے اس کے ساتھ ایک مسلم کا تجارتی میل جول کفر ہے۔

. . . .

۲۔ مسلمان بلیم بھی اس لئے اس کے ساتھ ایک ہندو کا تجارتی لین دین ناپاک اور اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا پینا دھرم کو بھرشٹ کرنا ہے۔

۳۔ دیوی بھوانی نے ٹھگوں کو درشن دیا اور کہا: "تم ٹھگوں لوگوں میں تمہاری رہنمائی کرونگی" اور غائب ہو گئی ۔ . . . .

۴۔ انگریز تلنگانہ کے کافروں کو فوجی تعلیم دیتے تھے . . . . .

۵۔ انگریزوں نے حیدرآبادیوں کو مرہٹوں، حیدرعلی اور ٹیپو سلطان کی دست اندازیوں سے محفوظ رکھا . . . .

ان نکات سے ہٹ کر ایسی ایسی روایتیں بھی درج ہیں جنکو پڑھکر بیساختہ ہنسی آجاتی ہے، یہ ساری داستان مسٹر ٹیلر نے امیر علی کی زبانی سن کر قلمبند کی تو تعجب ہوتا ہے کہ ۲۵ سال قبل کی ایک ایک بات امیر علی نے کیسے یاد رکھی، کیونکہ مصنف نے اعتراف کیا ہے کہ اُس نے ۱۸۳۲ء میں امیر علی ٹھگ سے بالمشافہ مل کر اُس کی زبانی سن کر یہ ساری باتیں درج کیں، ان میں سے میں مندرجہ ذیل ۸ نکات کا ذکر کروں گا۔ جنکو مصنف نے بڑی اہمیت دی ہے:۔

۱۔ امیر علی ٹھگ پکا نمازی تھا ۔ . . . .

۲۔ ٹھگوں کی پیشانیوں پر کثرتِ سجدہ کی وجہ سے گٹھے پڑ گئے تھے یہ نمازی شگون لیتے اور ٹھگی کرتے تھے . . . .

۳۔ ٹھگ دیوی بھوانی کی پوجا کرتے، (ٹھگی کے لئے) اُس کی مدد کے طلبگار رہتے اور دسہرہ کے تہوار کے دن ٹھگی کے لئے نکلتے تھے

۴۔ بدری ناتھ (برہمن) نے کہا مسلمانوں کی قسم اگر مسلمانوں کی بہشت میں ان مُغنیوں (زہرہ و زینت) کی سی حوریں ملنے کا یقین ہو تو

. . . .

میں ابھی اندر کے آسمان کو چھوڑ کر اور ہندو مذہب پر لات مار کر مسلمان ہو جاتا ہوں۔

۵۔ نویں محرم اور دسویں کی رات زہرہ اور سارنگی کی آوازیں خوب ملیں اگر آسمان پر فرشتہ ان آوازوں کو سنتا تو فوراً زمین پر اتر آتا اور اس کا گانا سننے لگتا۔ مگر اس اثنا میں تاشہ مرفہ اور حسین حسین۔ دولہ دولہ کی آوازیں بلند ہوئیں تو زہرہ نے کہا خدا کی مار ان بے ہنگم آوازوں پر۔"

۶۔ امیر علی کہتا ہے "نماز سے فراغت پائی تو میں نے اپنے باپ سے کہا زہرہ (رقاصہ) کے مکان چار مینار کو جاتا ہوں رات کو وہیں آرام کروں گا تو اس نے مجھکو علی الصباح واپس آنے کے لئے کہا"

۷۔ امیر علی ٹھگ سید تھا' شراب بھی پیتا تھا لیکن بدری ناتھ اونچی ذات کا برہمن کباب نہیں کھاتا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے نہایت رفیق اور وفادار تھے۔

۸۔ امیر علی نے (۱۱۹) افراد کو پھندا مار کر ہلاک کیا اور اعتراف کیا کہ اگر وہ بارہ سال قید میں نہ ہوتا تو پورے ایک ہزار افراد کو ہلاک کر چکا ہوتا"

میں نے متذکرہ صدر صرف آٹھ نکات کو اس لئے درج کیا ہے کہ اگر ان تمام نکات پر جو امیر علی ٹھگ کی داستان میں درج ہیں شامل کرلوں تو جوابات کی ایک ضخیم کتاب ہو جائے گی۔ یہ آٹھ نکات صرف اس لئے درج کر رہا ہوں کہ قاری اندازہ کر سکے کہ ان میں کس طرح کی رنگ آمیزی سے کام لیا گیا ہے۔

۱۔ ٹھگ کی بساط ہی کیا اور کیا اس کی نماز۔ یوں بھی آئے دن ہم دیکھتے ہیں کہ ٹھگوں سے بھی گئے گذرے کتنے نہیں نمازی ہونگے جو

بظاہر نمازی کہلاتے ہیں لیکن ان نمازیوں کا کیا کہنا جو یہ سمجھکر نماز ادا کرتے ہیں کہ خدا ان کو دیکھ رہا ہے بھلا ایسے نمازیوں تک کسی طنز نگار کی پہنچ کہاں ۔ اسے تو صرف یہ بتانا ہے کہ "امیر علی نمازی ہونے کے باوجود ٹھگی کرتا تھا"۔ اگر ایسی ہی عبارت لکھدی جاتی تو بات کچھ اور ہی ہوتی، اور دل کا چور پکڑا بھی نہ جاتا ۔ لیکن مصنف نے صرف یہ لکھ کر کہ "پکا نمازی تھا" بڑا ہی طنز کیا ہے ۔

لکھنے والا چاہے کتنا ہی بڑا ادیب ہو اس کے طرز تحریر سے اسکی طبیعت اس کی خصلت اور اس کی نیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور الفاظ اس فنکار سے ہم کلام ہونے لگتے ہیں جو ایسے فن سے واقف ہو، اور لکھنے والا خود سمجھ نہیں پاتا کہ اس کی لکھان میں کیا کیا راز پنہاں ہیں صرف زبان پر حاوی ہو جانے سے ہر کس و ناکس اپنے اندر کے چور کو چھپا سکتا ہے اور نہ تحریر میں لطف پیدا کر سکتا ہے ۔ اس لئے کہتا ہوں کہ جھوٹ میں بھی سچائی مضمر ہوتی ہے ۔ امیر علی اگر نماز پڑھتا تھا تو وہ اپنے ضمیر کے حکم کی تعمیل میں اور اگر ٹھگی کرتا تھا تو وہ اپنی فطرت سے مجبور تھا ۔ ایسی بُرائی کا اطلاق ہر نمازی پر نہیں ہوتا ۔

۲ ۔ ٹھگوں کی پیشانیوں پر کثرت سجدہ سے گھٹے پڑ گئے تھے والی بات "پکا نمازی تھا" والی بات کی توثیق مزید کے لئے دہرائی گئی ہے اس سے طنز نگار کی مراد یہ ہے کہ کثرت سے سجدے کرتے تھے اور کثرت ہی سے قتل بھی کیا کرتے تھے، ٹھگ ہی تو تھے ممکن ہے نمازیوں کا سونگ بھر کر ٹھگی کرنے کو نکلتے ہوں ۔ لیکن جو بات توثیق و تصدیق کے لئے پیش کی جا رہی ہے وہی تردید میں کام آ رہی ہے ۔ بھلا ایسے بدکاروں کی پاکان

خدا سے کیا نسبت جو واہمہ اور "شگون" کے قائل تھے۔

یہ "شگون" فارسی لفظ "شگن" ہے جس کے معنی ہیں، فال نکالنا، لیکن ٹھگ اس شگون کی جو معنی لیتے تھے وہ غلیظ تر واہمہ سے کم نہیں تھی انہوں نے توہم پرستی کو اپنا شعار بنا لیا تھا۔ کرتے یہ تھے کہ ہر شخص (ٹھگ) مہم پر روانہ ہونے سے پہلے ایک طرف کو منہ کر کے اپنے سردار کے ساتھ کھڑا ہو جاتا اور کسی نہ کسی آواز یا سگنل کا منتظر ہوتا جب کوئی آواز سنائی دیتی جا ہے فضا میں کوئی سن سناہٹ کی آواز ہو آہٹ کی یا کسی گائے بھینس کتے .... یا بلی، بکری، فاختہ، مینا، الو یا کوے کی۔ یا کسی گدھے کے رینگنے کی، چونکہ سردار قافلہ بڑا ہی کایاں ہوتا تھا اگر کرخت آواز سنائی دیتی تو اس کی کرختگی کی بنا پر یا اگر آواز ملائم ہوتی تو اس کی ملائمت سے اندازہ لگا کر شگون کا اندازہ لگاتا یعنی آواز کرخت ہوتی تو اس خیال سے کہ قتل و غارت گری کی مہم پر جانا ہے۔ شگون کو نیک اور اگر ملائم آواز ہوتی تو بد قرار دیتا چنانچہ ٹھگوں کے نزدیک عجیب کلی۔ بلی یا چیل کی آواز نہایت بد اور گدھے، الو کوے کی آواز نیک تصور کی جاتی۔ اور اگر بد آواز سنائی دیتی تو اس وقت تک مہم پر جانے تیار نہ ہوتے جب تک دوبارہ شگون نہ لے لیتے اس امر سے اس شگون کی حقیقت کی قلعی کھل جاتی ہے۔ اسی طرح جب گدھے کی آواز سنائی دیتی تو قدم آگے بڑھاتے۔ راہ چلتے بلی آڑی آجاتی یا کبھی گفتگو کے دوران کسی کے چھینک آتی تو چلتے ہوئے اور گفتگو کرتے ہوئے کچھ وقت کے لئے رک جاتے۔ اگر کوئی لڑکی پانی کی گاگر لے آتی تو اس دن ٹھگوں کی عید ہوتی۔ ٹھگ چونکہ زیادہ تر

اپنے رومال سے کام لیا کرتے تھے، جب کوئی منگول اجنبی ٹھگ کسی دوسرے ٹھگ سے ملتا اور سلام کے ذریعہ معلوم کر لیتا کہ اجنبی بھی ٹھگ ہے تو ایک دوسرا اپنے اپنے رومال کا آپس میں تبادلہ دونوں ہاتھوں سے کرتا حتیٰ کہ دوسری یا چوتھی مرتبہ ایک دوسرے کا اس کا اپنا رومال اس کے پاس آجاتا۔

مندرجہ بالا طریقہ شگون اور آپس میں ملنے جلنے کے طور طریقے ٹھگوں کے اپنے طور پر مروجہ تھے۔ چنانچہ شگون نیک ہوتا تو سردار کے آگے سب "تبر" کو جو ان کا متبرک نشان سمجھا جاتا تھا جو سردار کے نائب کے ہاتھ میں ہوتا سب ...... گواہ کر کے مندرجہ ذیل امور کی پابندی کا عہد کرتے اور سفر پر کمربستہ ہوتے :-

الف۔ ہم امیروں کو ٹھگنے جا رہے ہیں ہم ان کی بھٹوتی (قتل) کرینگے اور مال غنیمت اور پارچہ سے غریبوں اپاہجوں اور اپنی عورتوں کی پرورش کرینگے اور ان کے جسم ڈھانکیں گے۔

ب۔ ہمارے لوٹے ہوئے مال میں ہماری عورتوں اور بچوں کا حصہ ہے۔

ج۔ عورت چاہے کتنی ہی حسین کیوں نہ ہو ہم اس کے ساتھ ہرگز زنا نہیں کرینگے اور نہ ہی کسی عورت کو کسی صورت اپنی جماعت میں شامل کرینگے اور نہ اسے کوئی عہدہ سونپیں گے۔

د۔ ہم کبھی بھی اپنے گھروں سے چھ ماہ سے زیادہ مدت تک باہر نہیں رہیں گے۔

ھ۔ مال غنیمت میں ہم تمام ٹھگوں کا برابر برابر حصہ رہیگا چاہے کوئی ٹھگ شہزور ہو کمزور ہو، گونگا بہرہ ہو یا فالتو ہو لیکن سردار آٹھواں حصہ لیگا۔

۹۔ ہم آپس میں ایک دوسرے کے رفیق جاں نثار اور وفادار رہیں گے اور کسی صورت میں مذہب کو بیچ میں نہیں لائیں گے اور نہ مذہب کی بنا پر ایک دوسرے سے لڑینگے۔ اور نہ کسی لنگڑے لولے۔ فقیر۔ سنار، چمار حجام یا دیگر نیچ پیشہ لوگوں کو ہلاک کرینگے۔

۱۰۔ ہم آپس میں ایک دوسرے کو دغا دینگے اور نہ جھوٹ بولیں گے چاہے سچ بولنے کی وجہ سے ہمارا کوئی ذاتی نقصان ہی کیوں نہ ہوتا ہو بھوانی ہماری مددگار رہے اور پالنے والا بڑا ہے۔

مندرجہ بالا شرائط سے ٹھگوں کی آپس میں رواداری کا پتہ چلتا ہے سفر کے موقع پر شگون صرف ایک بہانہ ہوتا تھا تاکہ جہلا کو یقین دلایا جائے کہ نیک ساعت میں مہم پر نکلنے سے فائدہ ہوگا اور بہت سارا مال غنیمت ہاتھ آئیگا۔

۳۔ دیوی بھوانی کی جے جے کار میں تمام ٹھگوں کا شامل ہونا بیان کیا گیا ہے تو ظاہر ہے ان میں ہندو مسلم دونوں ہی ہوا کرتے تھے۔ اور سب ملکر یہ نعرے بھی لگاتے تھے " دیوی بھوانی کی جے" اور "پالنے والا بہت بڑا ہے"۔ بھوانی طاقت کی دیوی مانی جاتی ہے جو بھینٹ طلب کرتی ہے کہ گنہ گار اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کرے اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ خون خرابے اور قتل و غارت گری اور لوٹ مار کی ترغیب دیتی یا انسان کے برے کاموں میں اس کی مدد کرتی ہے، ویسے بھی وہ کون دیوی دیوتا ہونگے جو ایسے کار بد کی انجام دہی میں کسی بدکار کی مدد کرتے ہونگے۔ یہ صرف ٹھگوں کے سرداروں کی اختراع تھی کہ گناہ کرو اور دیوی کو بھینٹ دیدو تو گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اس اختراع سے

بھولے بھالے۔ بیکار۔ ایدی الکسٹے جہلاد کو سردار اپنی جماعت میں شریک ہونیکا لالچ دیتے تھے اور قتل وغارت گری پر آمادہ کرتے تھے کہ گناہ کرو اور چھٹکارا پاؤ۔ گناہ بھی کیسا مال ودولت حاصل کرنیکا اور پھر اس کی برابر برابر تقسیم تو ایسی تنظیم میں آوارہ گرد اور بے روزگار جوق در جوق آتے اور شریک ہوجاتے تھے' ویسے بھی زر' زمین اور زور کے لئے انسان کیا کیا نہیں کرتا۔ یہاں تو دل کو خوش کرنے کے لئے گناہ کے ساتھ چھٹکارے کی صورت بھی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جب ہندو" دیوی بھوانی کی جئے" کہتے تو ان کے ساتھ مسلم ٹھگ بھی آواز لگاتے اور جب مسلم" پالنے والا بہت بڑا ہے" کا نعرہ لگاتے تو ہندو بھی ان کا ساتھ دیتے ان نعروں سے ان کے اپنے عقاید کچے تاگے سے بندھے نہیں تھے جو ٹوٹ جاتے۔ ویسے بھی مذہب عقائد سے بڑھ کر حقائق پر مبنی ہوتا ہے انہیں اس سے سروکار نہیں، سروکار صرف اس سے کہ جرم کا ارتکاب کیا جائے اور دولت حاصل کیجائے۔ مجرم چاہے کسی مذہب کا پیرو ہو' جب پکڑا جاتا ہے تو وہ جس قدر بڑے جرم کا مرتکب ہوتا ہے اسی قدر حواس کھو بیٹھتا ہے اور چارو ناچار مقدس آستانوں پر جبیں سائی کرنے لگتا ہے اور تیرتھ گاہوں پر بھی حاضری دیتا ہے کہ چھٹکارا پائے۔ یہاں تو ٹھگوں کو ہر وقت پکڑے جانیکا خدشہ لگا رہتا تھا' اس سے بچنے کے لئے انہیں یہ یقین دلادیا جاتا کہ دیوی بھوانی ان کی مدد کرتی ہے اس یقین سے وہ اس کی جئے جئے کار کرتے تھے۔ ٹھگ ہی تو تھے انہیں مذہب سے کیا سروکار تھا؟

ٹھگ دسہرہ کے تہوار کے دن ٹھگی کو نکلتے اور اپنی مہم یعنی خون خرابے اور غارت گری کے لئے اس دن کو سازگار تصور کرتے تھے تو ان کا یہ تصور واہمہ سہی لیکن انہوں نے اس تہوار کی تاریخ کو کچھ اور ہی رنگ دے کر اس دن کو "فتح مندی" کا دن قرار دے لیا تھا حالانکہ ... حق پر لڑنے والے پانڈوؤں نے اس دن اپنے ہتیار کی پوجا کی اور اپنا حق حاصل کرنے کے لئے کوروؤں سے جنگ کی اور فتح پائی تھی۔ یوں بھی ٹھگ دوسرے ایام میں بھی سفر کرتے تھے۔

۴۔ صرف مسلمانوں کی بہشت کی حوروں کا ذکر کیوں کیا مصنف کو انجیل کے اینجل اور ایسی ہی حوروں کا خیال نہیں رہا؟ بدری ناتھ اعلیٰ ذات کا برہمن تھا اسے معلوم تھا کہ اندر کے آکاش میں اپسرایں بھی ہوتی ہیں۔ لیکن اس کی زبان سے مسلمانوں کی بہشت کی حوروں کو کنچنیوں جیسی خوبصورت قرار دینا مصنف کی ذہنی اختراع ہے انہوں نے شیخ و برہمن دونوں کے مذاہب پر طنز کیا ہے۔ شیخ کی بہشت میں متعدد حوریں ہوتی ہیں کہ دنیا میں بھی اسے چار بیویوں سے عقد کرنے کی اجازت ہے۔ یہ چار عورتوں والی بات میں کیا راز پنہاں تھا اس سے تو خیر مصنف کے سر پر سے اڑنے والا بھی نہیں جانتا کہ ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کی تعداد کیا تھی اسے اس بات کا بھی پتہ نہیں کہ "رسم ازدواج" میں مرد سے پہلے عورت کی صحت گر جاتی ہے اور مرد گوناگوں گناہ کا مرتکب بھی ہو سکتا ہے، و نیز چار کی تعداد میں روٹی کی افراط کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا تھا لیکن آج نہ وہ معیشت رہی اور نہ وہ معاشرہ۔ اس لئے آج کل ہر طرف سے

"ایک یاد دو اور بس کرو" کا نعرہ گونج رہا ہے اور بجا بھی ــــــ لیکن اس کے برعکس ترقی یافتہ ممالک میں تعلیم یافتہ کنواریاں اپنے نتیجوں پر پردے ڈالنے پر مجبور ہیں، نہ جانے یہ نتیجے مخلوط تعلیم کا نتیجہ ہیں یا "اختلاط غاصبہ" کے ثمنے ــــــ جن کی تیز روشنی نے ارباب حل و عقد کی آنکھیں چندھیا دی ہیں، ولایتی کمان سے تیر نکل چکا ہے اب انہیں درندہ ذہنوں کی تر نطفیہ میں کھلے پنڈوں چھوڑ دینے کے سوا کوئی چارہ باقی نہیں رہا جس کا رونا وہ رو رہے ہیں اور بہ بانگ دہل کہہ رہے ہیں کہ ہم آج کی نسل پر قابو پانے سے قاصر ہیں کہ یہ دنیا کو حمام بنا دینا چاہتی ہے۔ ظاہر ہے ــــــ عمارت کی بنیاد ہی غلط ہو تو اس کا انہدام بھی ضروری ہے ....

۵۔ یہ چار مینار کے قریب سوکھے حوض کی زہرہ (رقاصہ۔ کنچنی) کے کوٹھے کی رنگ رلیوں کی بات ہے، ان دنوں کنچنیاں یہیں رہا کرتی تھیں ــــــ محرم کی نویں تاریخ دسویں کی شب امیر علی ٹھگ زہرہ کے کوٹھے گیا تھا۔ مصنف کا بیان ہے کہ اس وقت جب وہ کوٹھے (اوپر کی منزل) پہ پہنچا تو زینت (یہ لڑکی سارنگی بجانے کے فن سے واقف تھی) اور زہرہ کی آواز میں آواز ملا کر گا رہی تھی ساز اور آواز کا یہ عالم تھا کہ اگر آسمان کا فرشتہ اس مسحور کن آواز کو سن پاتا تو زمین پر اتر آتا ــــــ جب وہ گا رہی تھیں تو نعل صاحب کی سواری چار مینار (چار کمان) آئی ساتھ ہی تاشہ مرفہ اور ڈھول کی آواز کے ساتھ دولہا، دولہا، حسین حسین کی آوازیں فضا میں گونجنے لگیں۔ زہرہ نے کہا۔ "خدا کی مار ان بے ہنگم آوازوں پر" ......

حیدرآباد کا محرم مشہور، مقامی لوگوں کے علاوہ دور دراز مقامات سے بھی لوگ آتے اور محرم کا تماشہ دیکھا کرتے تھے۔ پہلی محرم ہی حکم ملتے اور احترام شروع ہوجاتا تھا اور گانے بجانے کی ممانعت کی جاتی تھی چنانچہ سوکھے حوض اور گول بنگلے والیاں بھی احترام گانے بجانے سے پرہیز کرتی تھیں ایسے میں زہرہ اور زینت کا گانا بجانا اور وہ بھی دسویں کی شب اور زہرہ کی ان آوازوں پر جھنجلانا ناقابل یقین ہے۔ اس بیان سے بھی مصنف کی رنگ آمیزی جھلکتی ہے

۴۔ آج سے کوئی تیس برس پہلے کی بات ہے میرے ایک دوست "ہم محلہ" بیگم بازار کے رہنے والے بڑے زندہ دل تھے اور داستان گو بھی، باتوں باتوں میں جب امیر علی ٹھگ کی بات چھڑی تو انہوں نے کہا "سنا ہے امیر علی ٹھگ بندیل کھنڈ کا تاجر بنکر بلارم۔ الوال سکندرآباد حسین ساگر سے ہوتا ہوا نوبت پہاڑ پہنچا۔ پھر بیگم بازار سے کاروان پہنچا۔ اصطبل کے قریب ایک مکان کرایہ پر لیکر اس میں ٹھیرا تھا جب سکندر جاہ سریر آرائے سلطنت تھے۔ ان دنوں کاروان عربی اور دیگر گھوڑوں، ٹٹو، یابو کا تجارتی مقام تھا۔ امیر علی ٹھگ قیمتی پارچہ زر جواہر اور عمدہ عمدہ گھوڑے ساتھ لایا تھا اور تمام سامان چار مینار کے چودہ پڑی والے دلاّل کے ذریعہ فروخت کروایا اور بہت سا پیسہ لیکر بندیل کھنڈ گیا۔ اس کے حیدرآباد سے جانے کے بہت دن بعد پتہ چلا تھا کہ وہ ٹھگ تھا نہ کہ سوداگر، کہتے ہیں امیر علی نہایت خوبرو جوان تھا جس پر سوکھے حوض کی رنڈی فریفتہ تھی۔ جس کے ساتھ امیر علی ٹھگ نے حسین شاہ ولی کی درگاہ میں عقد کیا،

امیر علی ٹھگ کے جانے کے بعد جب پتہ چلا کہ وہ ٹھگ تھا تو
کوتوالی کا عملہ حرکت میں آیا بہت سے ٹھگ گرفتار کیئے گئے۔ چند راجے
جو ان ٹھگوں کے ساتھ ساز باز رکھتے تھے مارے غیرت کے خودکشی کر گئے
بہت سے ٹھگ مارے گئے جو بچ رہے ان کو سزا سنائی گئی اور عام
جیل سے ہٹ کر ان ٹھگوں کے لیئے خاص "ٹھگی جیل" چادر گھاٹ
کے قرب وجوار میں قائم کیا گیا۔ ان ٹھگوں کو ٹھگی جیل میں دیگر قیدیوں
سے الگ اس لیئے قید کیا گیا کہ عام جرائم پیشہ ان ٹھگوں کے طور طریقوں
اور پھندا مارنے کے خوفناک فن سے واقف نہ ہوں۔ سنا ہے یہ رومال
سے پھندا مارنے میں کمال رکھتے تھے۔ پہلے ہی وار میں انسان کی آنکھیں
نکل آتیں وہ انسان کو اوندھا گرا کر پیٹھ پر سوار ہو جاتے اور شکار کی
گردن میں رومال بھینچ کر آناً فاناً دم نکال دیتے تھے۔ ٹھگ جو نابود ہوئے
تو پھندا مارنے کا فن بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے معدوم ہو گیا۔ آج اس
فن کا کوئی ماہر نہیں ہے"

مندرجہ بالا روایت کی مصنف کی تصنیف سے بھی تصدیق
ہوتی ہے کہ امیر علی پہلے عمر کھیڑ آیا' حسین یار جنگ صوبہ دار (یہ سیول
صوبہ دار نہیں بلکہ فوجی صوبہ دار تھے) کی داشتہ زہرہ نامی کنچنی کو
جو چار مینار (سوکھا حوض) کی رہنے والی تھی' اڑا کر حیدر آباد لے آیا
اور اس کے ساتھ عقد کرنا چاہا (زہرہ نے امیر علی کو لالچ دیا تھا کہ اگر
اسے حسین یار جنگ کی قید سے نجات دلادے تو وہ قیمتی زیور اور جواہر
اس کی نذر کر دیگی۔ زہرہ کو حسین یار جنگ نے کسی تقریب کے سلسلہ میں
عمر کھیڑ بلوایا جب وہ مجرا ادا کر چکی تو اس کی ماں کے ساتھ اپنے گھر میں

قید کرلیا ـــــ حسین یار جنگ عمر رسیدہ آدمی تھا اور نہایت سخت طبیعت؛ اس کی قید سے رہا ہونا زہرہ کے لئے ناممکن تھا۔ جب حسین یار جنگ سے ملنے کے لئے امیر علی اس کے گھر آیا تو کسی نہ کسی طرح زہرہ نے اس کے ساتھ ربط پیدا کیا۔ چنانچہ ایک رات امیر علی نے زہرہ کو حسین یار جنگ کے چنگل سے نکال کر نرمل پہنچا دیا اور وہاں سے حیدر آباد لے آیا۔ زہرہ نے امیر علی کو یہ جان کر کہ وہ ایک شریف انسان اور تاجر ہے اس کے ارادے سے باز رکھا کہ وہ اس کے قابل نہیں تھی' انہی دنوں ایک حسین لڑکی جو کسی غریب خاندان کی تھی ایک بوڑھے نواب سے بیاہی گئی تھی' چونکہ وداعی نہیں ہوئی تھی تو وہ لڑکی جس کا نام عظیمہ بی تھا' زہرہ کی پناہ میں آگئی اس نے عظیمہ کو امیر علی کے لئے موزوں قرار دیا امیر علی بھی عظیمہ کو دیکھ کر مبہوت ہو گیا اور اس نے اسے بیدر لیجا کر وہاں شادی کرلی۔ عظیمن نے پھر حیدر آباد کی صورت نہیں دیکھی۔ تمام عمر عظیمہ کو پتہ نہ چلا کہ اس کا شوہر ٹھگ ہے۔ حالانکہ وہ دو بچوں کی ماں بن گئی تھی' جب امیر علی جھالون کے راجہ کے حکم سے قید کر لیا گیا تو عظیمن کو معلوم ہوا کہ اس کا شوہر ٹھگ ہے تو اس پر ایسا سکتہ طاری ہوا کہ اسی عالم میں اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔
مصنف نے جس زہرہ کے کوٹھے پر آرام کرنے کی بات لکھی ہے وہ یہی زہرہ ہے جس کا قصہ اوپر درج کیا گیا ہے۔ مصنف صاحب فرماتے ہیں امیر علی نے اپنے باپ اسماعیل سے یہ کہکر زہرہ کے پاس جانے کی اجازت چاہی :-

" نماز سے فراغت پائی تو میں نے اپنے باپ سے کہا کہ ....

"زہرہ کے مکان کو جاتا ہوں رات کو وہیں آرام کروں گا
تو اس نے مجھکو علی الصبح واپس آنے کیلئے کہا۔"
یہ طرز گفتگو باپ بیٹے کے درمیان اس دور کی ہے جب ہندوستان بھر میں روحانیت کے علاوہ "تصوف" کا بھی چرچا ہوا کرتا تھا۔ مصنف نے یہاں بھی امیر علی کی نماز کو بیچ میں گھسیٹا ہے تاکہ ثابت کیا جائے کہ اس نمازی کی نیت کیا تھی حالانکہ یہ بات ٹھگوں کے اصولوں کے بالکل منافی تھی اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ امیر علی کی نیت کیا تھی اور باپ نے ایسی اجازت کیوں دی تو یہ غیر معمولی بات نہیں کیونکہ زہرہ تو پیشہ ور تھی ہی اسمٰعیل امیر علی کا سگا باپ نہیں تھا اس کی بلا سے منہ بولا بیٹا جہنم میں جائے اس کو تو قتل و خون لوٹ مار اور اس کی بے جگری سے فائدہ اٹھانا تھا جس کی ٹھگی کی ٹھگوں میں بھی دہائی تھی۔

۷۔ امیر علی ٹھگ کا نام امیر علی خاں بن یوسف خاں تھا، لیکن مصنف نے "امیر" کے لفظ سے الف اڑا کر "میر" یعنی سید قرار دے لیا اور امیر علی کو "سید" بنا دیا اور اس کے سید ہونے کی تصدیق کے لئے داستان کے دیگر کرداروں کی زبانی بھی "میر صاحب" سے خطاب کروایا ہے اور سارے کردار امیر کا احترام بھی ۔۔۔۔ کرتے نظر آتے ہیں چنانچہ ایک مقام پر ایک ساہوکار امیر علی سے دریافت کرتا ہے :۔

"آپ کا نام کیا ہے؟ تو امیر علی ٹھگ جواب دیتا ہے :۔
"امیر علی ایک نالائق سید" ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مصنف نے خود اعتراف کیا ہے کہ بیس سال کا جوان ہونے کے باوجود

امیر علی کو علم نہیں تھا کہ اس کا باپ اسماعیل خاں ٹھگ ہے۔ یہ راز بھی جذبات کی رو میں بہہ کر اسماعیل خاں ٹھگ نے فاش کیا اور بیان کیا تھا کہ اس کے اصلی باپ کا نام یوسف خاں تھا اس سے آگے اسے پتہ نہیں تھا کہ یوسف خاں کا حسب و نسب کیا تھا خدا جانے مصنف نے کس بنا پر معلوم کیا کہ امیر علی "سید" تھا، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا خود مصنف نے ہی اسے میر سے سید بنا دیا۔

اسی طرح مصنف نے بلدی ناتھ ٹھگ (سوڈھی) کو بھی اعلیٰ ذات کا برہمن بتایا ہے اور مسلم اور ہندوں کے ان دو اعلیٰ ذات والوں کی نسبت لکھا ہے کہ ایک شراب پیتا تھا اور دوسرا کباب نہیں کھاتا لیکن تھے تو دونوں درندہ صفت ٹھگ، منشا یہ کہ ان دونوں اعلیٰ ذات والوں کی یہ صفات تھیں تو پھر دوسروں کے کیا کہنے۔ انسان کی اپنی اپنی فطرت ہے برہمن بھی بد ہو سکتا ہے۔ اس کی بدکاری کا اس کی اعلیٰ یا ادنیٰ ذات سے کیا تعلق۔ "خونی میری" ہو کہ "ہنری ہشتم" اپنی فطرت سے باز نہیں آئے۔

اس بات کا ڈھنڈورا پیٹنا کہ شیخ و برہمن ٹھگ دونوں کے باہم رفیق ایک دوسرے کے وفادار تھے مضحکہ خیز بھی ہے فتنہ انگیز بھی کہ ان دنوں ہندو مسلم دونوں اس طرح گھل مل کر رہتے تھے کہ ان میں ہندو مسلم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا اورنگ زیب کا سپہ سالار جسونت سنگھ راٹھور تھا تو محمود کی فوج کی کمان تلک رام کے ہاتھ میں تھی دونوں سپہ سالاروں نے اپنے اپنے آقاؤں کے دشمن ہندو مسلم دونوں کو اپنا دشمن جانا کہ وہ ان کے جان کے دشمن تھے اور ان کے مقابل نبرد آزما ہوئے ہیں۔ اس دوئی کا آغاز تو مصنف کی کتاب سے ہی ہوا، جس کے بلئے وہ اس قدر کاوش

کے ساتھ لکھی اور پھیلائی گئی ـــــــ مانا کہ یہ دوئی کا بیج ٹیپو سلطان
کے دور میں بھی بویا جارہا تھا، لیکن جب بنگلہ کا گورنر پورے ہندوستان
کا گورنر کہلایا تو دوئی کی کونپل کے برگ و بار آئے جڑ مضبوط ہوئی۔
آخر کار چھاپے خانے میں اس کا ثمر اسی کتاب کی صورت میں ٹپکا ـــــــ
ورنہ مسلمان ہوں کہ ہندو انہوں نے اس دوئی کا خواب تک نہیں دیکھا
تھا، مسلمانوں کے ہندوؤں کے ساتھ مضبوط اختلاط نے ہند کی مٹی کو
اپنا لیا اسی کے ہو رہے یعنی جس کھیت کی روٹی کھائی اسی کھیت کی
کھاد بن گئے وہ فرنگی تھوڑے ہی تھے جو دھوپ بدلتے رنگ کی طرح
اڑ جاتے اور اڑنا بھی کیسا، اس تعجیل کے ساتھ کہ اللہ اللہ، ارشاد ہوا
" دیکھو اگست ۱۹۴۷ء کی چودھویں اور پندرھویں تاریخیں نہیں ٹلینگی
چاہے تم خون کی ہولی کھیل جاؤ۔ یہ ایک قدامت پسند کی جھنجلاہٹ تھی
جسے مزدور جماعت نے حکم بنایا تھا، جب " اتفاق " کے ٹکڑے اڑ گئے
تو شاید یار وفادار کی یاد آئی جس کے دم خم سے حکومت کا قیام عمل میں
آیا تھا تو جاتے جاتے آواز دی " میں جا رہا ہوں حضور " یہ وداعی رومال
ہلانے کا تماشہ تھا۔ یہی اس کی آخری آواز ـــــــ ....

مال غنیمت میں سب ٹھگوں کا یکساں حصہ تھا اور سب برابر برابر
تقسیم کر لیتے تھے تو ان کے اتفاق میں رخنہ کہاں پیدا ہوتا۔ البتہ نفاق
اس صورت میں پیدا ہوتا جب کوئی خوبصورت آنکھ و شنہ دینے کو دیدہ
مشتاق، یہاں تو عورت کو پھٹکنے بھی نہیں دیا جاتا تھا کہ کہیں تنظیم ہی تلپٹ
نہ ہو جائے۔ چنانچہ امیر علی کو اسماعیل کہتا ہے " بیٹا ہمارے قبضے ہماری
جماعت کے سوا ہندوستان میں کوئی اور فرقہ یا جماعت ایسی نہیں جس کے

ارکان ہندو ہوں کہ مسلم چاہے کسی اور مذہب سے متعلق ہوں ان میں ہماری سی بھائی چارگی یگانگت ایک دوسرے رکن کے ساتھ رفاقت اور وفاداری پائی جاتی ہو ہم نہ صرف اپنے ہموطن بلکہ اقطاع ہند کے دیگر ٹھگوں کے ساتھ بھی اسی جذبے کے ساتھ پیش آتے ہیں اور آڑے وقت میں ایک دوسرے کی آن کے لئے اپنی جان تک قربان کر دیتے ہیں اور کبھی اپنا راز دوسرے غیر پر فاش نہیں کرتے ہمیں فخر ہے کہ ہماری تنظیم کی جیسی کوئی تنظیم نہیں''

اسماعیل ٹھگ کے اس نظریہ کی اس امر سے بھی تائید ہوتی ہے کہ کسی ایسی جماعت کے مقابلہ میں جو تعمیری کام سرانجام دینے کے لئے قائم ہوئی ہو، تخریبی کام کے سرانجام دینے والی تنظیم مدتوں قائم رہتی ہے اور جب ختم ہو جاتی ہے تو پتہ بھی نہیں چلتا کہ ختم ہو گئی اس کے برعکس تعمیری کام انجام دینے والی انجمن کی ایک ایک کارکردگی طشت از بام ہو جاتی ہے کہ اس کی اغراض ہی بہبودی انسان دوستی اور انسانیت کی بقا کے لئے انسان کی خدمت گذاری ہوتی ہیں اور قابل تشہیر بھی لیکن فطرت سے مجبور ہو کر کوئی روگردانی کر جاتا ہے تو اس کی مخالفت ضدی بنا دیتی ہے اور انجمن اس کی ضد کا شکار ہو جاتی ہے۔ لیکن تخریب کار افلاس کا مارا دنیا والوں سے انتقام لینے کے جذبہ کے تحت اس لگن کے ساتھ کام کرتا ہے کہ جس کی نظیر نہیں ملتی چاہے وہ لندن کا لٹیرا ہو، کہ پیرس کا ٹھگ' ہندوستان کا پاکٹ مار ہو کہ امریکہ کا ڈاکو۔ قتل وخون' لوٹ مار' چوری کے دھندے میں ایک دوسرے ہم صنعت کے ساتھ لوٹ مار چوری میں آخری دم تک ان کا ساتھ دیتے ہیں

اور ایک دوسرے کے راز کو فاش ہونے نہیں دیتا اور نہ تنظیم کا راز کسی پر فاش کرتا ہے۔ الا اس کے کہ ایسے تخریب کار کی پریشان آنکھیں اس کے ڈرتے ہوئے پنجے یا اس کا دھڑکتا ہوا دل جن پر اس کا قابو نہیں ہوتا اس زبان میں بولنے لگتے ہیں جس کو عصری سائنس کی زبان کہتے ہیں ایسا سخت گیر مجرم انسان کے آگے نہیں جھکتا ' ایک سدائے ہوئے بے زبان جانور کے آگے گھٹنے ٹیک دیتا ہے۔ جس کے کرتوت کی وہ بے زبان حیوان نشان دہی کرتا ہے۔ ورنہ تخریب کار کا راز راز ہی رہتا ہے البتہ یہ ایک ذہن کیفر کردار کو ضرور پہنچ کر رہتا ہے۔

۸۔ تعجب ہے کہ امیر علی جیسا سنگدل ٹھگ ایک ایسے عہدہ دار کے آگے جسے پورا پورا اختیار تھا کہ وہ امیر علی کو پھانسی کے تختے پر لٹکانے اپنے ہاتھوں سے ۷۱۹ افراد کو ہلاک کرنیکا اقبال کیسے کیا! ممکن ہے گواہ سلطانی تھا مسٹر ٹیلر کے آگے ناکردہ گناہ کا بھی اعتراف کیا ہو اور مصنف نے کتاب ایک نقطۂ نظر سے بعض قلمبند کر لیا ہو۔

میں نے " ناکردہ گناہ " کے الفاظ اس لئے لکھے ہیں کہ مسٹر ٹیلر کہتے ہیں امیر علی ٹھگ نے اعتراف کیا کہ اگر وہ بارہ سال تک لکھنؤ کے قید خانے میں بند نہ رہتا تو پورے ایک ہزار افراد کا قتل کر چکا ہوتا یعنی باقی (۲۸۱) افراد کو ہلاک کر دیتا یہ بات قابل یقین نہیں معلوم ہوتی اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف کو صرف اپنی حکومت کی کارکردگی اور عہدہ داروں کی سرگرمی اور کارگذاری کی تعریف کرنی تھی (اس تعریف کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلیمن آگے چل کر لکھنؤ کا رزیڈنٹ بن گیا) چنانچہ وہ سب کچھ لکھ دیا جس کو وہ مناسب سمجھتا تھا۔ اس ضمن میں مصنف نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں وہ ملاحظہ ہوں :-

He once said to me "Ah!! Sir, If I had not been in prison twelve years, the number would have been a thousand."

آہ سر ڈیم کرا میر کا کہنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا دل کی آرزو دل میں رہ گئی ورنہ ایک ہزار کا آنکڑہ چھو جاتا — ۔۔۔۔ میں نے حسب موقعہ ۔۔ ایک بات کو جس کو عرض کر چکا ہوں سرسری مطالعہ کرنے والوں سے معذرت کے ساتھ دوبارہ اس لئے دہرایا ہے کہ رنگ آمیزی کی حقیقت سامنے آجائے جس کو ارباب نظر نے نظرانداز کر دیا اور جب یہی سوال ابھرتا ہے تو ضمیر پکار اٹھتا ہے کہ بھائی حکومت جس کی تھی قلم بھی اسی کا تھا!! !!

ہندوستان میں ٹھگی کی ابتداء خانہ بدوش اقوام سے ہوئی جو مغلوں اور تاتاریوں کے حملوں کے بعد ہندوستان آئے۔ اس سے پہلے اہل ہند اس خونخوار پیشے سے واقف نہیں تھے۔ خانہ بدوش اقوام نے ہی اس کی تنظیم کی اور یہ تنظیم اس قدر منظم صورت اختیار کر گئی کہ باضابطہ طور پر اس میں کئی شعبے روبہ عمل لائے گئے جن میں مندرجہ ذیل شعبوں کو اہمیت حاصل تھی :-

۱۔ بھٹوٹ — پھندا مارنے والوں کا عملہ،
۲۔ لوگھی — لاشوں کو دفنانے کی ٹولی،
۳۔ سوڈھی — سراغرسانی اور جاسوسی کرنے والوں کی جماعت،

بھٹوٹ نہایت جیوٹ ہوتے پھندا مارنے کے ماہر ہونے کے علاوہ بنوٹ باز تیر انداز پھکیت اور ہر فن مولا ہوتے۔ اسی طرح لوگ بھی انتہائی سنگدل لاشوں کے پیٹ چیر کر ان میں کھونٹیاں ٹھونک کر دفنانے والے، اور سوڑھی چابک دست گھڑ سوار، اڑتی چڑیا کے پر گننے والے انتہائی مکار ہوتے بھولے بھالے سوداگروں کو فریب دیکر لاتے اور ان کی نشاندہی کرتے۔ بسا اوقات ان تینوں شعبوں کے ماہر اپنی اپنی خدمت انجام دینے میں جان کی بازی لگا دیتے تھے یعنی پیرول (سردار کی آنکھ یا ہاتھ کا اشارہ ......) پاتے تو بلا جھجک دور دراز کی خطرناک سے خطرناک مہم کو سر کرنے پر کمر بستہ ہو جاتے۔

ان ٹھگوں کے علاوہ ان کی مدد کو فالتو الکٹے وزن ڈھونے قناتیں شامیانے اور خیمہ تاننے اور نصب کرنیوالے بھشتی، باورچی اور دیگر خدمت گذار ہوتے ان میں ٹھگ زیادہ تر گونگوں اور بہروں کو ترجیح دیا کرتے۔ موسیقار۔ دھوبی۔ حجام۔ چمار ایسے ہی دیگر پیشہ اور لوگ بھی ٹھگی میں بھی ٹھگوں کی مدد کرتے تھے، لوٹ کے مال میں سب برابر کے حصہ دار ہوتے صرف سردار قافلہ آٹھواں حصہ لیتا ہندوستان میں ٹھگوں کی تنظیم اس قدر ترقی کر گئی کہ شمال میں میرٹھ سے لیکر جنوب میں پٹن چیرو تک چار ہزار ٹھگ پھیلے ہوئے تھے۔ آپس میں ٹھگ اپنے سردار کو "جمعدار" کے نام سے خطاب کرتے تھے۔

امیر علی ٹھگ ریاست ہولکر کے ایک موضع کے تاجر کا لڑکا تھا۔

جس کا نام یوسف خاں تھا جو تجارت کی غرض سے اپنا چھوٹا سا قافلہ لیکر اندور جا رہا تھا (اس کے ساتھ ایک پالکی میں اس کی بیوی زینب اور اس کا لڑکا امیر علی بیٹھے تھے) کہ مرنی سندوسی کا مشہور ٹھگ اسماعیل خاں یوسف خاں کا دوست بن گیا اور سر راہ یوسف خاں کے قافلے کو گھیرے میں لے لیا اور یوسف خاں کو قتل کر دیا اسی وقت زینب نے پریشان ہو کر پالکی سے سر نکالکر جھانکا تو گنیشا نے اسے اپنے خنجر کا نشانہ بنا کر ہلاک کر دیا۔ امیر علی اپنی یادداشت کی بنا پر کہتا ہے کہ "جب میرا باپ اندور کے سفر پر نکلا تو اس وقت میری عمر صرف آٹھ سال کی تھی۔ میری ایک بہن بھی تھی جسے میری ماں نے میرے ماموں کے گھر چھوڑ دیا اور مجھے پالکی میں لے کر اپنے شوہر یعنی میرے باپ کے ساتھ ہمسفر ہوئی تو راہ میں ایک ندی کے کنارے اسمٰعیل ٹھگ نے میرے باپ کو قتل کر دیا اور گنیشا نامی ٹھگ (یہ ٹھگوں کا وہ سردار ہے جسے بنگالہ میں انگریزوں نے ۱۸۲۲ء میں پھانسی دی اس کے ساتھ ہی ہندوستان میں ٹھگوں کا صفایا کر دیا گیا) نے میری ماں کو خنجر مار کر ہلاک کر دیا۔ اس وقت میں کچھ بھی سمجھ نہ پایا تھا، میری ماں کو قتل کرنے کے بعد گنیشا نے پھندا مار کر مجھے بھی ہلاک کرنا چاہا۔ لیکن اسماعیل نے اس کا رومال چھین کر مجھے اپنی گود میں اٹھا لیا اور گھر کی طرف روانہ ہوا راستے میں مجھے روتا ہوا دیکھ کر بہت سی جلیبیاں دلائیں۔ اس کی بیوی مریم نے جو لاولد تھی میری پرورش کی، ایک سال بعد اس کا انتقال ہو گیا

اسماعیل ٹھگ نے مجھے اپنے بیٹے کی طرح پالا، میری تعلیم و تربیت
کے لئے اساتذہ کا تقرر کیا، جن میں ملا عزیز اللہ۔ بینی سنگھ، حسین خاں
اور ایک گرو بھی تھے جنہوں نے مجھے عربی فارسی کی تعلیم دی، بھالا مارنا
تلوار اور خنجر چلانا، برچھا مارنا، پنجہ کشی، نیزہ بازی اور کشتی کی
تربیت دی ان جمیع فنون کا ماہر بنا دیا۔ جنکو وہ فنون سپاہگری
سمجھتے تھے تاکہ میں سندیہ کی فوج میں شریک ہو کر ان فنون سپہ گری
میں نام پیدا کر دوں — مجھے ایک زمانہ دراز یعنی اسماعیل کے
گھر میں بارہ سال تک یہ نہ معلوم ہو سکا کہ اسماعیل میرا منہ بولا
باپ ہے — نہ مجھے اس کا پتہ تھا کہ میرے باپ کا پیشہ کیا ہے
جو امیرانہ زندگی بسر کرتا ہے، البتہ اس کی ایک پارچہ فروشی کی
دوکان تھی جس پر کبھی پیر خاں کبھی حسین خاں بیٹھا کرتے تھے
جب میں سن بلوغ کو پہنچا تو ہر وقت متشوش رہا ۔۔۔۔ کہ گھر میں
اس قدر دولت مال زر و جواہر کہاں سے آتے ہیں اور میرا باپ
تین تین چار چار مہینے گھر سے باہر کیوں رہتا ہے، کہاں جاتا ہے
میری تشویش کی بنا پر اچانک ایک دن میرے باپ نے مجھے بتا دیا
کہ وہ ٹھگ ہے، نیز یہ کہ وہ میرا حقیقی باپ نہیں بلکہ میرا منہ بولا
باپ ہے۔ مجھے یہ باتیں معلوم کر کے اچنبا سا لگا لیکن میں اسماعیل
ٹھگ کا احسان مند تھا کہ اس نے میری پرورش کی تھی، جب
اس نے ٹھگوں کی جماعت کی تعریف کی اور مجھے ٹھگ بنانے کی
دیرینہ تمنا کا اظہار کیا تو میں بھونچکاں رہ گیا، اس کے حکم کی
عدول حکمی بھی نہیں کر سکتا تھا، علاوہ ازیں جب اس نے یہ

بتایا کہ اس نے مجھے گینشا کے پھندے سے نجات دلائی تھی جس نے میری ماں کو خنجر مار کر ہلاک کر دیا تھا تو تب کہیں مجھے موہوم سا خیال آیا کہ میں نے اپنے باپ اور اپنی ماں کو قتل ہوتے دیکھا تھا تو میرے دل میں انتقام کا جذبہ پیدا ہو گیا اور میرا منہ بولا باپ چاہتا تھا کہ مجھے ٹھگوں کا افسر دیکھے اور عمر کے باقی دن گوشہ نشینی میں کاٹے تو۔ میں نے اس کے احسانات کے نظر کرتے ٹھگ بننے پر اپنی آمادگی ظاہر کی تو وہ خوش ہوا اور میرے ٹھگوں میں شامل ہونے کی رسم ادا کی اس طرح میں بھی ٹھگ بن گیا ـــــ میں نے پھندا مار کر آدمیوں کو ہلاک کرنے میں وہ مہارت حاصل کی کہ میرے اس طریقہ عمل سے خود ٹھگ پناہ مانگنے لگے میری اس مہارت سے خوش ہو کر میرے منہ بولے باپ نے میرے ریشمی رومال کے جھور میں چھوٹے چھوٹے پتھروں کی بجائے چاندی کے ٹکڑے باندھ دئے تھے۔

امیر علی ٹھگ کا مندرجہ بالا بیان صداقت پر مبنی ہے کیونکہ جب وہ اپنی کمر میں باندھے ہوئے رومال پر صرف ہاتھ رکھتا تو مقابل ٹھگ اس کے پاؤں پر گر جاتا۔ ہندوستان کے ٹھگوں میں اس کے پھندا مارنے کی شہرت تھی، خود امیر علی ٹھگ کے اساتذہ بھی اس کے نام کے ساتھ اپنے کان پکڑ لیتے تھے۔ اس کے ہلاکت خیز ہتھیار رومال سے پھندا مارنے کا کمال یہ تھا کہ جونہی وہ پھندا مارتا شکار کی آنکھوں کے ڈھیلے باہر نکل پڑتے اور شکار کو اوندھا گرا کر پیٹھ پر بیٹھ کر جونہی رومال سے شکار کی گردن بھینچ دیتا تو آناً فاناً شکار دم توڑ دیتا تھا اس قدر خطرناک طور پر پھندا مارنے والا کوئی اور ٹھگ پیدا نہیں ہوا ـــــ

امیر علی نہایت خوبصورت اور حسین جوان تھا امیر زادہ یا جوہری کا بھیس بدلتا تو خود ٹھگ شبہ میں پڑ جاتے اور خود بخود مجرا بجا لاتے، ہر لباس میں اس کی کمر میں کمر پٹہ کی طرح اس کا رومال بندھا رہتا۔ اس قدر جیوٹ ... کڑیل جوان تھا کہ اپنے سے دوہرے طاقتور کو چشم زدن میں زیر کر لیتا تھا۔ امیر علی نے سبزی خاں جیسے بہادر کو جس کے نام سے پنڈارے لرز جاتے تھے جس کی ایلچپور اور ناگپور میں دھاک بیٹھی تھی، پہلے ہی پھندے میں بے دم کر دیا۔ ٹھگی اختیار کرنے سے پہلے وہ نہایت متقی اور نمازی نوجوان تھا جس کی ملا عزیز اللہ نے تربیت کی تھی۔ ٹھگی اختیار کر لینے کے بعد وہ اسی قدر سنگدل اور خطرناک انسان بن گیا۔ ٹھگی کے جملہ فنون میں اس قدر طاق نکلا اور وہ کمال حاصل کیا کہ شکار اور دیگر افراد کا ذکر ہی کیا خود ٹھگوں کے سردار امیر علی کا نام سنتے ہی کانپ جاتے تھے۔

اسماعیل ٹھگ نے امیر علی کو ۱۷۸۹ء میں ٹھگوں میں شامل کیا تھا جبکہ ہندوستان میں افراتفری اور بدامنی کا دور دورا تھا۔ دلّی میں عبدالقادر روحیلہ نے ادھم مچا رکھی تھی اور بادشاہ عالم کی آنکھیں نکال کر اسے اندھا بنا دیا تھا۔ ادھر یورپ ایک کرب کے دور سے گذر رہا تھا۔ فرانس میں انقلاب برپا تھا وہاں کے بادشاہ کو قتل کر دیا گیا تھا اور رعایا نے رانی کو قید کر رکھا تھا جس کا رانی کے دل پر وہ اثر ہوا کہ دو ہی راتوں میں اس کے سر کے بال سفید ہو چکے تھے تیسرے دن رانی کو بھی قتل کر کے اس کی لاش گھڑ پر پھینک دی گئی تھی جس پر عوام کوڑا کرکٹ ڈالتے تھے اس ہیبتناک انقلاب کی خبروں سے نہ صرف انگلستان

بلکہ ہندوستان میں بھی انگریزوں کے دل دہل گئے تھے۔ ان کی اس ہیبت زدگی سے صرف ٹھگوں نے خوب فائدہ اٹھایا اور بہت سے کمبوز یر زمین کر دئے۔ ان دنوں مرنی، پرگنہ، سندوسی، شیوپور، بنارس شکار پور، باندہ، نرمل اور پٹن چیرو ٹھگوں کے گڑھ تھے۔ امیر علی ٹھگ ۱۸۰۵ء میں ہر طرف لوٹ مار کرتا، متعدد تاجروں کو موت کے گھاٹ اتارتا ہوا ایکلور (شیوپور) علاقہ مالوہ سے دکن کا رخ کیا اور عمر کھیڑ پہنچا یہاں اس نے راجستھان کے ایک بڑے سیٹھ کا شکار کیا۔ پھر حیدرآباد آیا اس دوران میں اس نے مزید خون کئے اور بیدر کی راہ لی۔

دس سال بعد یعنی ۱۸۱۵ء میں جب وہ اپنی خطرناک مہم سے جھالون پہنچا تو ایک دن وہاں کے راجہ نے اسماعیل اور امیر علی ٹھگ دونوں کو اپنے دربار میں طلب کیا کیونکہ درباریوں نے اسماعیل ٹھگ کے خلاف کافی ثبوت کے ساتھ یہ شکایت پیش کی تھی کہ وہاں کے ایک امیر کبیر جسونت مل متصدی کا اسماعیل نے قتل کیا تھا، جب جرم ثابت ہوا تو راجہ نے اسماعیل کو اس کی مشکیں باندھ کر ہاتھی کے پاؤں تلے روند دینے کی سزا تجویز کی اور امیر علی کو ٹھگی کے شبہ میں تین ماہ کی قید کی سزا سنائی۔ آخر کار ایک ایسا دور بھی آیا کہ امیر علی نے اپنے منہ بولے باپ کی بے گور و کفن لاش کے ٹکڑے اڑتے ہوئے دیکھے ہڈیاں ٹوٹتی ہوئی دیکھیں، ایک اکلوتا لڑکا تو انتقال کر گیا تھا بیوی بھی ہمیشہ کے لئے زیر زمین ہو گئی، جھالون میں اپنے ہی گھر کو جلا ہوا کھنڈر پایا جو راجہ جھالون کے حکم سے جلا دیا گیا تھا اس پہ غضب یہ ہوا کہ اس کی اکلوتی لڑکی امیرن عمر بھر کے لئے باپ سے

ایسے جدا ہوئی کہ عمر بھر امیر علی نے اس کی صورت نہیں دیکھی جس کو وہ ملا ولی محمد کے گھر میں لگے چھتیس میں دیکھا تھا جس کو پھر دیکھنے کی تمنا میں ادھ موا ہوگیا ۱۸۱۱ء ہی میں اس جذبۂ انتقام کے تحت کہ وہ اپنی ماں کے قتل کا گنیشا سے بدلہ لیگا ٹھگوں کے ایک دوسرے گروہ میں شریک ہوگیا۔ ناگاہ لکھنؤ میں قافلہ چند افراد کے قتل کے جرم میں پکڑا گیا اس طرح امیر علی نے بھی عمر قید کی سزا پائی۔ بارھویں سال خوش قسمت سے ۱۸ اکتوبر ۱۸۲۷ء سلطان ناصر الدین حیدر کی تخت نشینی کی خوشی میں قید سے رہا ہوا تو دنیا اس کے حق میں تیرہ و تار تھی، بارہ سال کی قید کی صعوبت نے اسے جھنجوڑ دیا۔ وقار گیا، آبرو کھوئی تن تنہا کوڑی کوڑی کا محتاج کاسۂ گدائی کے حوالے ہو رہا۔

مسٹر ٹیلر کا کہنا ہے کہ چونکہ امیر علی کے دل میں گنیشا سے انتقام لینے کا جذبہ موجزن تھا اس نے تیسری دفعہ گنیشا... کے قافلہ میں شرکت کی لیکن قید کی صعوبت برداشت نہیں کر سکتا تھا اس لئے گواہ معافی کی حیثیت سے انگریزوں کا ساتھ دیا اور سارے ٹھگوں کو گنیشا سمیت گرفتار کروا دیا جن کو انگریزوں نے پھانسی کے تختوں پر لٹکا دیا۔ اس طرح امیر علی نے آخر کار گنیشا سے انتقام لیا ــــ اور فقیرانہ زندگی بسر کرتا ہوا گذر گیا۔

میں نے عکسا نہ مذا میں امیر علی ٹھگ کے دکن آنے اور لکھنؤ جاکر گرفتار ہونے تک کے واقعات کو ہی اہمیت دی ہے اور دکن میں اس کے معاشقہ کی عکس کشی کی ہے۔ اور جہاں کہیں مصنف نے رنگ آمیزی سے کام لیا ہے ان من گھڑت واقعات کو نظر انداز کر دیا ہے،

کیونکہ وہ سارے واقعات نہ حقیقت پر مبنی ہیں اور نہ ہی سنین متعلقہ سے میل کھاتے ہیں مثلاً :۔

کہا جاتا ہے کہ لارڈ بنیٹنگ کے دور حکومت میں ایسٹ انڈیا کمپنی آئے دن انگریزی پلٹنوں کے (گاہ گاہ) غائب ہو جانے کے واقعات سے تنگ آچکی تھی۔ ۔ ۔ جب ۱۸۱۶ء میں ٹھگوں کا پتہ چلا تو ٹھگوں کا قلع قمع کرنے کے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ احکام جاری کئے گئے برطانیہ سے ایک قابل افسر آیا (یہ کرنل سلیمن کی طرف اشارہ ہے) اور اس نے عہد کیا کہ وہ مشہور زمانہ امیر علی ٹھگ کو زندہ یا مردہ گرفتار کر کے حکومت کے آگے پیش کریگا یا اپنی جان سے جائیگا' بالکل غلط بات ہے کیونکہ لارڈ بینٹنگ کا دور ۱۸۲۸ء تا ۱۸۳۵ء ہے۔ حالانکہ مشہور زمانہ امیر علی ٹھگ ۱۸۱۵ء ہی میں گرفتار کیا جا کر عمر قید کی سزا پا چکا تھا اور ۱۸۲۷ء تک بارہ سال کی قید بھگت چکا تھا۔ اس کی گرفتاری ٹھگی کی پاداش میں نہیں بلکہ چند اشخاص کو لکھنؤ میں قتل کرنے کی بنا پر ہوئی تھی۔ واقعہ یہ تھا کہ حج کا قصد کرنے والے ان ٹھگوں کے قافلہ کا سردار (جمعدار) حرمت ٹھگ تھا نہ کہ امیر علی' وہ تو صرف گنیشا سے انتقام لینے کی خاطر حرمت کے قافلہ میں شریک ہوا تھا اور وہ بھی لوگھی کی حیثیت سے نہ کہ بھٹوٹ کی کیونکہ اس کے وہ جرکے لگے تھے کہ اس کی کمر ٹوٹ چکی تھی اور ماتھے پر اشرفی بھر سفید داغ لگ چکا تھا' اس داغ سے اس کا رہا سہا دم نکل چکا تھا۔
۱۸۱۵ء سے لیکر ۱۸۲۷ء تک کسی نے اس کا نام تک نہیں لیا۔ امیر علی قید و بند کی صعوبتیں جھیل رہا تھا ایسے میں بینٹنگ کے دور میں اس کی شہرت کہ وہ "مشہور زمانہ ٹھگ" تھا صحیح ہے اور نہ برطانوی عہدہ دار

کا عہد کہ امیر علی کو زندہ یا مردہ گرفتار کریگا یا اپنی جان سے جائے گا۔
درست ہے۔ یہ ممکن ہے کہ ۱۸۲۷ء کے بعد جب وہ قید سے رہا ہوا...
تین سال تک بھٹکتا رہا۔ قلندری لباس پہنا یا ہوا پگڑی میں پیشانی کا داغ
چھپائے اپنی لڑکی امیرن کی تلاش میں سرگرداں رہا جب اسے یقین ہو گیا
کہ وہ اپنی لڑکی کی صورت نہیں دیکھ سکیگا تو پھر اس کے سینے میں ماں
کی موت کا گنیشا سے انتقام لینے کا جذبہ ابھرا اور اسی نیت سے سہ بارہ
ساگر جا کر گنیشا کے ایک چھوٹے سے قافلہ میں شریک ہو گیا) تو پھر اس کا
نام لوگوں کی زبان پہ آیا ہوگا اور ۱۸۳۰ء سے ۱۸۳۲ء تک اسکی سہ بارہ
شہرت ہوئی ہوگی لیکن وہ اس وقت ایسا ٹھگ نہیں تھا جیسا کہ
وہ ۱۸۱۵ء سے پہلے تھا۔ ویسے بھی ۱۸۱۵ء ۱۸۱۶ء سے لیکر ۱۸۲۵ء تک
(سکندر جاہ کے دور میں ۱۸۰۳ء تا ۱۸۲۹ء) سارے ٹھگوں کا خاتمہ
کر دیا گیا تھا اور خاص طور پر حیدرآباد کے ٹھگی محکمہ نے وہاں کے سارے
ٹھگوں کو یا تو ختم کر دیا یا قید کر لیا تھا جس کا بابائے اردو جناب
عبدالحق نے بھی ذکر کیا اور لکھا ہے کہ ۱۸۲۵ء تک ہندوستان میں
ٹھگوں کا خاتمہ کر دیا گیا۔

۱۸۳۰ء سے لیکر ۱۸۳۲ء تک بنگالہ اور ساگر کے نواح میں
کچھ ٹھگ جن کا سردار گنیشا تھا ٹھگی میں مصروف تھے کرنل سلیمن
... ان ٹھگوں کو گرفتار کرنے کے لئے اُن کی ٹوہ میں تھا کہ امیر علی سے
اس کی ملاقات ہوئی تو اس نے امیر علی کو کرنل میڈوز ٹیلر کے آگے
پیش کیا۔ امیر علی نے اپنی سرگزشت سنائی جس کو کرنل میڈوز
نے قلمبند کر لیا اور امیر علی کو اس شرط پہ گواہ معافی قرار دیا کہ وہ کرنل سلیمن کی

مدد کرے کہ وہ گینشا کی ٹولی کو گرفتار کر سکے، امیر علی نے یہ شرط اس لئے منظور کر لی کہ اسے گینشا سے انتقام لینا تھا، اور ساتھ ہی اس کے دل میں اس بات کا خدشہ بھی تھا کہ اگر گینشا کا قتل کر دے تو ممکن ہے وہ سہ بارہ قید کی مصیبتوں میں مبتلا ہو جائے۔ چنانچہ ایک دن امیر علی نے گینشا کے مقام پر جا کر اسے نیند سے جگایا اور ہلکا سا پھندا مار کے بے بس کر دیا اسی وقت کرنل سلیمن نے نہ صرف گینشا کو بلکہ اس کی ٹولی کے تمام ٹھگوں کو گرفتار کر لیا اور ان سب کو پھانسی دیدی۔
ہندوستان میں آج بھی خانہ بدوش . . . .
موجود ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی پھندا نہیں مارتا۔ گاہ گاہ مسافروں کو لوٹ لیتے ہیں، ڈاکے ڈالتے ہیں لیکن بہت کم، کیونکہ وہ تجارت کی طرف مائل ہیں۔

بے محل نہ ہوگا اگر اس بات کا اظہار کر دوں کہ اس عکس بائسکوپ کے لکھنے کی ابتدا کیسے ہوئی۔ میں اپنے دیگر۔ عکسانوں کی تکمیل اور طباعت میں مصروف تھا کہ ایک دن فرزند دلبند میاں سید محمود طولعمرہ نے کہا کہ "جناب اسد ممتاز صاحب کہتے ہیں کہ اگر امیر علی ٹھگ پر کام کیا جائے اور PHOTO-PLAY کی صورت دیجائے تو اچھا ہے چنانچہ جناب منظور صاحب اور قدیر صاحب نے مجھ سے کہا ہے کہ امیر علی ٹھگ پر ڈرامہ لکھا جائے"۔ تو میں نے کہا اس کی داستان پارینہ میں کوئی لطف کی بات شاید نکل آئے دیکھا جائیگا۔ یہ ۱۹۶۶ء کی بات تھی انھی دنوں انھوں نے "سوانح عمری امیر علی ٹھگ" خرید کر لادی یوں بھی کرنل میڈوز ٹیلر کی انگریزی میں لکھی ہوئی کتاب کتب خانہ آصفیہ میں موجود تھی

۔۔۔ میاں محمود مُصر رہے کہ کام شروع کردیا جائے تو میں نے امیر علی ٹھگ کی سرگزشت پڑھی اور نشیمن کے مطابق اس زمانہ کے حالات کا مطالعہ کرنا بھی مناسب جانا۔ چنانچہ مختلف تواریخ اور دیگر کتب کی طرف توجہ دی اور امیر علی کی کہانی کا عکسانوی خاکہ تیار کرلیا، چاہتا تھا کہ خاکہ کو عکسانے کی صورت دیدوں، اسی دوران میں ایک دن میں نے اخبار سیاست میں یہ خبر پڑھی کہ جناب اسد ممتاز نے سنگاپور سے مدراس آتے ہوئے ہوائی جہاز میں اچانک انتقال کیا تو دن بھر یہ خبر سوہان روح بنی رہی، اس کے بعد میں نے اس خاکہ کی طرف توجہ دینا گوارا نہ کیا۔ خاکہ پڑا رہا۔ جناب قدیر صاحب اور جناب منظور صاحب نے بھی چپ سادھ لی۔

جنوری ۱۹۷۱ء میں میرے دوست مسٹر. بی یل سالومن جو جنگلی درندوں کے شکار کے ماہر ہیں یہ جانکر کہ میں نے امیر علی ٹھگ پر کام کیا ہے مُصر ہوئے کہ اس خاکے کو عکسانے کی صورت دیدوں اور کہا کہ یہ کام۔۔۔ تعجیل سے تکمیل پا جائے تو مناسب ہے۔ ایک دو مرتبہ وہ میرے گھر بھی آئے اور یاددہانی کی تو میں ان کی خواہش کے بموجب اس عکسانے کو مکمل کرسکا چونکہ اس تحریک تکمیل کے خاص محرک جناب اسد ممتاز مرحوم تھے اس لئے میں نے اس عکسانے کو اُن کے نام سے معنون کیا ہے۔

شنبہ ۱۶ مارچ ۱۹۷۱ء

منجو قمر

منظر ۱ ایکلور علاقہ مالوہ طائرانہ نظر

۱۷۷۵ء

بہت دور سے ایک طرف مسجد کے دو مینار اور دوسری طرف بھوانی مندر کا کلس، نیچے ایکلور کی بستی کے مکانوں کی سفید سفید دیواریں چھتیں نظر آرہی ہیں عقب سے مندر کی گھنٹیوں کے بجنے کی آواز سنائی دے رہی ہے۔ منظر کھنچ کر قریب آنے لگتا ہے تو فضا میں (1775) سرخ اعداد ابھرتے ہیں۔

(منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر ۲

پھاٹک

دور سے ایک گلی نظر آتی ہے اور ساتھ ہی کسی حویلی کا پھاٹک دکھائی دیتا ہے جس کے دروازے کھلے ہیں دونوں جانب کچھ لوگ بیٹھے حقے پی رہے ہیں۔ گلی سے ہو کر گھڑ سوار گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا پھاٹک کے اندر مع گھوڑے کے داخل ہو جاتا ہے۔ (منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۳

خوبصورت دالان

خوبصورت دالان میں قالین بچھا ہے، سامنے دیوار سے

گے تخت پر جمعدار اسماعیل ٹھگ بیٹھا حقہ پی رہا ہے تخت کی دونوں جانب ایک ایک ٹھگ گنیشا اور بینی سنگھ بیٹھے ہیں اور آپس میں گفتگو کر رہے ہوتے ہیں کہ وہی گھڑسوار جو پھاٹک میں معہ گھوڑے کے داخل ہوا تھا۔ اسماعیل ٹھگ کے قریب جا کر آداب بجالاتا ہے۔ تکیہ سے ٹیکا لگائے اسماعیل جو حقہ پی رہا تھا وارد ہونیوالے ٹھگ حسین خاں کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

حسین خاں — سرکار۔ یوسف خاں ایلکور سے روانہ ہو چکا ہے، ممکن ہے اب وہ ندی کے کنارے تک پہنچ چکا ہوگا۔

اسماعیل خاں — (حقے کی نئے پھینک کر تعجب اور غصے کے ملے جلے اظہار کیساتھ) یوسف خاں نے تو ہمارے ساتھ اندور چلنے کا وعدہ کیا تھا؟

بینی سنگھ — بڑا کایاں نکلا۔

گنیشا — اس کے آدمی کتنے ہیں؟

حسین خاں — پانچ گھڑسوار، چھ کہار پالکی اٹھائے ہوئے اور پالکی میں اس کی بیوی اور اس کا لڑکا، یوسف خاں... گھوڑے پر ہے۔

اسماعیل — جھرنی!——

بینی — دیوی بھوانی کی۔

سب — جئے——

(سب اپنے اپنے رومال کمروں سے کھولتے اور تیزی سے بڑھتے ہیں)
(منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۴ سڑک

اسماعیل ٹھگ گیارہ گھڑ سواروں کے ساتھ سڑک پر گھوڑا سرپٹ دوڑاتا ہوا نظر آتا ہے۔ جینی اور حسین خاں اپنے گھوڑے تیز دوڑاتے ہوئے آگے نکل جاتے ہیں۔ دھول اڑنے لگتی ہے۔ منظر دھول کی وجہ سے دھندلا جاتا ہے۔۔۔ حتیٰ کہ دھول چھٹنے لگتی ہے۔ اسماعیل کا قافلہ یوسف خاں کے قافلہ کے قریب ہوتا ہے جو آگے بڑھ رہا ہے۔ اسماعیل اور حسین خاں دونو جانب سے یوسف خاں کے گھوڑے کے قریب ہوتے ہیں۔ دونوں قافلے ندی پار کرتے ہیں جس میں گھٹنے گھٹنے پانی ہے، کہار پالکی سنبھالے کھیل رہے ہیں جس کے اندر یوسف خاں کی بیوی، زینب اور اس کا لڑکا امیر علی بیٹھے ہیں، پالکی گٹھوں سے بھری ہے حسین خاں اور اسماعیل یوسف خاں کے بالکل قریب آتے ہیں۔

یوسف آئیے آئیے، سردار اسماعیل خاں صاحب،

اسماعیل بھائی تم نے تو ہمارے ساتھ اندور چلنے کا وعدہ کیا تھا؟

یوسف میری زینب رات کے سفر سے گھبراتی ہے اس لئے میں نے مناسب جانا کہ سویرے سویرے ہی نکل جاؤں،

اسماعیل ٹھیک ہے اچھا کیا، حسین خاں، بھیلی بجی ——

حسین بہرول، رومال —— میں آگے چلکر دیکھتا ہوں کہ ...

یوسف کیوں کیا بات ہے اسماعیل خاں صاحب؟

اسماعیل — یہ چار لوگ آگے جا کر وہ جگہ دیکھینگے جہاں ہم کو دوپہر میں کھانے کا انتظام کرنا ہے ——— (حسین خاں اور تین ٹھگ آگے بڑھتے ہیں)۔

(منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۵ — جنگل کا راستہ

اسماعیل اور یوسف خاں قافلے کے ساتھ آہستہ آہستہ پالکی کے ساتھ ساتھ ہیں، سامنے حسین خاں اپنا رومال ہلا کر آواز دیتا ہے۔

حسین — بھیل منجی ———

اسماعیل — بھیل منجی، جھرنی۔ (اسماعیل کے گھڑ سوار، جن میں بینی سنگھ اور گنیشا بھی ہیں اسماعیل کے ساتھ گھوڑوں سے اتر جاتے ہیں تو یوسف خاں پریشان ہوتا ہے)

یوسف — یہ کیا کہہ رہے ہیں؟

اسماعیل — یہ اپنی زبان میں کہہ رہا ہے کہ ہم آگے کھانے کیلئے رکتے ہیں آپ لوگ بھی گھوڑوں سے اتر جائیں (سب گھڑ سوار گھوڑوں سے اتر جاتے ہیں اسماعیل کے بھٹوٹ یوسف خاں کے گھڑ سوار اور ہر ایک کہار کے قریب ایک ایک آدمی چلنے لگتا ہے)۔

بینی سنگھ — پالکی روکو۔ (پالکی آگے رک جاتی ہے)

اسماعیل — حقہ لاؤ (قتل کا حکم دے کر یوسف خاں کے پھندا مارتا ہے ساتھ ہی ہر ایک ٹھگ اپنے اپنے شکار کو پھندا مار کر اس کی پیٹھ پر سوار ہو جاتا ہے)

یوسف — اماں — زینب —— (اسماعیل یوسف کی گردن کھینچ دیتا ہے) یوسف کی آواز سن کر زینب پالکی سے جھانکتی ہے تو گنیشا خنجر مار کر زینب کو ہلاک کر دیتا ہے' زینب کا آدھا جسم پالکی سے باہر نکل جاتا ہے تو اس کا آٹھ سالہ لڑکا امیر علی ماں کی لاش پر گرتا اور رونے لگتا ہے ......

امیر علی — اماں' اماں۔

گنیشا — ٹھیر سپولے۔ (گنیشا قریب جا کر رومال اوپر اٹھاتا ہے کہ امیر کے پھندا مارے اسی وقت اسماعیل لپک کر گنیشا کے رومال کا چھور پکڑ لیتا ہے)

اسماعیل — گنیشا!

گنیشا — جمعدار؟

اسماعیل — چھوڑ دے لڑکے کو' یہ ہمارے قاعدے کے خلاف ہے۔

گنیشا — وہ جو شور مچا رہا ہے' اگر کوئی سن پائے تو!

اسماعیل — دور دور تک کسی کا پتہ نہیں یہاں کون آئیگا۔

گنیشا — مگر جمعدار۔ (آگے بڑھتا ہے اس سے پہلے اسماعیل روتے ہوئے بچے کو اپنی بغل میں اٹھا لیتا ہے)

اسماعیل — ابے چپ' گنیشا یہ میرا بچہ ہے (گنیشا غصے سے اسماعیل کو گھورتا ہے .... منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۶

لب سڑک

لب سڑک مٹھائی گر بیٹھا جلیبیاں تل رہا ہے سامنے چولہے پر کڑھائی چڑھی ہے، اسماعیل، امیر کو لئے گھوڑے سے اترتا ہے، بچہ سسکیاں لے رہا ہے۔ پیچھے سے گنیشا گھوڑے پر سوار آگے بڑھتا ہے تو اسماعیل اسے آواز دیتا ہے۔

اسماعیل (بچے کو چمکارتا ہے) ارے چپ بھی روتا کیوں ہے جلیبی کھائیگا۔ بھائی (مٹھائی گر سے مخاطب ہوکر) ایک روپیہ کی جلیبیاں دینا۔

مٹھائی گر آپ ہی کے لئے تو بن رہی ہیں، ایک روپیہ کی دونا حضور۔

اسماعیل ہاں۔ (روپیہ دیتا ہے، گنیشا کو آتا دیکھ کر) گنیشا۔

گنیشا (گھوڑا روک کر) مجھے جلیبی نہیں چاہئیے۔

اسماعیل سن تو۔ (مٹھائی گر جلیبیاں دیتا ہے تو وہ امیر کے ہاتھ تھما دیتا ہے، بچہ جلیبیاں کھانے لگتا ہے تو کچھ دور چلکر اسماعیل، امیر کے گلے سے سونے کی ہنسلی اور ہاتھوں کے (سونے کے ہی) کڑے اتار کر گنیشا کی طرف پھینکتا ہے)۔

امیر میری ہنسلی، میرے کڑے۔

اسماعیل جلیبیوں سے خراب ہو جائینگے۔ گنیشا —— یہ لے تو اسی کے لئے تو —— یہ رہا تیرا حصہ۔۔۔۔۔۔

گنیشا — مگر جمعدار ہی کہہ رہا تھا کہ اس کے رونے کے شور سے کہیں۔

اسماعیل — مجھے معلوم ہے

(گنیشا ہنسلی اور کڑے جیب میں رکھ لیتا ہے،
اسماعیل بچے کو لیا ہوا، دونوں کے ہاتھوں میں اپنے اپنے
گھوڑوں کی لگام ہیں آگے بڑھتے ہیں ۔۔۔۔۔۔)

(منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۸ — مرنی میں اسماعیل کے گھر کا دروازہ

اسماعیل کے گھر کے سامنے پندرہ بیس گھوڑے آکر
رُکتے ہیں جن پر ٹھگ سوار ہیں۔ امیر کو لیکر اسماعیل دروازہ
میں داخل ہوتا ہے۔ سب ٹھگ گھوڑوں کی پیٹھ سے
سامان اتارتے ہیں ــــــ منظر تبدیل ہوتا ہے۔ ــــــ

منظر ۹ — دالان

(اسماعیل، امیر کو ساتھ لیکر جونہی دالان میں داخل ہوتا ہے،
مریم اس کا استقبال کرتی اور ہنسی خوشی مخاطب ہوتی ہے)

مریم — آپ آگئے، خدا لایا، یہ بچہ کس کا ہے؟

اسماعیل — تمہارا (امیر کو مریم قریب لیکر پیار کرتی ہے) بچے کے لئے
ترس رہی تھیں نا۔ لو اس یتیم کو خدا نے تمہارے لئے بھیجا ہے۔

مریم — کس قدر خوبصورت بچہ ہے، کہو بیٹے کیا نام ہے تمہارا؟

امیر — امیر علی!

مریم — امیر علی،

اسمٰعیل — ہاں امیر علی بن اسمٰعیل، قسم ہے پالنے والے کی ہم اس کی پرورش اپنے بیٹے کی طرح کریں گے۔

حسین — کیوں نہیں کیوں نہیں۔ مبارک ہو بھابی ۔۔۔ اللہ کی بین مبارک

مریم — خدا کا شکر بجا لاتی ہوں کہ ایک یتیم کی خدمت کا موقع ملگیا۔

اسمٰعیل — ہاں حسین خاں، اس کی تربیت تعلیم اور فن سپاہ گری میں اسے طاق کرنے کی ذمہ داری تم پر ہے۔

حسین — جو حکم جمعدار۔

اسمٰعیل — یہ میرا جانشین ہوگا۔

حسین — یہ بات ہے تو کیوں نہ آج ہی سے تعلیم شروع کی جائے آؤ چھوٹے جمعدار پنجہ ملاؤ ——— ۔۔۔

اسمٰعیل — ٹھیک ہے۔ آج ہی سے ۔۔۔ پنجہ کشی ہی سہی،

(حسین خاں امیر علی کا چھوٹا سا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر دونوں پنجے ملاتے ہیں۔ منظر تحلیل ہوتا ہے ——)

منظر ۲

تعارف

سازوں کی جھنکار کے ساتھ حروف تعارف ابھرنے لگتے ہیں ایک آٹھ سالہ لڑکے کا پنجہ، بڑے سے مضبوط پنجہ کی گرفت میں دکھائی دیتا ہے منظر تحلیل ہوکر دو مضبوط پنجے پنجہ کشی میں مصروف نظر آتے ہیں ———
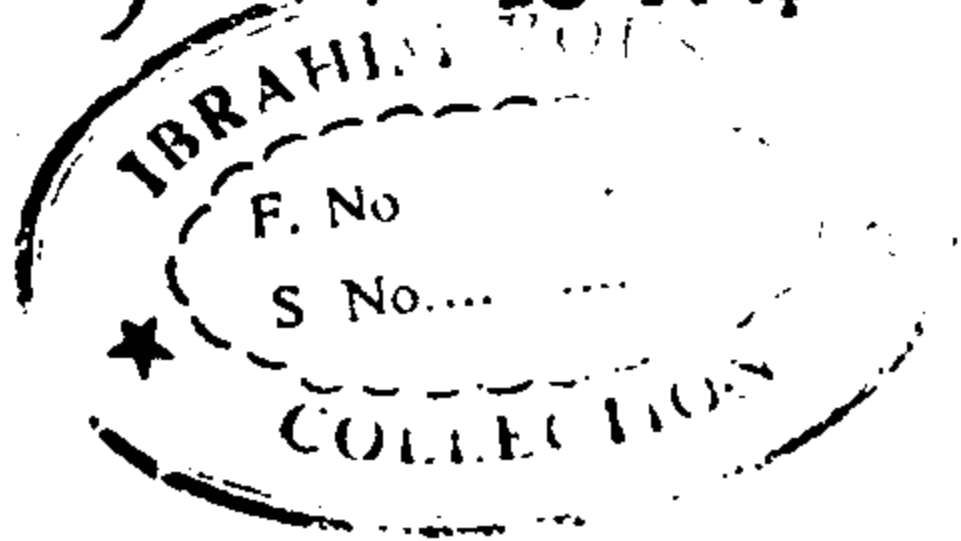
منظر ابھرتا ہے اور پھیلنے لگتا ہے امیر علی نوجوان حسین خاں
ٹھگ سے پنجہ لڑا رہا ہے، حسین خاں ادھیڑ عمر کا آدمی
دکھائی دیتا ہے، امیر علی حسین خاں کو مغلوب کر لیتا ہے،

حسین خاں   شاباش امیر علی ———— (منظر بعد منظر کی تحلیل)

(۲) امیر اور بھینی سنگھ میں تلوار زنی کے کمالات . . . . .

(۳) ایک ٹھگ واور امیر علی کے بنوٹ بازی کا کمال . . . .

(۴) بدری ناتھ کی پگڑی پر لیمو رکھ کر امیر تیر چلاتا ہے۔ تیر لیمو میں
دھنس کر لیمو کے ساتھ نکل جاتا ہے . . . .

(۵) امیر علی ایک پہلوان کو داؤ کے ذریعہ مغلوب کر دیتا ہے . . . . .

(۶) امیر بدری کے سر پر رکھے جکوترے کو اپنے خنجر کا نشانہ بناتا ہے۔

(۷) دور مونڈھے پر موم بتی جل رہی ہے امیر غلیل کا نشانہ لیتا اور
جلتی ہوئی موم بتی کو گل کر دیتا ہے . . . .

(۸) بدری کو امیر رومال سے پھندا مار کر اوندھا گرا کر اس کی پیٹھ
پر بیٹھ جاتا ہے۔ اور رومال سے بدری کی گردن بھینچنے لگتا
ہے۔ حسین خاں امیر کی پیٹھ ٹھونکتا ہے . . . .

(۹) حسین خاں ایک جانب سے بھوس بھرے مصنوعی شیر کو
اوپر اچھالتا ہے اس طرح کہ امیر کے سر پر جائے، جیسے شیر
امیر پر حملہ آور ہوا ہو، امیر ایک ہاتھ سے شیر کے سینے میں
برچھا دھنسا دیتا اور شیر کو نیچے گرا دیتا ہے اور دوسرے
ہاتھ کی تلوار سیدھے ہاتھ میں لے کر اس کی یعنی شیر کی
گردن پر رکھ دیتا ہے . . . .

"ختم تعارف" ہر منظر میں اُبھرنے والے سرخ
تعارفی حروف ختم ہوتے ہیں منظر دھندلانے لگتا ہے۔
"۱۸۷۶ء"
کے سرخ حرف ابھر کر غائب ہوتے ہیں
منظر تحلیل ہوتا ہے

منظر ۵

مکتب

امیر علی کے کمرے میں دیوار پر بہت سے طغرے لگے
ہیں نیچے قالین بچھا ہے ملّا عزیز اللہ گاؤ تکئے سے ٹیک
لگائے بیٹھا ہے اس کے سامنے دوزانو تہہ کیا ہوا امیر بیٹھا ہے
اس کے بازو ایک سرپوش اڑھا طبق رکھا ہے اور امیر کے
درمیان رحال پر ایک کھلی کتاب رکھی ہے منظر کھنچ کر ....
قریب آتا ہے تو امیر کتاب بند کرتا ہے۔

عزیز: مبارک ہو امیر علی تم نے عربی اور فارسی کے اسباق ختم کر لئے
امیر: میری تعلیم آپ کی محنت کا نتیجہ ہے حضور، اس خوشی میں
میں اور میرے باپ یہ تحفہ پیش کرتے ہیں، وہ بیمار
ہیں ورنہ وہ خود آتے۔ (طبق سے سرپوش ہٹا کر
جڑاوی ہار پیش کرتا ہے)۔

عزیز: جڑاوی ہار ۔۔۔ میں سمجھ رہا تھا طبق میں شائد مٹھائی ہے
نہیں نہیں امیر یہ قیمتی ہار میں نہیں لونگا، تمہارے باپ
ہر مہینہ جو کچھ دیتے آئے ۔۔۔ وہی میری محنت کا صلہ تھا۔

امیر	حضور آپ گھر گھر جاکر بچوں کو عربی اور فارسی کیوں پڑھاتے ہیں؟
عزیز	اللہ واسطے اور کچھ اپنے پیٹ کے لئے بھی کہ رزق مل جائے۔
امیر	رزق کے لئے ایک عالم کو گھر گھر نہیں جانا چاہئے۔ بلکہ رزق کو خود عالم کے پاس آنا چاہئے۔
عزیز	کیا بات کہی ہے امیر تو نے میری آنکھیں کھول دیں۔
امیر	تو یہ تحفہ اپنے آپ آیا ہے۔
عزیز	نہیں یہ میرے لئے ناجائز ہے!
امیر	ناجائز — ؟ (بدری ناتھ داخل ہوتا ہے)
بدری	ناجائز؟
امیر	بدری۔
بدری	جمعدار تمہیں بلا رہے ہیں۔
امیر	کہنا ابھی آیا۔ (بدری جاتا ہے)
عزیز	تو بس جاؤ۔
امیر	یہ تحفہ۔!؟
عزیز	در و دیوار کے بھی کان ہوتے ہیں امیر، مجھے کسی مصیبت میں پھنسا نہ دینا۔
امیر	جی! —— (حیرت سے استاد کو دیکھتا ہے)

(منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۹ **عالیشان دالان**

بہت ہی عالیشان دالان میں سفید چاندنی کا فرش
کیا گیا ہے۔ چھت سے ایک لنترہانڈی لٹک رہی ہے
بیچ دالان میں خوبصورت پلنگ پر اسماعیل نیم دراز ہے اس کے
جسم پر کشمیری شال پڑا ہے، پلنگ کی دونوں طرف
دو کمروں کے دروازوں پر قیمتی پردے پڑے ہیں، ایک
طرف سے بدری داخل ہو کر اسماعیل کے کان میں کچھ کہتا ہے
...... تو اسماعیل کا چہرہ متغیر
ہو جاتا ہے۔ امیر سرپوش والا طبق لیکر داخل ہوتا ہے
بدری پرے ہٹ جاتا ہے۔

امیر — بابا ملا عزیز اللہ تحفہ لینے سے انکار کرتے ہیں ان کیلئے یہ ناجائز ہے۔

اسماعیل — کُتّے کو کھیر نہیں پچتی سمجھے، رکھدو وہیں جہاں سے تم نے ہار نکالا تھا (امیر جاتا ہے اور بازو کے کمرے میں داخل ہو جاتا ہے تو اسماعیل بدری کو حکم سناتا ہے) ......

...... بدری۔

بدری — حکم جمعدار۔

اسماعیل — جاؤ ملا عزیز اللہ سے کہو کہ وہ آئے۔

بدری — ابھی (جاتا ہے)

اسماعیل — (اپنے آپ سے) میرا مال ناجائز! میرا خیال غلط نہیں کہ

اس مُلّا عزیز اللہ کو ہماری ہر بات کا پتہ ہے۔ اس نے امیر علی کو شائد بتا دیا ہے کہ وہ کس کا لڑکا ہے اور میں کون ہوں۔ (مُلّا عزیز اللہ اور بدری داخل ہوتے ہیں)

عزیز — آداب عرض کرتا ہوں جناب آپ نے مجھے یاد کیا۔

اسماعیل — (نہایت غصے کے عالم میں ہاتھ سرہانے تکیے کی طرف لیجاتا ہے، تو بدری گھبرا کر ایک طرف دبک جاتا ہے)
جی ہاں ــ اس لئے کہ تم کو تمہارے جانے کا راستہ بتایا جائے، یہ رہا وہ راستہ ادھر سے جانا۔

عزیز — جی !

اسماعیل — میں نے کہا ادھر سے جاؤ (سامنے دالان کے صحن کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جب ملّا ادھر کو جس طرف اسماعیل نے ہاتھ کا اشارہ کرکے بتایا تھا اسماعیل کی طرف پیٹھ کئے جانے لگتا ہے تو اسماعیل تیزی سے تکیے کے نیچے سے خنجر لے کر ملّا کی گردن کا وہ نشانہ لیتا ہے جو ملّا کے شملہ کا وہ چھور جو اس کی گردن پر پڑا ہوا تھا خنجر اسے چھید کر اس کی گردن سے ادھر نکل جاتا ہے ملّا تڑپ کر گر پڑتا ہے)

مُلّا — ہائے ــ ہائے اللہ ــ آہ ــ (زبان تڑپنے لگتی ہے۔ ملّا کی آواز سن کر ایک کمرے سے دوڑ کر آتا ہے)

ملّا کی گردن سے خنجر نکال لیتا ہے،
امیر کی آستین خون آلود ہو جاتی ہے
ملّا دم توڑ دیتا ہے، امیر غصہ ہو کر
وہی خنجر لیا ہوا اسماعیل کی طرف بڑھتا
ہے' بدری امیر کو ٹوکتا ہے۔)

امیر خون' میرے اُستاد ملّا عزیز اللہ کا خون ——!
بابا تم نے میرے اُستاد' کا خون کیا!
(امیر خنجر لیا ہوا غضبناک حالت میں اسماعیل کے پلنگ
کی طرف بڑھتا ہے)

بدری امیر علی! یہ کیا کر رہے ہو۔ (اسماعیل ہاتھ کے اشارے سے
بدری کو چپ ہو جانے کا اشارہ کرتا ہے
اور امیر سے غضبناک صورت بنائے
مخاطب ہوتا ہے)

اسماعیل ہاں میں نے تیرے اُستاد عزیز اللہ کا خون کیا ہے، آ۔
میرے قریب آ اور اس خون کا بدلہ لے، اسی لئے تو میں نے
بارہ سال سے تیری پرورش کی تجھے پڑھایا لکھایا انسان ہی
نہیں رستمِ دوراں بنایا ہے —— کہ تو میرے سینے میں
خنجر گھونپ دے آ۔ آگے بڑھ ——یہ سینہ کھلا ہے،
جس میں بہت سے راز دفن ہیں۔ (پیر نہیں ہلاتا)
اُتار دے خنجر اس سینے میں اتار دے ہاں ہاں تیرے استاد
نے تجھ سے جو کچھ کہا ہے وہ سب سچ ہے —— مار دے!

امیر — تم میرے باپ نہیں ہو کیونکہ میرا باپ ایسا امیر اور قریب ہوتا ہے!

اسماعیل — ہاں ہاں، تیرا باپ یوسف خاں بھی میرے ہاتھ سے قتل ہوا تھا اور تیری ماں کو خنجر مار کر ہلاک کرنے کے بعد گنیشا تجھے بھی جب تو آٹھ سال کا تھا ختم کر دینا چاہتا تھا تو میں نے تجھے اسی دن کے لئے تو بچایا تھا۔ تیرے استاد نے جو کچھ کہا وہ سب سچ ہے۔ ! لے انتقام لے امیر علی —— آگے بڑھ —!

امیر — (امیر کا ہاتھ لرزنے لگتا ہے وہ پلنگ کے قریب جاتا ہے تو اسماعیل اپنا سینہ آگے بڑھاتا ہے یک بیک امیر کے لرزتے ہوئے ہاتھ سے خنجر گر جاتا ہے اور امیر اسماعیل کے سینے پر اپنا سر رکھ دیتا ہے) بابا —— !!!

بدری — شاباش امیر علی،

اسماعیل — میرے بیٹے (لپٹا ہوا ہی اسماعیل امیر کو سینے سے لگا لیتا ہے)

امیر — بابا میرے سر کی قسم ملا جی نے مجھے کچھ بھی نہیں بتایا۔

اسماعیل — نہیں بتایا؟ تو نے سچ کہا ہے اور تیری قسم سچی ہے تو خوش ہو جا کہ میں نے تیرے مفلس استاد کو اسلحہ کے انبار سے جھٹکارا دلا دیا اور میں وسوسے کا شکار ہو چکا اور سچ میرے منہ سے نکل گیا۔ . . . . . .

امیر — اب مجھے یاد آ رہا ہے کہ گنیشا نے میری ماں کی جان لی تھی، اور آپ نے مجھے بغل میں اٹھا لیا تھا —— جلیبیاں کھلائی تھیں —۔! اور — اور . . . . . .

اسمٰعیل اب جبکہ تیرے ذہن کی یاد تازہ ہو چکی ہے تو میں بتائے دیتا ہوں کہ میں تاجر نہیں ٹھگ ہوں! اسمٰعیل ٹھگ!

بدری ہاں تو بندیل کھنڈ کے ٹھگوں کے جمعدار۔ ہمارے سردار۔ (امیر شش و پنج میں کھڑا ہو جاتا ہے دوسری جانب سے بینی سنگھ اور حسین خاں داخل ہوتے ہیں اور ملا عزیز اللہ کی لاش دیکھکر پریشان ہوتے ہیں)

حسین (بینی اور حسین خاں ششدر) جمعدار جسونت مل آئے ہیں۔ ارے یہ لاش!!

اسمٰعیل ہاں ملا عزیز اللہ کی لاش ہے حسین خاں مجھے کئی دن سے یہ گمان تھا کہ یہ امیر کے کان بھر رہا ہے اور ہم سب کے ٹھگ ہونے کا امیر کو پتہ دے رہا ہے!

امیر نہیں یہ ... والے کی ملا نے مجھے کچھ نہیں بتایا، وہ مرچکا اور تجھے ... ہے۔

اسمٰعیل خوش ہو کہ میں نے اس غریب کو شہید کر دیا، اور اپنے گناہوں کی فہرست میں ایک اور کڑی کا اضافہ کر لیا ہے، حسین خاں بینی سنگھ بھاؤ باہر اور جسونت مل کو آنے دو — افسوس یہ کمبخت کل آجاتا — تو اچھا تھا۔ (بینی اور حسین لاش لے جاتے ہیں بدری چاندنی پر قالین لاکر ڈال دیتا ہے)

امیر کیا بات ہے بابا — ؟

اسمٰعیل بھئی پیروں سے خزانہ خالی تھا تو ہم نے وہ جڑاؤ ہار

ملّا کو دینے کے لئے کہا تھا ۔۔۔ نہ وہ انکار کرتا اور
نہ ہمارا راز تم پر فاش ہوتا ۔۔۔ ویسے بھی ٹھیک ہوا
کہ آج تم کو سب کچھ معلوم ہو گیا ۔ چند دن سے تم
کھوئے کھوئے سے تھے ۔

بدری	جسونت چل ۔ (جسونت، بدری اور زینت داخل ہوتے ہیں جسونت ایک بوڑھے کے بھیس میں لمبی قبا پہنا ہوا سفید داڑھی مونچھ سر پہ پگڑی رکھے آتا اور اسماعیل سے مخاطب ہوتا ہے ۔۔۔)
جسونت	اسماعیل ۔
اسماعیل	کل کے آنے والے آج آئے ہو، یہ جانتے ہوئے بھی کہ اسماعیل کا خزانہ پیسوں سے خالی ہے اور روزانہ اکیسو دس نفر کا خرچ اٹھتا ہے خزانے میں جواہرات اور جڑاؤ زیورات کے سوا ایک چھوٹی کوڑی نہیں ہے میں نے کھلوایا بھی تھا ۔
جسونت	آج یہ تمہارے تیور نہ سلام نہ پرنام ۔
اسماعیل	رہنے دو اپنے ڈھکوسلے طریقوں کو، ہمیں ہمارے پیٹ کی پڑی ہے اور تم کو تمہارے آداب کی سوجھی ہے ؟
جسونت	جانتے ہو (جسونت اوڑھا ہوا گیروا لبادہ جسم سے اتارتا اور داڑھی مونچھ اور سر کے سفید بال نکال پھینکتا ہے تو اندر راجہ کے درباری لباس

یعنی پاجامہ، قیمتی انگرکھا اور کمر میں اشرفیوں کی تھیلیاں بندھی ... نظر آتی ہیں ——)

میں جہالون کے راجہ کا سیدھا ہاتھ ہوں، نائب ہوں متصدی

اسماعیل — تم اس راجہ کا سیدھا ہاتھ ہو کہ الٹا ہاتھ اس سے ہمیں کیا لینا دینا، ایسے نائب یہاں کتنے نہیں آتے!!

جسونت — تو رہا بھی نہیں رہا، اسماعیل تیرا مزاج ٹھیک تو ہے؟ (اسماعیل کے پلنگ کے قریب جاکر اسماعیل کے جسم پہ پڑا ہوا شال ہٹاتا ہے تو اسماعیل کے دونوں پاؤں پر گھٹنوں تک بندھی ہوئی پٹیاں دیکھ کر حیرت زدہ ہو جاتا ہے) اسماعیل گھٹنوں تک یہ پٹیاں کیوں بندھی ہیں کیا تمہارے پیر زخمی ہیں؟

اسماعیل — میں چل نہیں سکتا، مہینے بھر سے بیمار ہوں، مگر تم نے شال ہٹا کر شاید سب کو معلوم کر دیا کہ میں معذور ہوں۔ زخمی ہوں۔ جسونت، تم نے یہ اچھا نہیں کیا ... — میری بیماری کا حال میرے بیٹے کو بھی نہیں معلوم تھا سوائے بینی سنگھ اور حسین خاں کے کوئی نہیں جانتا تھا کہ میرے دونوں پاؤں میں بندوق کی گولیاں لگی ہیں۔

امیر — بندوق کس نے چلائی تھی؟

اسماعیل — امیر، تم اس کی تہہ کو پہنچنے کی کوشش نہ کرو۔ ہاں جسونت مل روپیہ اور اشرفیاں لائے ہو نا؟ حسین خاں، بینی سنگھ جواہرات لے آؤ —— (دونوں جاتے ہیں)

جسونت ایک ایک زیور کی قیمت معلوم کروالی گئی ہے تمہیں
جو کچھ دینا ہے جلدی دو اور جاؤ۔
(بڑی سینی میں حسین خاں زیورات اور جواہر لیکر آتا اور
پلنگ پر رکھدیتا ہے، ہر ایک زیور اٹھا کر جسونت
آنکتا ہے)۔

جسونت: واہ آنکھیں چندھیا جارہی ہیں۔ خوب۔ دس ہزار —

اسمٰعیل: کیا کہا، پورے بیس ہزار کا مال ہے، رقم دھر دو اور
زیور لیجاؤ… کوئی تکرار نہ کرنا۔

جسونت: اس وقت کچھ اشرفیاں اور کچھ روپے، پانچ ہزار کی رقم
یہ رہی، باقی رقم بھجوادونگا۔

اسمٰعیل: شکریہ، حسین خاں رقم لے لو (جسونت تھیلیاں پلنگ پر رکھتا ہے
حسین خاں رقم بینی سنگھ کو
دیتا ہے اور سینی جسونت کے
پیچھے لیجاتا ہے)

جسونت: بھگوان کرے تم اچھے ہوجاؤ، مجھے معاف کرنا، مجھے معلوم نہیں تھا۔

اسمٰعیل: آداب۔ (جسونت بینی اور حسین جاتے ہیں)

امیر: بابا بتائیے آپ کو کس نے زخمی کیا ہے؟

اسمٰعیل: امیر علی میں نے کہدیا ہے کہ ٹھگوں کا سردار ہوں اس جماعت کا
جس کا ایک ایک فرد اس کا جاں نثار وفادار ہوتا ہے دنیا
میں اس تنظیم اس فرقے اس جماعت کی جیسی کوئی جماعت
نہیں جس کے شریک آپس میں ایک دوسرے کے اس قدر وفادار

ہوتے ہیں کہ جن کی نظیر نہیں ملتی۔ تو بات ہمارے گروہ میں ہے وہ ہندوستان کے کسی گروہ میں نہیں ہندو ہو کہ مسلم ہم قسم کھا کر نکلتے ہیں کہ ایک دوسرے کے رفیق اور وفادار رہیں گے۔ دیوی بھوانی ہماری مدد کرے۔

امیر — لیکن بابا مسلمان ہو کر یہ دیوی بھوانی کی جئے جئے کیسی؟

اسماعیل — کیا تیرا مذہب دوسروں کے مذہب کو برا بھلا کہنے کی اجازت دیتا ہے؟

امیر — نہیں۔

اسماعیل — کیا کوئی مذہب دوسرے مذاہب کے بزرگوں کی توہین کا سبق دیتا ہے؟

امیر — ہرگز نہیں۔

اسماعیل — تو جب سب ٹھگ ہمارے پالنے والے کی جئے جئے کار کریں اور ہم ہندو دیوی دیوتاؤں کا احترام کریں تو اس میں برائی کی کون بات ہے؟

بدری — دھنئے ہو۔

اسماعیل — یاد رکھو مذہب سے پیار دل سے کیا جاتا ہے اور دنیا سے پیار دماغ سے۔

دل میں ہو دین اور رہو دنیا دماغ میں
تو لطف زندگی کا ہے ہستی کے باغ میں

بدری — کیا کہنے۔

اسماعیل — بیٹے، میں نے تجھے جو تعلیم دلائی اور جس مقام پر پہنچایا ہے

اس سے میرا منشاء تھا کہ بوڑھا ہو جاؤں تو تو میری جگہ لے اور ٹھگوں کا سردار بن سکے، یہی میری آخری تمنا تھی آرزو تھی کہ تجھے سردار دیکھوں اور باقی عمر گوشہ نشینی میں گذاروں

امیر: اور گنیشا؟

اسماعیل: وہ بوڑھا ہو چکا ——

امیر: میں تمہاری آرزو پوری کر کے رہوں گا بابا، اگر میرے لئے یہی حکم ہے تو میں حاضر ہوں ۔

اسماعیل: شاباش، بیٹے تو نے میری آرزو پوری کر دی۔ دسہرہ کا تہوار آرہا ہے، میں نے ہندوستان بھر کے سرداروں کو بلایا ہے وہ شیو پور پہنچیں گے تو اس دن تمہیں ہماری جماعت میں شریک ہونے اور میری جگہ لینے کا جشن مناؤں گا۔

بدری: امیر علی جمعدار زندہ باد۔

اسماعیل: میں نے ناحق تیرے اُستاد کا قتل کیا ہے، لیکن میرے بیٹے جو خون بہاتا ہے وہ خون بہا دینا بھی جانتا ہے حسین خاں (آواز دیتا ہے، حسین خاں داخل ہوتا ہے)

حسین: جمعدار۔

اسماعیل: بینی سنگھ۔

حسین: وہ اور گنیشا جسونت مل کے ساتھ زیور لیکر گئے ہیں۔

اسماعیل: حسین خاں مُلّا عزیز اللہ کی لاش کو نہلا دھلا کر کفنا دو۔ اور میت اس کے گھر لیجاؤ ۔ گھر والوں سے کہنا کہ مُلّا نے اچانک انتقال کیا سنو فوراً دفنانے کا انتظام کرنا ——۔

امیر — بابا میت میں میں بھی شریک رہوں گا۔

اسماعیل — ٹھیک ہے۔ جسین خاں امیر کو ایک ہزار اشرفی دیدو۔ وہ اشرفیاں ملّا کی بیوہ اور بچوں کی پرورش کے لئے دیدے۔

امیر — شکریہ بابا۔

اسماعیل — جاؤ ـــ جلدی کرو۔

(ہاتھ کا اشارہ کرتا ہے سب جاتے ہیں
منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر نمبر ۱۰ — وسیع ہال میں ٹھگوں کی بیٹھک

ہال بہت سجا سجایا ہے، چھت سے لنترہانڈیاں لٹک رہی ہیں دیواروں پر مختلف ہتیار آویزاں ہیں۔ سفید فرش کیا گیا ہے۔ جسین خاں، بیتی سنگھ، گنیشا، گوپال اور دیگر جالیس ٹھگ بیٹھے ہیں، بیچ میں دیوار سے لگا خوبصورت تخت پر اسماعیل بیٹھا ہے، اوپر دیوار کے محراب میں تبر رکھا ہے ۔ ۔ ۔ سورج للو اور دیگر ٹھگ ڈھول منجیری اور دف لیکر آتے ہیں اور ایک طرف کو بیٹھ جاتے ہیں۔

اسماعیل — بھائیو! آج اس بیٹھک میں ہم امیر علی کو اپنی جماعت میں شریک کرنے کی رسم ادا کرنے اور تیھونی نیاز کھانے جمع ہوئے ہیں، کل امیر کی آزمائش ہو چکی اس نے اپنا پہلا شکار جسے ہم بنج کہتے ہیں اس قدر کامیابی کے ساتھ کیا ہے کہ سب دنگ رہ گئے۔

بدری — پہلے ہی پھندے میں میں نے دیکھا کہ امیر نے ساہوکار کی آنکھیں نکال دیں۔ (اسی وقت الگ سے بڑی بڑی سینیوں میں مٹھائی گڑ اور چنا اور ایک طبق میں پھول کا ہار لیکر آتے ہیں۔ دوسری جانب سے ایک ٹھگ پیتل کے لوٹے میں پانی بھر کر لاتا ہے، لوٹے سے ایک ڈوری بندھی ہے)۔

اسمٰعیل — اب میں اسمٰعیل جمعدار، تبر کو گواہ کر کے امیر کو حکم دیتا ہوں کہ وہ اپنے دانتوں سے لوٹا اس طرح اٹھائے کہ ایک قطرہ پانی کا نیچے نہ گرنے پائے۔

امیر — جو حکم (امیر آگے بڑھتا اور لوٹے سے بندھی ہوئی ڈوری دانتوں میں دبا کر لوٹا اٹھاتا ہے یہاں تک کہ وہ کھڑا ہو جاتا ہے اور لوٹا اس کے سینے سے جا لگتا ہے لیکن پانی کا ایک قطرہ بھی نیچے نہیں گرنے پاتا۔)

بدری — خان امیر علی ٹھگ۔

سب — زندہ باد (اسمٰعیل ایک طبق سے پھول کا ہار لیکر امیر علی کو پہناتا ہے)

بدری — سورج للّو ——— بھجن شروع کیا جائے۔

بھجن

(۱)

بھارت ماں بھوانی تو ہے گیانی جگ کی رانی ———

تیری ہم پر ہے نگرانی ———
تو ہے ویروں کی نشانی' جے ہو تیری ماں بھوانی،
تجھ سے اپنے کام بنیں گے
ہاتھ ہیں تیرے لمبے لمبے' بھکشوں کا کلیان کردے
جئے ہو تیری ہے جگت دمبے۔ جئے ہو تیری ماں بھوانی۔
تہوار دسہرہ دیوالی،
جگ مگاتی جگ کی کالی' جیسا بھی ہو تیرا سوالی'
سنکٹ میں کام آنیوالی' جئے ہو تیری ماں بھوانی۔

بدری — بولو دیوی بھوانی کی۔

سب — جئے۔

اسماعیل — پالنے والا۔

سب — بہت بڑا ہے۔

اسماعیل — گنیشا اور بھائیو' ہم اب بوڑھے ہو چکے ہیں' میں چاہتا تھا کہ ہماری جگہ پر کوئی بیٹھنے والا ہو' آج میں خوش ہوں کہ میرا بیٹا امیر علی ہم ٹھگوں میں شامل ہو گیا۔

بدری — تپونی۔

اسماعیل — بھونی کیجائے تپونی یعنی نیاز کا گڑ اور مٹھائی تقسیم کیجائے۔ (دو ٹھگ دونوں سینیوں سے گڑ لیکر تقسیم کرتے ہیں اور دوسرے مٹھائی)

اسماعیل — تو بھائیو جیسا کہ میں نے کہا اب میری جگہ سرداری کی رسم دسہرہ کے تہوار پر منائی جائیگی اس دن کے لئے میں نے

ہندوستان بھر کے سرداروں کو نیوتے بھجوائے ہیں۔ وہ لوگ شاید نکل بھی چکے ہیں۔ اس وقت کوئی اڑچن نہ ہو اس لئے آج ہی ــــــ

گنیشا: میں ورودکرتا ہوں، بھائیو ہمارا انصاف مشہور ہے آج کسی بھی جماعت میں ہماری سی یکائی نہیں، امیر علی سے بھی بڑے سورما ہم میں موجود ہیں ایسے میں جمعدار کا حکم کہ امیر علی کو اُن کا بیٹا ہونے کے ناطے سردار بنایا جائے اچرج ہے!

بدری: کاکا، میں سوگند کھاتا ہوں جوانی کی آج ہم میں امیر علی کی طاقت والا ماہر ٹھگ کوئی اور نہیں اس کی گواہی بڑے بابا بھی دینگے۔

جینی: بارہ سال امیر علی نے ہمارے ساتھ گذارے اور جو تربیت پائی ہے اس کی بناپر میں کہہ سکتا ہوں، کہ امیر علی ہم سب پر بھاری ہے۔

حسین: امیر علی ٹھگ۔

سب: زندہ باد۔

حسین: امیر نے کل کے بیچ میں سب کو حیرت میں ڈالدیا۔ تلوار چلانا، تیر اندازی، خنجر مارنا، بنوٹ بازی، کونسا فن ہے جس میں وہ طاق نہیں بھٹوٹ ہے بھٹوت پھندا مارنے میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔

گنیشا: بات کرتب بہارت اور طاقت کی نہیں بلکہ بڑھی مانی اور تجربہ کی ہے۔

اسمٰعیل: تو ایسی صورت میں میں حکم دیتا ہوں "شگون"!!

(سب پریشان حیران اُٹھ کر ایک طرف کو مُونہہ کر کے کھڑے ہو جاتے ہیں، لپک کر بدری بینی سنگھ تیر ہاتھوں میں پکڑا ہوا کھڑا ہو جاتا ہے چاروں طرف خاموشی طاری ہو جاتی ہے، یکایک ڈھنڈورچی کے ڈھنڈورا پیٹنے کی آواز سنائی دیتی ہے)

ڈھنڈورچی (آواز) دھرتی بھگوان کی راجدھانی راجہ شرمیان کی شیوپور کی ندی کے اس پار جنگل میں آدم خور شیر نے اودھم مچا رکھی ہے تین آدمیوں کو مار چکا — کل شیوپور کے پٹیل کے پرخچے اُڑا دئے اس لئے جنتا سے انرودکیا جاتا ہے کہ جو بھی سورما اس خونخوار شیر کو مار یگا اُسے پانسو روپئے کا نقد انعام دیا جائیگا۔

(پھر سے ڈھنڈورا پیٹنے کی آواز سنائی دیتی ہے)

اسماعیل پالنے والا۔

سب بہت بڑا ہے۔

اسماعیل اس کا نام شگون ہے، تم سب نے ڈھنڈورچی کی آواز سنی، میرا فیصلہ ہے کہ ہم میں سے جو بھی اس شیر کو ماریگا وہی ہمارا سردار ہوگا!

گنیشا منظور۔ بینی سنگھ لاؤ پان کا بیڑا ——

(بینی سنگھ جاتا ہے، بدری تیر محراب میں رکھدیتا ہے)

امیر بابا اس آدم خور شیر کو مارنے کا بیڑا اس بھری سبھا میں اٹھاتا ہوں، (وہ کمر میں بندھی میان سے تلوار کھینچ لیتا ہے بینی سنگھ ایک چھوٹے سے طبق میں بیڑا لیکر آتا اور پان کے

بیڑے کا طبق ایک مونڈھے پر رکھ دیتا ہے)

دلدار خاں: اور میں بھی۔ (دلدار خاں سر سے پاؤں تک ہتھیار لگایا ہوا اٹھتا ہے)

بدری: میدان میں امیر علی آنے کے بعد یہ تمہاری آواز ــــ؟

دلدار: تُف ہے تم نے ٹوک دیا ــــ (بیٹھ جاتا ہے سب ہنستے ہیں)

امیر: بزرگو اور بھائیو! شیو پور ندی کے اس پار جنگل کے آدم خور شیر کو مارنے کا میں بیڑا اٹھاتا ہوں۔

(تلوار کی آنی سے پان کا بیڑا اٹھاتا اور مُنہ میں رکھ لیتا ہے)

بدری: امیر علی جمعدار ــــ

سب: زندہ باد ــــ

(سب ہاتھ اٹھا کر نگاہ اوپر کئے نعرہ لگاتے ہیں)

...... منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۱۱ جنگل ــــ جھیل کا کنارہ۔

امیر علی، بدری، اور دلدار خاں تینوں سپاہیانہ لباس پہنے ایک جھاڑی کے کنارے کھڑے نظر آتے ہیں امیر علی کے ایک ہاتھ میں برچھا اور دوسرے ہاتھ میں تلوار ہے، سر پر فولادی خود ہے۔ اس نے فولادی کڑیوں کا بکتر پہن رکھا ہے جس کی کڑیاں چمک رہی ہیں، کہنیوں تک فولادی دستانے پہنے ہیں پنڈلیوں میں چمڑے کے جرابے، بدری نے بھی کچھ ایسا ہی لباس پہن رکھا ہے لیکن دلدار خاں سر سے لیکر پاؤں تک

خنجر کٹار تلوار بہت سے ہتیار سے لیس ہاتھ میں بندوق لیا
کھڑا ہے ایسا لگتا ہے جیسے وہی شکاری ہے۔

امیر — دلدار خاں، بھائی تم اپنی بندوق بدری کو دیدو اس کا نشانہ اچھا ہے
دلدار — حیف جمعدار تم نے ٹوک دیا ورنہ وہ شیر میرے ہاتھ سے بچ کر
جا بھی سکتا۔۔۔ یہ لے بھائی۔
امیر — ہاں اب تم دونوں اس جھاڑی کے پیچھے ہو جاؤ میں ہانکے
کی سیٹی بجاتا ہوں شیر قریب آتے ہی حملہ کر دوں گا، اگر
مغلوب ہو جاؤں تو بدری۔
بدری — ہاں سردار۔
امیر — میرا خیال کئے بغیر گولی چلا دینا اچھا۔
بدری — بہت اچھا۔
امیر — یہ لو میں آواز دیتا ہوں (زور سے سیٹی بجاتا ہے چاروں طرف سے
ہا ہو کا غوغا شروع ہوتا ہے ہانکے والے
چیخ پکار کرتے ڈھول تاشے بجاتے ہیں
جنگل ان کی آواز سے گونجنے لگتا ہے)
امیر — ہوشیار (ایک طرف بینی سنگھ اور اسائیل کھڑے نظر آتے ہیں،
ان کے ساتھ دوسرے ٹھاکر بھی دھوم مچاتے ہیں،
یکایک ایک طرف سے شیر کے گرجنے کی آواز سنائی دیتی ہے
امیر میدان میں آگے بڑھنے لگتا ہے، ہانکے کی آواز گونجتی ہے،
یکایک ایک طرف سے شیر نمودار ہوتا اور ——— ۔۔۔
امیر علی کی طرف بڑھتا ہے ——— دُم کو اوپر اٹھائے

پانوں جمانے لگتا ہے ـــــ شیر کو دیکھ کر دلدار کی کیفیت غیر ہونے لگتی ہے جو بدری کے بازو کھڑا ہے۔ اس کے پانو کے نیچے ٹخنے سے سیال شئے بہتی دیکھ کر بدری مخاطب ہوتا ہے)

بدری: دلدار، یا یہ بدی کس سنگم میں جا کر ملیگی؟

دلدار: ڈھ... بی پھر تو نے ٹوک دیا۔ میری بہادری کی توہین کر دی۔ یہ لے میں اس ٹیلے کی طرف جاتا ہوں شیر دھر آئے تو میری طرف بھگا دینا میں اسے دیکھ لونگا۔

بدری: بڑھو آگے وہ آ رہا ہے شیر۔ (بدری جھاڑی کی آڑ میں بندوق لئے کھڑا ہو جاتا پھر کچھ جھک جاتا ہے)

(شیر امیر کی طرف قدم بڑھاتا ہے، ادھر ... برچھا تان ... دوسرے ہاتھ میں تلوار لیا ہوا آگے بڑھتا ہے تو اس کی پیٹھ پر گینڈے کی کھال والی ڈھال جس پہ گنگا جمنی کے کام کے پھول چمکنے لگتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔

جونہی امیر آواز کستا ہے شیر دُم کو ٹیڑھی کر کے زمین دوز ہوتا ہے)

امیر: آ جاؤ میرے شیر ـــــ

(اچانک شیر جست لگاتا اور امیر پہ حملہ آور ہوتا ہے تو امیر علی برچھا شیر کے سینے میں دھنسا دیتا ہے شیر کی گرج سے جنگل گونج اٹھتا ہے چاروں طرف سے شکاری اور امیر کے آدمی گھیرے کو تنگ کر کے آگے بڑھنے لگتے ہیں۔ امیر شیر کو نیچے گرا کر دوسرے ہاتھ سے تلوار سیدھے ہاتھ میں لے کر شیر کی گردن پہ بھرپور وار کرتا ہے شیر کا سر اس کے دھڑ سے

الگ ہو جاتا ہے)

امیر — آجاؤ شیر مرچکا ہے۔

(سب ہانکے والے قریب آتے ہیں دلدار خاں مردہ شیر کے دھڑ پر پیر رکھ کر کھڑا ہو جاتا ہے جیسے اس نے شیر کو مارا بھی مین سنگھ اور حسین خاں امیر علی کے قریب آتے اور امیر کو کندھوں پر اٹھا لیتے ہیں امیر اپنی تلوار اوپر اٹھاتا ہے۔)

بدری — امیر علی جمعدار کی۔

سب — جئے ——

اسماعیل — امیر علی۔

سب — زندہ باد —— (منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر ۱۲ — ٹھگوں کا دربار

منظر پر ۱۷۸۹ کے سُرخ اعداد اُبھر کر غائب ہوتے ہیں۔
عالیشان ہال مزید سجایا گیا ہے چو طرف گاؤ تکئے لگے ہیں، بیچ میں قالین پر تخت لگا ہے جس پر زردوزی کام کی زرین مسند بچھی ہے۔ زرین پگڑی رکھی ہے جس پر طرہ لگا ہے۔ تخت کی ایک طرف بڑی سی بانس گلے میں دھنسی ہے جس کی انی سے تبر لگا ہے اور دوسری جانب ایسی ہی بانس کی انی میں شیر کا منڈا دھنسا ہوا ہے۔ تخت کے پیچھے بڑا سا قالین لٹکایا گیا ہے جس پر قالین کا شیر نظر آرہا ہے۔ قالین سے ہٹ کر پیچھے ڈھال بھالے کٹار اور تلواریں دیوار پر لگی چمک رہی ہیں۔

اوپر بھی چاروں طرف قیمتی ڈھالیں دیوار سے لٹکی ہیں جن کے سنہری پھول چمک رہے ہیں جگمگاتی چیکوں سے لگے سرداروں شہزادوں کے لباس میں ملبوس مسند کے قریب تخت کی تین طرف بیٹھے ہیں تخت سے الگ کرامیر علی بیٹھا ہے۔ کارروائی شروع ہونے سے پہلے سراج۔ سورج۔ للو حرمت۔ بینی اور حسین خاں وغیرہ بہت سی سینیاں سرپوش ڈھکی لالا کر فرش پر رکھتے ہیں جن میں مٹھائی ہے دوسرے شاگرد پیشہ بہت سے مختلف قسم کے حقے لاکر ہر سردار کے آگے رکھتے ہیں۔ ایک طرف دو سردار جن کی ناک چپٹی ہیں اپنے اپنے رومال کا ایک دوسرے کے ساتھ دونوں ہاتھوں سے تبادلہ کر رہے ہیں گویا ایک سردار دوسرے سردار کا استقبال اور اس کی تعظیم کر رہا ہے۔

گنیشا، حسین خاں اور بدری ناتھ تین گلاب دان لاتے اور سب مہمان اور ٹھگوں پر گلاب کا چھڑکاؤ کرتے ہیں —

اسماعیل اُٹھ کر مجمع سے خطاب کرتا ہے:

اسماعیل سردارو۔ سورماؤ اور بھائیو۔ میں آپ کا احسان مند ہوں کہ اس مبارک سمے آپ دور دراز مقامات سے آئے اور دسہرہ کے تہوار میں یہاں جمع ہوئے ....

ہماری جماعت کا نیم رہا کہ سردار کی زندگی میں سردار مقرر ہو۔ میری جماعت کے سب سورما اب بوڑھے ہو چکے ہیں یا لوٹ رہے ہیں اس لئے میں نے امیر علی کو بیٹے کر کے...

تلوار بھالا! برچھا چلانے خنجر مارنے ہر فن میں طاق بنایا ہے وہ بھبھوت ہے تو شتی ہے اور سوڈہ بھی، آج ہم میں سے کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا!

سب: واہ واہ...

اسماعیل: پھندا مارنے میں اس کا جواب نہیں۔ میں نے اسے اپنا جانشین بنانا چاہا تو کچھ بات نکلی ہے۔ میں نے شگون لیا جو ہمارا وطیرہ ہے تو شگون آدم خور شیر کو مارنے کا نکلا۔ میں نے تصفیہ کیا کہ اُس آدم خور شیر کو جس نے شیوپور میں ادھم مچائی تھی، جو سورما بھی ماریگا اس کو اپنا جانشین بناؤنگا۔

سب: تعریف کی بات ہے اور حیرت کی بھی!

اسماعیل: میں سینہ تان کر کہہ سکتا ہوں کہ میرے بیٹے نے بھری سبھا میں شیر کو مارنے کا بیڑا اٹھایا۔

بدری: امیر علی۔

سب: زندہ باد۔

اسماعیل: چنانچہ امیر نے شیر کو مار کر میرا سر اونچا کر دیا ہے یہ اسی شیر کا منڈا ہے (اشارہ کر کے بتاتا ہے) آج میں اس بھری سبھا میں اپنا تعویذ اس کے گلے میں باندھتا ہوں۔ امیر.........

(امیر اٹھ کر باپ کے قریب جاتا ہے تو اسماعیل اپنے گلے سے تعویذ اتار کر امیر کے گلے میں باندھتا ہے)۔

آج اس کے ریشمی رومال میں بجائے پتھر کے ٹکڑوں کے یہ چاندی کے ٹکڑے باندھتا ہوں.........

(رومال کے چھور میں چاندی باندھ کر امیر کی کمر میں رومال باندھ دیتا ہے)

بدری دیوی بھوانی کی۔

سب جے___

اسماعیل حسین خاں سرداری کا ہار۔

حسین حاضر___ سردارو___

(چار سردار اٹھتے ہیں اور سب ہار ایک دوسرے کے ہاتھ میں نیکر دیتے ہیں اور آخر میں حسین خاں ہار اسماعیل کو دیتا ہے۔ اسماعیل امیر کے گلے میں ہار ڈالتا ہے اور چونکہ وہ ننگے سر ہے اس لئے مسند پر رکھی ہوئی طرہ دار پگڑی امیر علی کے سر پر رکھتا ہے)

بدری ٹھگوں کے ویر امیر علی ٹھگ جمعدار کی۔

سب جے۔ (اسماعیل کا اشارہ پاکر امیر مسند پر بیٹھتا ہے)

بدری (اسماعیل کے کان میں کچھ کہتا ہے) جمعدار۔

اسماعیل (اٹھ کر) سردارو اور سورماؤ۔ میں باندہ اور بنارس کے سردار سردار حرمت اور سردار گلاب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ وہ نہ صرف آئے بلکہ اپنے ساتھ ڈیرے دار ٹانڈا بھی لائے ہیں۔ حسین خاں مٹھائی تقسیم کرواؤ۔

بدری بہتر ہے باندہ بنارس کے ٹانڈے والیاں ڈیرہ دار اپنا ناچ شروع کریں۔

(دس بارہ ناچنے والیاں پشواز پہنی پاؤں میں گھونگرو

باندھی ہوئیں ناچ شروع کرتی ہیں اکھاڑے میں رنگ جما ہے
امیر علی اٹھ کر باپ کے گلے ملتا ہے اور بیٹھ جاتا ہے)

اسماعیل — ہاں سردارو! آنے والے سرداروں کا امیر شکر گذار ہے۔

ناچ

آئی آئی بسنت بہار، لائی پُروا یُون پھوار
رنگین گگن، رنگین چمن رنگین دھنک کا ہالہ
پنک پکھیرو بھانت بھانت کے گاتے گیت نرالا (۲)
جُگ جُگ جیئے سردار جگت میں بانکی چتون والا
گھن گھن گھن مِردنگ باجے باجے بین ستار
جھُنک جھُنک پائل باجے ڈولے سب نرنار
من کو بھاتی رُت ہے آئی پریم پیت کی مالا
جُگ جُگ جیئے سردار جگت میں بانکی چتون والا

(ناچنے والیاں اکھاڑے سے سرک جاتی ہیں، اسماعیل امیر کو اشارہ کرتا ہے تو امیر سب کو اشرفیاں انعام دیتا ہے، سب انعام لے کر ایک طرف کو جاتی ہیں)

اسماعیل — سردارو آنے والے مہمان سرداروں سے کچھ اچھی باتیں معلوم ہوئی ہیں۔ کہتے ہیں دلی میں آفت آئی ہے عبدالقادر روہیلہ نے شاہ عالم بادشاہ کی آنکھیں نکال لیں اور بڑا خزانہ لوٹا ہے گینشا اس کی خبر میں گے۔

گینشا — یوروپ میں پرستان کی پری۔

حرمت — پرستان نہیں پیرس کی شہزادی۔

اسماعیل — ہاں پیرس کے بادشاہ کو قتل کر دیا گیا ہے وہاں کی رانی کے سر کے بال دو دن میں سفید ہو گئے ہیں۔ فرانس انگریزوں کا دشمن ہے اس لئے اب فرنگی لوگوں کی ہندوستان میں خیر نہیں! پنڈاری اور چیتو ان کے خلاف کام کرنے کی سوچ رہے ہیں۔

حرمت — سنا ہے جس شہزادی کا آپنے نام لیا وہ قتل کر دی گئی اس کی لاش کھنڈر پہ ڈالدی گئی تو رعایا کو ڈاکرکٹ اس پر ڈالی رہی تھی۔

اسماعیل — ہندوستان میں نہ رعایا رہی نہ راعی، گویا گنگا بہہ رہی ہے تو ہمارا کام ہے کہ ہاتھ دھوکر پیچھے پڑ جائیں۔ اس لئے امیر علی کو دکن کا رخ کرنا چاہئے۔ ان کو اختیار ہے اپنا تبر اپنے نائب کے ہاتھ دیں۔

امیر علی — بزرگو سردارو اور سورماؤ میں آپ سب کے سامنے یہ مقدس تبر [کلہاڑا بانس کی انی سے نکال کر بدری کو دیتا ہے بدری تبر سنبھال لیتا ہے اور باادب کھڑا ہو جاتا ہے (جس پر پھول چڑھے ہیں)] .... آج سے بدری ناتھ کو اپنی جماعت کا سوڈھی سردار مقرر کرتا ہوں۔

بدری — شکریہ جمعدار۔

امیر — پھندا مارنے والوں میں چاچا حسین خاں، چاچا بینی سنگھ اور غوث خاں کو بھٹوٹ سردار اور پیر خاں غفور خاں کو لوگھی سردار، مقرر کرتا ہوں۔ جب بھی موقع ملے ہم دکن روانہ ہونگے۔ اس لئے چاہتا ہوں کہ میری جماعت کے ساتھ سورما حلف اٹھائیں۔ بدری........

بدری — بولو —— ہمارے مقدس تبر کی قسم (سب بدری کے الفاظ دہراتے ہیں)

(۱) ہم مالداروں ظالموں کو لوٹیں گے غریبوں کی مدد کرینگے۔

(۲) ہم لنگڑے لولے اپاہج، دھوبی، سنار حجام کو نہیں مارینگے۔

(۳) ہم زنا نہیں کرینگے، جھوٹ نہیں بولیں گے۔ عورت کو جماعت میں شریک نہیں کرینگے۔

(۴) ہم آپس میں ایک دوسرے سرداکو دھوکا نہیں دینگے، ہندو مسلم ملکر رہیں گے، مذہب کو بیچ میں نہیں لائیں گے اور ہم اپنے گھروں سے چھ ماہ سے زیادہ مدت تک باہر نہیں رہیں گے۔

(۵) ہم مال غنیمت میں سب کو چاہے کوئی شہزور ہو یا کمزور برابر کا حصہ دینگے۔ سردار کا آٹھواں حصہ ہوگا۔ دیوی بھوانی ہماری مدد کرے پالنے والا۔

سب — بہت بڑا ہے۔ (منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۱۳

حجرہ

۱۸۰۵ء "امیر علی اور اسماعیل کی رازدارانہ گفتگو" سے حروف غائب ہیں ۱۸۰۵ء

چھوٹے سے کمرے میں دو چار مونڈھے رکھے ہیں اسماعیل بیٹھا پان کھا رہا ہے سامنے پاندان رکھا ہے اور بازو اُگالدان امیر علی داخل ہوتا ہے۔

اسماعیل — آؤ بیٹے۔ کیا حسرت چلا گیا؟

امیر — جی ہاں وہ اور گنیشا راجستھان ہوتے ہوئے ساگر جائینگے۔ بابا سنا ہے چاروں طرف شورش ہی شورش ہے۔ لوٹ مار کا

بازار گرم ہے۔

اسمٰعیل جب ہی تو برسوں سے کہتا چلا آیا ہوں کہ گنگا بہہ رہی ہے۔

امیر اب ہم دکن کا رخ کریں تو مناسب ہوگا کل دسہرہ ہے۔

اسمٰعیل درست فیصلہ ہے تمہارا وہاں نیا بادشاہ تخت پر بیٹھا ہے۔ سُنا ہے ولایت سے انگور کا نیا پانی آیا ہے، وہاں کا پانی.... بہت طاقت ور ہوتا ہے۔ اس کے پہلے بھی میں حیدر آباد ہو آیا ہوں پٹن چرو میں میرا دوست رہتا ہے وہ بھی ٹھگ ہے۔

امیر تو میں کل کوچ کا حکم دیتا ہوں۔

اسمٰعیل ٹھیک ہے۔ مگر یاد رکھو ٹھگوں کے ساتھ شگون ضرور لینا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ شیر۔ اُلو۔ گدھے کتے اور فاختہ کی کرخت آواز بہت راس آتی ہے اور چیل۔ مینا۔ بلی اور ہاتھی کی ملائم آواز راس نہیں آتی اس کا اندازہ آواز پر سے لگانا۔ گدھے کی رینکنے کی آواز بہت راس آتی ہے۔ دھیان لگا کر شگون لو تو دل گواہی دینے لگتا ہے کہ سفر پہ جانے کیلئے ساعت نیک ہے یا بد حالانکہ یہ سب جاہلوں کو ٹھگ بنانے کے گُر ہیں۔ ان کی ہاں میں ہاں ملانے سے ہی کام بنتا ہے لیکن یہ راز ان پر ظاہر نہ کرنا۔ جاؤ۔ کل کے کوچ کا انتظام کرو ویسے بھی ہاتھ خالی ہے......

امیر بہت اچھا۔

اسمٰعیل امیر تمہارے پھندا مارنے کا انداز عجیب ہے انسان کی آنکھ کے ڈھیلے نکل آتے ہیں۔ یاد رکھو ان آنکھوں کی طرف ہرگز نہ دیکھنا۔

امیر جی۔ (امیر جاتا ہے)

اسمٰعیل (اپنے آپ سے) یہ تو اُستادوں کا بھی اُستاد نکلا!

(منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر ۱۴ **سڑک**

چالیس پچاس گھڑ سواروں کا قافلہ گذر رہا ہے گھوڑے سرپٹ دوڑ رہے ہیں جن میں اسمٰعیل، امیر علی۔ بھینی، حسین خاں، پیر خاں، بدری، غفور خاں۔ للو۔ فیروز خاں اور دلدار خاں، دیگر گونگے بہرے ٹھگ شامل ہیں۔ قافلہ دور اور کبھی نزدیک سے دوڑتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ گھوڑوں پر گھڑ سوار کے ساتھ دیگر سامان بھی لدا ہے۔ امیر علی کا گھوڑا آگے آگے ہے ــــــ

منظر ۱۵ **ناگپور میں سونے چاندی کی ٹکسال**

ناگپور میں سونے چاندی کے بازار میں بڑی ہلچل ہے۔ امیر علی قیمتی لباس میں ملبوس نوابی ٹھاٹھ سے بازار سے گذر رہا ہے، آگے پیچھے چار مصاحب ہیں۔ بدری بڑھو ہٹو کی آواز لگا رہا ہے، نواب صاحب کا تزک و احتشام قابل دید ہے، ہجوم اس چھوٹے سے قافلہ کو آنکھیں پھاڑ کر دیکھ رہا ہے۔ نواب صاحب کے پیچھے مشکی گھوڑا ہے جس کی لگام للو تھاما ہوا ہے اور دوسرے گھڑ سوار اپنے اپنے گھوڑوں کی لگام تھامے ہیں۔ قافلہ

اندرمل کی دوکان پر آکر رک جاتا ہے۔ جونہی حسین خاں دوکان کی طرف بڑھتا ہے بدری با ادب نواب صاحب کو دوکان میں چلنے کا اشارہ کرتا ہے نواب صاحب کو دوکان کی طرف مڑتا دیکھ کر اندرمل آگے بڑھ کر نواب صاحب کا استقبال کرتا ہے۔

اندر: آئیے پدھارئیے حضور! یہ اپنے بھاگ ہیں کہ آپ آئے۔

بدری: نواب صاحب بندیل کھنڈ۔

اندر: نمستے حضور۔ (امیر صرف ہاتھ اٹھاتا ہے)

بدری: آپ کا شبھ نام سیٹھ جی۔

اندر: جی بازار میں سب اندرمل کہتے ہیں خادم کو۔

بدری: اندرمل جی ہمارے حضور کی شادی ہے دھوم سے ہوگی، قیمتی سے قیمتی جواہرات دکھائیے۔ دیکھئے حضور انکھور رکھتے ہیں۔

اندر: کیا کہنے کیا کہنے۔ بارات کہاں جائیگی؟

بدری: جی ریاست نظام حیدرآباد دکن۔

اندر: تو حضور ان سے ملئے یہ بھی جوہری ہیں حیدرآباد جارہے ہیں، اور ہمارے کارندے بھی ہیں، ہم سب ان کو ساہوکار کے نام سے پکارتے ہیں۔

ساہوکار: حضور جب سیٹھ جی نے بتا ہی دیا ہے تو عرض کروں دراصل میں بھی جواہرات کا کاروبار کرتا ہوں اپنا اور سیٹھ جی کا مال ایک ساتھ لیکر نکلتا ہوں سیٹھ جی بھی ساتھ ہوتے ہیں، اب کے ہم حیدرآباد اس لئے جارہے ہیں کہ نواب سکندر جاہ بہادر کے دربار میں میرا بھائی اچھے عہدہ پر مامور ہے' اس نے کہلوایا ہے

کہ قیمتی جواہرات لیکر جائیں۔

امیر — حسین خاں۔

حسین — حضور۔ ارشاد۔

امیر — ایسا کرتے ہیں۔ (سیٹھ سے) سیٹھ جی آپ اپنا جس قدر بھی مال ہے ان کے ساتھ دے دیجئے جس قدر حضور نظام خرید لیویں لے لیں جو بچ رہیگا وہ ہم خرید کرینگے۔ بھاؤ تاؤ وہاں جو ہوگا وہ دینگے۔ آپ کے قافلہ میں سوار کتنے ہونگے؟

ساہوکار — آج ہی یابوٹٹو اور گھوڑوں کا انتظام کیا ہے اٹھارہ گھوڑے بھاڑے کے ہیں۔

امیر — مال کتنے کا ہوگا؟

ساہوکار — میرا اور سیٹھ جی کا ملا کر کوئی پچاس ہزار کا ہوگا۔

اندر — بالکل بالکل۔

امیر — بدری ناتھ۔

بدری — حضور۔

امیر — ہمارے پاس بہت سامان ہے اگر ان کا قافلہ بھی ہمارے ساتھ ہو جائے تو۔

بدری — نہیں حضور ہم تو کل صبح روانہ ہونگے کیا جانے یہ کب جانیوالے ہیں۔

اندر — ساہوکار — کیوں نہ ہم بھی نواب صاحب کے ساتھ۔۔۔۔

ساہوکار — ٹھیک ہے اس سے بڑھکر اور کیا بات ہوگی قیمتی سامان کی حفاظت ہو جائیگی — چلئے میں تیار ہوں۔

امیر — تو پھر آپ لوگ ہمارے کمپو آ جائیں، ہم باباحیات ولی اللہ کی زیارت کرتے ہوئے منگلور سے حیدرآباد جائیں گے۔

(اسی وقت ایک پالکی آکر دوکان کے سامنے
رکتی ہے جس کے اندر سے ایک بوڑھیا اور
منی جان بنارسی اترتی ہیں اور قریب آکر
سب کو مجرا عرض کرتی ہیں)

منی — سیٹھ جی۔ میرا اہار؟
ساہوکار — ارے منی جان خوب آئیں۔ نواب صاحب کی خدمت میں مجرا ادا کرو۔
منی — آداب حضور والا۔
ساہوکار — حضور یہ ہیں منی جان بنارس والی، یہاں ایک شادی کی تقریب... میں آئی ہیں۔ خوب گاتی ہیں۔
امیر — اچھا کب آئیں تم؟
منی — ہم ساہوکار کے ساتھ ہی آئے ہیں۔
امیر — بنارس کب جاؤ گی؟
منی — یہاں ناگپور کے بڑے نواب صاحب کی صاحبزادی کی شادی ہے۔
امیر — آج مجرا تو نہیں وہاں؟
منی — نہیں۔
ساہوکار — تو حضور کیوں نہ آج کی رات حضور کے کیمپ میں ان کا گانا ہو جائے یہ تو نواب لوگوں کا مشغلہ ہے۔
امیر — کیوں حسین خاں!
حسین — جو حکم۔
امیر — تو سیٹھ جی اور ساہوکار صاحب آپ ایسا کیجئے آپ کا سامان زر جواہر مال اسباب سب لا لیجئے اور ساتھ ان کو بھی لیتے آیئے۔

شربت خوری ہوگی پھر کچھ راگ رنگ۔ دل بہل جائے گا۔

بدری　سفر کی تھکان بھی دور ہو جائیگی۔

امیر　اچھا، تو ہم چلے۔

للو　بھائی ہٹو آگے بڑھو، راستہ دو۔

(منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر ۱۶　**خیمہ**

خیمہ میں بہت سا سامان جواہرات اور موتیوں کے ہار طبقوں میں دھرے ہیں۔ امیر اور دیگر ٹھگ بسا ہوکار اور سیٹھ پرکھ رہے ہیں، اسماعیل ایک ایک چیز کو دیکھ کر حیران ہوتا ہے۔

امیر　خوب بہت اچھا مال ہے۔ بندھوا لیجئے۔

للو　حضور۔ بائی جی بنارس والی.

امیر　وہ آگئیں بٹھاؤ انہیں شامیانے میں ہم ابھی آتے ہیں۔

(منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر ۱۷　**شامیانہ**

بہت بڑا شامیانہ تنا ہے۔ سفید فرش تنا تو ہے لگے ہوئے گاؤ تکئے بہت سے ٹھگ تکیوں سے لگے بیٹھے ہیں۔ سامنے کی چار پانچ نشستیں خالی ہیں۔ سازندے اور منی جان اور اس کی ماں بیٹھی ہیں۔

بدری　(آواز دیتا ہے) نواب صاحب!

(سب اُٹھ جاتے ہیں منّی مجرا بجا لاتی ہے،
سازندے جھک کر سلام کرتے ہیں۔ نواب صاحب
(امیر) سب کا سلام لیکر آگے بڑھتے اور اپنی
نشست پر بیٹھ جاتے ہیں)
سازندے ساز شروع کرتے ہیں۔ منّی جان
رقص کے ساتھ گاتی ہے:۔

(مور کا ناچ)

گانا (۴)

حسنِ کامل کی بات کیا کہئے　　اور حاصل کی بات کیا کہئے
صرف آنکھوں کی بات تھی لیکن　　دلِ بسمل کی بات کیا کہئے
آنکھ پھیرے بھی تو کہیں جاکر　　ان کی محفل کی بات کیا کہئے

جس کے منہ میں زباں نہیں ہے قمر
ایسے قاتل کی بات کیا کہئے

امیر　　خوب۔ خوب! (موتی کا ہار پھینکتے ہیں۔ منّی جھیل کر آداب
بجالاتی ہے)۔

(منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر ۱۸　　سڑک

۱۸ گھڑ سوار کا قافلہ، گذر رہا ہے جن میں ساہوکار اور
اندر مل دکھائی دیتے ہیں ــــــ اندر مل ہوادار میں بیٹھا ہے،
بہت سا سامان اس کے ساتھ ہے آٹھ کہار ہوادار اٹھائے ہوئے ہیں،

منظر ۱۹ باباحیات قلندر کی درگاہ

اسماعیل۔ امیر حسین خاں۔ فیروز خاں۔ پیر خاں۔
للو۔ ساہوکار اور بہت سے ٹھگ زیارت سے فارغ ہوکر
درگاہ کے دروازے سے گذر رہے ہیں۔ دروازے پر پانچ
سات فقیر کھڑے ہیں سب کو امیر خیرات دیتا ہے۔ قافلہ
کچھ آگے بڑھتا ہے کہ ایک شخص ساہوکار کے قریب جاکر کچھ کہتا ہے۔

ساہوکار حضور، آپ چلیں۔ میں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔ (قافلہ آگے بڑھتا ہے۔ ساہوکار پلٹ کر درگاہ کی طرف جاتا ہے امیر مڑکر ساہوکار کو جاتا ہوا دیکھتا ہے)۔ (منظر کٹتا ہے)

منظر ۲۰ درگاہ کا صحن

درگاہ کا مجاور ساہوکار کو دیکھ کر اس کے قریب آتا ہے۔

مجاور معاف کیجئے میں نے تکلیف دی۔

ساہوکار فرمائیے۔

مجاور آپ سے جان پہچان ہے تو بلا بھیجا۔

ساہوکار کہئیے میں کیا خدمت کروں۔

مجاور ہماری نہیں آپ اپنی خدمت کرلیں، آج تک میں کسی بندیل کھنڈ کے نواب کا نام نہیں سنا، مجھے شبہ ہے کہ آپ جن کے ساتھ ہیں وہ مجھے خطرناک لوگ معلوم ہوتے ہیں، اور آپ نے کہا ہے کہ

آپ کے ساتھ پچاس ساٹھ ہزار کا مال ہے، ہو سکتا ہے یہ لوگ بھیس بدل کر جا رہے ہوں۔

ساہوکار: میرے مال سے بڑھ کر اندر مل کا مال ہے اس نے کہا بھی کہ بھائی کہیں یہ دھوکا تو نہیں! اب میرا دل بھی دھڑک رہا ہے۔

مجاور: درگاہ کے صدقے، ماتھا تب ہی ٹھنکتا ہے جب خطرہ ہوتا ہے۔

ساہوکار: آپ کا شکریہ مجاور صاحب۔ یہ لیجئے (کچھ روپیہ دیتا ہے)

مجاور: اس کی کیا ضرورت ہے بھائی، آپ کافی نذر دے چکے ہیں اور ثواب کے باپ بھی دئے ہیں۔ خیر — ہوشیار رہیے ان سے۔

ساہوکار: شکریہ — (مصافحہ کرتا ہے۔ منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۲۱، حسین خاں، ساہوکار کے پیچھے پیچھے جا رہا ہے ●

(منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۲۲ — شامیانہ

حسین خاں، پیر خاں، بدری اور امیر گفتگو کر رہے ہیں قریب پڑے لگی پلنگڑی پر اسماعیل نیند کے مزے لے رہا ہے۔

حسین: اس مجاور کے بچے نے بھگا دیا ہے شکار کو۔

امیر: بہت بڑا اسامی ہاتھ سے جا رہا ہے، کہتا ہے دو دن درگاہ میں ٹھیریگا۔

بدری: سیٹھ اندر مل نے کیا کہا؟

امیر: اصل آدمی وہی ہے شاید اس کو بھی ساہوکار نے بہکایا ہے، وہ کچھ بول نہیں رہا۔

بدری: کوئی بات نہیں جمعدار، وہ ہمارے ساتھ چلیں گے اور گجروم چلیں گے،

دیکھ لینا ۔ (بدری جاتا ہے منظر بدلتا ہے)

منظر ۲۳ **سڑک**

(بدری اندر کے کہار سے ملکر دریافت کرتا ہے)

بدری: ارے بھائی اندرمل جی کے کہار ہو نا... تم؟

کہار: جی ہاں مائی باپ۔

بدری: سیٹھ جی کہاں ہیں؟

کہار: ندی کے کنارے سوریہ دیو کی پوجا میں لگے ہیں، میں وہیں سے آ رہا ہوں۔

بدری: ٹھیک ہے ـــــــ (منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۲۴ **ندی کا کنارہ**

ندی کے کنارے، پانی میں سیٹھ اندرمل کھڑا ہاتھ جوڑے سورج کی طرف منہہ کئے دھیان میں لگا ہے آنکھیں بند ہیں ـــ اس کے کچھ ہی قریب ایک سادھو بوڑھا آتا ہے اور آواز لگاتا ہے۔

سادھو: نمو نمو نمو سیوائے ۔ ہرے ہرے۔ ...

(سیٹھ اندرمل سادھو کے قریب جاتا ہے، اور ہاتھ جوڑ کر نمسکار کرتا ہوا کھڑا ہو جاتا ہے ننگ دھڑنگ سادھو جسم پہ بھبوتی ملے ہوا۔ جٹا دھاری گلے میں رُدرکھشوں کی مالا رُدرکھشوں کے بازو بند آنکھ پھاڑ کر دیکھتا اور غصہ ہوتا ہے۔)

اندرجل — بابا ـــــ (کچھ دان دینا چاہتا ہے)

سادھو — ٹوٹ جائیں تیرے ہاتھ۔ ڈال لے جیب میں مورکھ ہم کو آزماتا ہے!
تیرا پیسہ نہیں چاہیئے۔

اندر — چھما مہاراج۔ بھول ہوگئی۔ دل کچھ پریشان ہو رہا تو
چرنوں میں آسن لینے آگیا۔

سادھو — شش ـــ دیوار کے ڈر کا من کہیں بیچ بیٹھا
پریشانی کیسی! اپنے ہاتھوں سے اپنا نشٹ کر رہا ہے۔ ہاتھ
آئی لکشمی کو ٹھکرا کر واپس جانا چاہتا ہے؟

اندر — مہاراج!

سادھو — مہاراج کا بچہ۔ جا بھگوان تیرا کلیان کرینگے جو آشا من میں
لیکر آیا ہے وہ پھل ہوگی جس پر وشواس کیا ہے اس کو جانے
نہ دے۔ دکھشن کی طرف جا اور گجرزم اسی کے ساتھ چل
وشواس رکھ۔ دکن کے راجہ کے دربار سے مالا مال ہو جائیگا۔
شیو شمبھو۔ اندر کی کامنا پوری ہو۔ سور سے دیو ـــــ

اندر — دھنیے ہو مہاراج۔ (سادھو کے قدموں میں گر جاتا ہے
سادھو اس کے سر پر ہاتھ رکھتا ہے)

(منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۲۵

جنگل کی سڑک

منہ اندھیرے۔ گھڑ سوار اور ہوادار کا بیچ قافلہ خراماں
خراماں رواں ہو رہا ہے دفعتاً امیر علی آواز دیتا ہے:۔۔

امیر — پیرخاں آگے بڑھ کر دیکھنا کہ بنج کدھر ہے، راستہ صاف ہے کہ نہیں اور پانی۔ تاکہ دوپہر کا پڑاؤ وہیں ڈالیں جہاں پانی ملے۔

پیرخاں — فیروزخاں ـــــ (سات آٹھ گھڑسوار قافلے سے نکل کر آگے بڑھ جاتے ہیں اور بہت تیزی سے آگے نکل جاتے ہیں، امیر ہوادار کی طرف جاکر اندر اور ساہوکار سے ہمکلام ہوتا ہے)

اندر — کیا بات ہے نواب صاحب!

امیر — ہم تو ٹھنڈے ٹھنڈے چلیں گے ہی آدمیوں کو آگے دوڑایا ہے کہ پانی کی جگہ پڑاؤ کا انتظام کریں تاکہ دوپہر کو کچھ دیر ستالیں

اندر — ٹھیک ہے۔ آپ فکر نہ کیجئے بھگوان کی دیا سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔

(امیر گھوڑا آگے بڑھاتا ہے، منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۲۶ — لبِ سڑک

فیروزخاں لبِ سڑک کھڑا ہاتھ کا اشارہ کرتا ہے۔ قافلہ رک جاتا ہے۔

امیر — بھیل منجی؟

فیروز — منجی۔ (ساتھ ہی اندر کے قافلہ کے ہر آدمی کے قریب امیر کے دو، دو آدمی رومال لئے اپنے اپنے گھوڑے سے اُترتے ہیں۔ ہوادار رک جاتی ہے۔ توکہاروں کو بھی دو، دو ٹھگ گھیر لیتے ہیں۔)

اندر — کیا بات ہے نواب صاحب!!

(امیر حسین خاں کے ساتھ رومال لیا ہوا ساہوکار کے طرف جاتا ہے)

امیر — سیٹھ جی سورج سر پر آیا ہے۔ ہم یہیں پڑاؤ ڈالیں گے نزدیک جاکر اچھی جگہ چن لی گئی ہے۔ دوستو، "تنباکو لاؤ"

(ایک ساتھ سب کے رومال اندر اور ساہوکار سمیت سب کی گردنوں میں پڑتے اور پھندے اپنا کام کرجاتے ہیں)

(منظر پھیلتا ہے)

فیروز خاں — گوپال جلدی سے لاشیں اٹھاؤ، پیٹ چاک کرکے کوڑے دھنسا دو اور بھیل میں ڈالدو تاکہ زمین ابھرنے نہ پائے۔

گوپال — جئے بھوانی ——————

(منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۲۷

بھیل (گڈھا)

بہت بڑا کھڈ کھدا ہے اس میں ساری لاشیں ڈالدی گئی ہیں سب ٹھگ ملکر پھاوڑوں سے مٹی ڈالتے اور زمین کو ہموار کردیتے ہیں ………

فیروز — چلو، چولھے یہیں لگادو۔ بڑے بڑے پتھر لائے جاتے ہیں، تین تین پتھر رکھ کر چولھے قائم کئے جاتے ہیں، گونگے ٹھگ بڑے بڑے برتن بھانڈے لاتے ہیں فیروز گونگے ٹھگ کو اشارہ کرتا ہے کہ لکڑی لگاکر آگ دہکا دے برتن چولھوں پر چڑھائے جاتے ہیں)

(منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر ۲۸ **سڑک**

امیر کا قافلہ تیزی سے گذر رہا ہے، امیر دور مینار دیکھ کر آواز دیتا ہے :-

امیر — پیر خاں، شائد عید گاہ کے مینار ہیں۔

پیر — جمعدار یہ حیدرآباد کی سرحدیں داخل ہو رہے ہیں شائد کوئی قصبہ ہے۔

(منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۲۹ **عید گاہ کا میدان (عمر کھیڑ)**

(امیر کا قافلہ میدان میں آتا ہے۔ دو چرواہے کچی املی کھاتے ہوئے سواروں کے قریب آتے ہیں۔)

فیروز — کہو بھائی اس گاؤں کا نام کیا ہے ؟

ایک لڑکا — عمر کھیڑ۔

فیروز — جمعدار یہی تو عمر کھیڑ ہے۔

پیر خاں — یہاں سے پٹن چرو نزدیک ہے کیا ؟

لڑکا — اجی وہ تو حیدرآباد سے بھی بہت دور ہے۔

فیروز — کیوں پیر خاں پٹن چرو کی کیا بات ہے ؟

پیر خاں — بھائی وہاں کا پٹیل تو گنیشا کا خاص دوست اور اپنا آدمی ہے۔

(منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۳۰

بدری کی راؤٹی

بدری اپنی راؤٹی میں ایک طرف کو بیٹھا روٹی کھا رہا ہے
سامنے ایک سینی میں دو سیر آٹے کی روٹیاں دھری ہیں۔
دوسری جانب پتیلی میں سبزی ہے اور لوٹا بھر دودھ۔
وہ بے طرح چبا چبا کر روٹی کھا رہا ہے۔ امیر داخل ہوتا ہے۔

امیر — بدری۔

بدری — آؤ سرکار روٹی حاضر ہے۔

امیر — بسم اللہ۔ خدا سب کو تمہاری بھوک دے پورے دو سیر آٹے کی روٹیاں پاؤ سیر گھی کی بنی، پتیلی میں سبزی اور لوٹا بھر دودھ۔ جانے یہ سب کیسے ہضم کر لیتے ہو بابا

بدری — رات اور دن میں ایک وقت تو کھاتا ہوں ہاں سورج ڈھلتے ڈھلتے چار سیب اور چھ کیلے کی گنجائش رہتی ہے اور صبح صرف حریرہ۔

امیر — واہ کیا حرارت ہے۔ جلدی سے جاؤ اور پتہ لگاؤ کہ یہ عمرکھیڑ کا نواب کون ہے، کیسا ہے۔ سنا ہے بڑا ہی مالدار ہے کہتے ہیں صوبہ دار ہے۔

بدری — (دودھ کا لوٹا خالی کر کے) اماں (ہنس کر) کیا بات کہی ہے اماں اتنا نہیں جانتے وہ نظام ہی تو ہے۔

امیر — ارے بھائی نظام تو رہے چار مینار حیدرآباد یہاں کا صوبہ دار ہے اس کا نام ہے حسین یار جنگ۔ فوج کا صوبہ دار ——

بدری — واہ حسین یار جنگ شاید بہت حسین ہو گا۔

امیر — سیدھے جاؤ چاؤڑی وہاں حسین خاں بینی چاچا اور فیروز خاں (بیر خاں)۔ غوث خاں پہنچ چکے ہیں کہنا پورے زر جواہر دکھادیں اور جو چُنگی مانگیں دیدیں تاکہ بُندیل کھنڈ کے تاجر کی دھاک بیٹھ جائے! اور ہاں نواب سے ملاقات کا انتظام کئے بغیر واپس نہ لوٹنا، سنا تم نے۔

بدری — یہ آپ مجھ سے کہہ رہے ہیں (چُٹکی بجاکر) ابھی چلا اور یوں آیا۔

(منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۲۱ — کوتوالی کا ناکہ (عمر کھیڑ)

ایک کشادہ کمرہ میں دو چار مونڈھے رکھے ہیں، اس کے سامنے اونچے سے چبوترے پر سفید گدیاں بچھی ہیں، ان سے دو گاؤ تکئے لگے ہیں گدّی پر ایک معمر آدمی سرکاری وردی پہنے بیٹھا ہے۔ بدری کو داخل ہوتا دیکھکر حسین خاں، غوث خاں، بینی سنگھ اور بیر خاں جو مونڈھوں پہ بیٹھے تھے تعظیم کو اٹھ جاتے ہیں جیسے ان کا کوئی افسر آیا ہو۔

بینی — آئیے آئیے بدری ناتھ جی۔ مالک، یہ ہمارے تاجر بُندیل کھنڈ کے خاص کارندے ہیں۔

کوتوال — بیٹھئے۔

(بدری کوتوال کو آداب کر کے ایک مونڈھے پر بیٹھتا ہے تو سب اپنی اپنی نشست پر بیٹھ جاتے ہیں)

بدری — آداب عرض ہے حضور۔

کوتوال — آداب عرض ہے، بندگی کہئیے؟

بدری — کیا مال دکھا دیا گیا —؟

کوتوال — جی ہاں ایک سو پچاس روپیہ چنگی وصول کرلی گئی۔ منشی جی۔

منشی — جی سرکار۔

کوتوال — بھائی تاجر صاحب کا آدمی پر آدمی آرہا ہے۔ رسید دیدو۔

بدری — میں رسید کے لئے نہیں حضور۔ حاضر اس لئے ہوا ہوں کہ ہمارے تاجر صاحب نواب حسین یار جنگ بہادر صوبہ دار سے ملنا چاہتے ہیں تاکہ نذر پیش کرسکیں۔ اس لئے عرض ہے کہ ملاقات کا بندوبست... (پانچ اشرفیاں پیش کرتا ہے)

کوتوال — اوہو، اشرفیاں اور پانچ، سمجھئے انتظام ہوگیا۔

بدری — جی!

کوتوال — عشا کے بعد سرکار برآمد ہوتے ہیں، تاجر صاحب سے کہیں وہ تشریف لائیں، اسی وقت ملاقات ہوجائیگی۔

بدری — نوازش ہے۔

لالہ — (ایک ادھیڑ عمر کا راجستھانی تاجر داخل ہوتا ہے) گھنٹوں پانی پڑ گیو گھنٹوں پانی بہ گیو۔ کیئں راجستھان کیئں دکن — اتی دور سے آویں اور یہاں ہمارو اپنے کو ٹھا و ہے نہ ٹھکان دو دو دن بیت گیو۔ کوتوال جی مارو ناک میں دم آگیو کیئں بولوں۔ بچاروں کا مال بیٹھری اوپر رات گجاری۔

کوتوال — تم پھر آگئے لالہ! تنگ کردیا تم نے۔ آخر یہ لوگ بھی تو

تاجر ہیں جانتے ہیں، عیدگاہ کے میدان میں پڑاؤ ہے ان کا اپنے مال کی آپ حفاظت کرتے ہیں ہم بھی ایسا کرلیتے۔

لالہ ہمیں کیئں معلوم تھا کہ نجام دکن میں کیئں ہوتا ہے۔ ایک سو روپیہ چنگی دی پھر بھی انتجام نیئں۔

بدری ارے لالہ یہ کوتوالی کی چاوڑی ہے تمہاری خالہ جان کا گھر نہیں ایسے بات کرتا ہے کوتوال صاحب جیسے اس کے نوکر ہیں۔

کوتوال کیا بات کہی ہے تاجر نے سن لیا نا؟ جاؤ جو جگہ ملی ہے وہی بہت ہے اب کوئی انتظام نہیں ہوسکتا۔ ایک نہیں دو نہیں ان کے سات آدمی ہیں۔ سامان کے گٹھے توبہ توبہ۔

بدری ہاں حضور، ہمارے تاجر صاحب انتظار کررہے ہوں گے ہم رات کو حاضر ہوتے ہیں۔

کوتوال بے فکر چلے آیئے۔ عشا کے بعد۔

(بدری لالہ کو آنکھ مارتا ہے اور ساتھ لیکر باہر نکلتا ہے)

بدری چلو لالہ کوتوال صاحب کو کام کرنے دو۔

لالہ چلوں۔ اور کیئں کروں۔

(منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر ۳۲ پیڑی (کھلی جگہ) لالہ کا مال پارچہ رکھا ہے چھ آدمی تمباکو پیتے بیٹھے ہیں۔

بدری بھلے آدمی۔ او ہو اس قدر مال!

لالہ — بھائی جی دیکھو بنارس کا مال ہے ڈھاکے کی ململ ہے، جڑاؤی زیور۔ چالیس ہجار کا مال ہے' سکندرآباد جانا ہے۔

بدری — سکندرآباد؟ یہ کدھر ہے؟

لالہ — ارے چار مینار سے چار میل پر!

بدری — کہو حیدرآباد جانا ہے' چار مینار بھی وہیں ہے نا۔

لالہ — ہاں جی۔

بدری — کیا عقل ماری گئی ہے جو اس بدمعاش کوتوال سے لڑ رہے تھے' کہتے ہیں اپنے آدمیوں سے تاجروں کا مال لوٹ کر اُلٹا ان کو بدنام کرکے نکال دیتا ہے۔ دو دن تو ٹھہرا دیتا ہے' تیسرے دن لوٹ لیتا ہے ——

لالہ — ہائے ہائے یہ کیسی سرکار کیئں کروں۔ چالیس ہجار کا مال ہے۔

بدری — اور پٹری سڑک پر۔ لالہ میرا کہا مانو سیدھے مال اٹھوا دو عیدگاہ کے میدان چلو ہم بھی تاجر ہیں مال لادے کوتوال کے کرتوت جان کر وہاں پڑاؤ ڈالے ہیں۔ ایک دو راؤٹیاں خالی کر دینگے رہ جانا دو دن کی تو بات ہے' پرسوں ہم بھی حیدرآباد جا رہے ہیں۔ ہمارے ساتھ چلے چلو۔ کیوں ہا

لالہ — دھنے ہو۔ اتنی کرپا کافی ہے۔

بدری — تو اٹھواؤ مال لے چلو۔ میرا مالک تو نہیں مانیگا لیکن میں اسے سمجھا لوں گا۔

لالہ — دھنے واد۔ دھنے واد۔

(منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر ۳۳ — **عید گاہ** — امیر علی کی راوٹیاں

لب سڑک چار گدھوں پر پارچہ کے گٹھے رکھے ہیں
باقی سامان سات راجستھانی سروں پر اٹھائے ہیں۔ ایک
گدھا اڑیل ہے تو بدری اس کی رسی کھینچ رہا ہے۔ پیچھے سے
لالہ آواز لگا رہا ہے۔ امیر علی راوٹی سے نکل کر یہ منظر
دیکھ رہا ہے۔ اس کے قریب مینی سنگھ اور حسین خاں کھڑے ہیں۔

لالہ — چل۔ چل۔ ابے چل۔

بدری — ارے پاؤں تو اٹھا بے گدھے۔

امیر — .... یہ کیا لدا پھندا ہے چاچا؟

حسین خاں — بنج۔

امیر — اچھا!؟ (قافلہ امیر کے قریب آتا ہے)

بدری — حضور —— یہ ہیں راجستھان کے لالہ۔
(لالہ ہاتھ جوڑ کر پرنام کرتا اور کچھ کہنا چاہتا ہے
بدری بولنے سے روک دیتا ہے)

لالہ — پرنام بابو —— دیکھئے۔

بدری — ششش (منہ پر انگلی رکھ کر چپ رہنے کو کہتا ہے)
مالک یہ بھی تاجر ہیں یہاں ان کو کوئی ٹھکانا نہیں ملا تو
ہمارے کیمپ آئے ہیں ہمارے ساتھ سکندر آباد جائیں گے۔

امیر — یہ بلا کہاں سے آئی یہاں کہاں جگہ ہے ان کے لئے
لیجاؤ! نہیں —— واپس جانے دو۔

لالہ — لیکن ....

بدری — تم چپ رہو جی، مالک بے پناہوں کو پناہ نہ ملے تو وہ کہاں جائیں گے سرکار بھی عجیب ہے یہاں کی، یہ بیچارے چالیس ہزار کا مال لیکر کہاں جائیں گے، لُٹ نہیں جائیں گے۔ میں اپنی راؤٹی میں رکھوا دیتا ہوں ان کا مال۔

امیر — یہ گدھے کس کے ہیں؟

لالہ — یہاں کے دھوبیوں کے، وہ بھی تو ساتھ ہیں۔

امیر — تم آئے کیسے؟

لالہ — بنڈیوں میں۔

امیر — تو کیا سکندر آباد تک گدھوں پر لیجائیں گے مال۔

لالہ — جی نہیں یہاں سے بنڈیاں کروں گا۔

امیر — بدری اچھی بات ہے، گدھوں کو فوراً واپس کرو دھوبیوں کے ساتھ۔

لالہ — جو حکم حضور۔ راتوں رات کا نج ہے بھیل منجی کو کھلا میدان ہے تیسرے دن یہ بھی ہمارے ساتھ حیدر آباد چلیں گے۔

امیر — کیوں چاچا؟

حسین — ٹھیک ہے حضور۔

امیر — ہمیں صوبہ دار سے رات ملنے جانا ہے حسین خاں نے بتایا ہے لالہ کو بھی ساتھ لیجائیں گے۔

لالہ — دھنے وادر، دھنے واد۔

امیر — تمہارا وطن۔

. — جے پور ——— (منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر ۳۴ **صوبہ دار کی ڈیوڑھی**

چھوٹی سی حویلی کی ڈیوڑھی جہاں تہاں پنج شاخا مشعلیں جل رہی ہیں دو چار مصاحب اور کوتوال صاحب استقبال کو کھڑے ہیں۔ امیر حسین خاں۔ غوث خاں۔ سرفراز خاں غفور خاں۔ بدری ناتھ اور بینی سنگھ آتے ہیں سبھوں نے بہترین لباس پہن رکھا ہے۔ امیر علی شہزادہ معلوم ہوتا ہے:-

بدری — کوتوال صاحب کی خدمت میں آداب عرض ہے۔

کوتوال — آئیے آئیے۔ آداب آداب۔

بدری — حضور یہ ہیں جناب امیر علی تاجر بندیل کھنڈ۔ مالک یہ ہیں ہمارے کوتوال صاحب۔

کوتوال — دراصل میں، صدر امین ہوں، آئیے، اندر چلیں۔

(سب ڈیوڑھی میں داخل ہوتے ہیں)

(منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۳۵ **خوبصورت ہال**

خوبصورت ہال میں چھت سے لنتر ہانڈیاں لگی ہیں۔ ان میں موم بتیاں جل رہی ہیں۔ سفید فرش کیا گیا ہے چاروں طرف گاؤ تکئے لگے ہیں سیدھی جانب حسین یار جنگ کی نشست کا انتظام ہے۔ کوتوال صاحب مہمانوں کے ساتھ ہال میں داخل ہوتے ہیں۔ شاگرد پیشہ آواز دیتا ہے،

(چلمن اٹھاتا ہے)

شاگرد پیشہ — نواب صاحب تشریف لاتے ہیں۔

(نواب صاحب برآمد ہوتے ہیں سب یکساں پانچ پانچ سلام کرتے ہیں کوتوال سب کی رہبری کرتے ہیں۔۔۔۔ نواب صاحب اپنی نشست پر بیٹھتے ہیں تو کوتوال آواز دیتا ہے۔

کوتوال — حاضرین تشریف رکھیں (سب بیٹھ جاتے ہیں تو ایک ایک آدمی اٹھ کر نذر پیش کرتا ہے)۔

سرکار یہ ہیں جناب امیر علی صندیل کھنڈ کے تاجر اور جوہری (کوتوال کا اشارہ پاکر امیر علی آگے بڑھتا اور دونوں ہاتھوں سے جڑادی قبضہ والی تلوار جو سرخ میان میں ہے اور جس پر بنارسی رومال لپٹا ہوا ہے نذر پیش کرتا ہے)

امیر — نذر قبول فرمائیں۔

نواب — (تلوار دونوں ہاتھوں سے لیتا اور میان سے تلوار نکال کر تولتا ہے) واہ کیا ہی سُبک تلوار ہے۔ یہ قبضہ جڑادی ہے؟

امیر — جی حضور۔

نواب — بھائی بڑی قیمتی تلوار دی تم نے۔ (تلوار کوتوال کو دیتا ہے)

امیر — اور یہ ہیں حسین خاں پھکیت۔ (اشرفیاں نذر کرتا ہے)

اور یہ ہیں بینی سنگھ تلوارئے (" " " ")

یہ ہیں فیروز خاں بنوٹ باز (" " " ")

یہ ہیں بدری ناتھ تیرانداز (" " " ")

یہ سب تاجر اور سپاہی بھی ہیں۔

نواب: بڑی تکلیف کی آپ لوگوں نے ... نذر کی کیا ضرورت تھی۔
(سب اشرفیاں معہ رومال کے کوتوال کی طرف بڑھاتے ہیں
کوتوال تلوار اور نذریں شاگرد پیشہ کو دیتا ہے وہ اندر لیجاتا ہے)
تشریف رکھیں۔ (سب نشستوں پر بیٹھ جاتے ہیں)۔
کچھ کھائینگے پیئں گے آپ لوگ۔

امیر: جی ہم رات کا کھانا کھا چکے ہیں اور یہاں کا موسمی پھل شریفہ طبیعت سیر ہو کر کھائے ہیں۔

کوتوال: سیتا پھل؟

نواب: اچھا سیتا پھل ـــــ آم پر ولایت کا رنگین پانی تراشہ لاتا ہے۔

امیر: جی معاف فرمائیں، ہم اس کے عادی نہیں۔

نواب: تو کوئی شربت سہی، کوئی ہے۔

شاگرد پیشہ: جی سرکار

نواب: صندلی شربت۔
(شاگرد پیشہ ایک سینی میں بہت سے پیالوں میں شربت لاتا اور ہر ایک کو دیتا ہے۔ پہلے نواب صاحب کی طرف بڑھاتا ہے)

نواب: نہیں۔ پہلے امیر صاحب کو دے بھائی۔
ہاں ـــ زہرہ بی۔

زہرہ: (زہرہ اس کی ماں اور سازندے داخل ہوتے ہیں)
بندی مجرا بجالاتی ہے۔

نواب: تاجر صاحب یہ زہرہ بی ہزاروں میں ایک ہے، خدا رکھے

اس کی آواز کوئل کی آواز ہے کوئل کی - اور رقص میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔ شروع کرو۔

زہرہ — جو حکم — (ناچ اور گانا) (۴)

عجب زندگی کا قرینہ ہے اپنا — کسی ڈھب کا مرنا نہ جینا ہے اپنا
نہ ساقی ہی اپنا نہ ہے بزم اپنی — یہ پینا بھی کیا کوئی پینا ہے اپنا
کوئی تند سے یہ صدا دے رہا ہے — ہر ایک رہ زگو یا مینا ہے اپنا
نہ جانے کہاں جاکے یہ ڈوبتا ہے
تھپیڑوں کی زد میں سفینہ ہے اپنا
ختم

امیر — واہ واہ۔ کمال کر دیا آپ نے۔ خوب۔ خوب -!

نواب — تو کہو گانا پسند آیا اور ناچ بھی ——

امیر — جی ہاں ان کا جواب نہیں۔ ہاں حضور رات بہت بیت گئی ہے اگر اجازت ہو تو ہم -

نواب — شاید آپ لوگ جگنے کے عادی نہیں یہاں تو رت جگا ہوتا ہے۔ اگر آپ جانا چاہتے ہیں تو بسم اللہ۔ مگر دیکھیے کل وہ جواہرات دکھانا جو آپ لانے ہیں۔

(سب اٹھتے ہیں زہرہ کی ماں پہلے ہی زہرہ کے ساتھ کھسک جاتی ہے)

امیر — بہت اچھا —— بعد ظہر —— حاضر ہو جاؤں گا۔

(منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۳۶ — غلام گردش

ضمنی منظر (۱) سب ٹھگ آگے گزر چکے ہیں۔ امیر اور بدری ایک ساتھ گزرتے ہیں تو پردے سے نکل کر زہرہ امیر کو سلام کرتی ہے:۔

زہرہ — بندگی۔

امیر — آپ!۔۔۔ (آداب کرتا ہے اور مڑ مڑ کر دیکھتا ہے)

بدری — اس کی ماں کدھر گئی رے!

امیر — لگتا ہے یہ دونوں مجبور ہیں۔

بدری — واہ سردار بڑی دور کی سوجھی ۔۔

ضمنی منظر (۲) زہرہ کی خوبصورت آنکھیں!! ـــــــــــــ

ضمنی منظر (۳) جیسے جیسے امیر قدم بڑھاتا ہے زہرہ کا وہی گانا جو اسنے ابھی ابھی گایا ہے سنائی دیتا ہے۔ ایسے لگتا ہے جیسے زہرہ کی آواز امیر کا پیچھا کر رہی ہے۔ امیر الگ چھوٹے سے تالاب کے قریب جاکر کھڑا ہو جاتا ہے۔

تالاب

ضمنی منظر (۴) آسمان پر چودھویں کا چاند اپنی چاندنی بکھیر رہا ہے۔ یکایک امیر کی نظر پانی پر پڑتی ہے۔ جس کی لہریں چاندی کی طرح چمک رہی ہیں۔ ـــــــــــــ

ضمنی منظر (۵) "تالاب کے پانی کی لہروں سے زہرہ کا چہرہ ابھرنے لگتا ہے ۔۔۔ امیر تالاب کے کنارے ایک چٹان پر بیٹھ جاتا ہے۔ ساز کی آواز گونجنے لگتی ہے (امیر کا گانا)

امیر — • بس گئی ہیں میری آنکھوں میں تمہاری آنکھیں (۵)
میں نے دیکھی نہیں ایسی کہیں پیاری آنکھیں

جو اٹھیں دل پہ تو دل تھام کے ہم بیٹھ گئے!
اللہ اللہ تمہاری یہ کٹاری آنکھیں
مہ جبیں آج پھر اک بار ترے جلوے کو
کیوں ترستی ہیں خدا جانے ہماری آنکھیں

تمر

(امیر آسمان کی طرف نظریں اٹھاتا ہے تو چاند پر سے ابر کا ایک ٹکڑا گذرتا ہے منظر تبدیل ہوتا ہے) خوبصورت ہال

منظر ۳۷ نواب صاحب ایک کوچ پر بیٹھے ہیں پیچھے تپائی رکھی ہے تین قیمتی ہار رکھے ہیں، امیر سامنے کھڑا ہے۔

نواب — واہ کیا خوب ——— واہ ——— !

(زہرہ داخل ہوتی ہے)

زہرہ — کنیز آسکتی ہے (اس کی ماں پیچھے ہے)

نواب — آؤ آؤ زہرہ، دیکھو کس قدر بہتر جڑاوی ہار ہیں، آؤ پسند کرو جو تمہیں پسند آئے۔

زہرہ — سرکار کی پسند سو میری پسند۔

نواب — پھر بھی ———

(زہرہ ایک ہار اٹھا لیتی ہے)

امیر — کیا کہنے اس آنکھ کے۔

نواب — کیا قیمت بتائی تھی آپ نے اس کی؟

امیر — جی سات ہزار —! یہ چھ ہزار اور وہ پانچ ہزار۔

نواب — دیکھا تم نے زہرہ نے پسند کیا بھی تو سات ہزار کا ہار!

زہرہ — یہ لیجئے میں رکھدیتی ہوں۔

امیر — نہیں نہیں رکھ لیجئے.........
نواب صاحب کے نزدیک سات ہزار کی کیا بساط!

نواب — سات ہزار ٹھیک ہے۔

امیر — جی حضور کے لیئے۔

نواب — لے لو زہرہ نہیں تو ادھر لاؤ (خود پہناتا ہے)
ٹھیرو میں ابھی آیا (جاتا ہے)

زہرہ — امیر صاحب آپ حیدرآباد جارہے ہیں نا؟

امیر — جی ہاں۔

زہرہ — بچایئے مجھے اس عذاب سے بچایئے ڈیڑھ مہینہ ہوا ہم یہاں مجرے کو آئے تھے لیکن اس کھوسٹ نے ہمیں ڈال رکھا ہے۔

بڑی بی — اور روزانہ بتیس روپئے دیتا ہے، یہ سات ہزار کا ہار...

زہرہ — خاموش (چپ کرتی ہے) بوالہوس خود کو جوان سمجھتا ہے۔

امیر — لیکن آپ کو یہاں سے۔

زہرہ — آپ رات گئے آجائے تو۔ میں آپ کا یہ احسان عمر بھر نہ بھولونگی۔

نواب — یہ رہے سات ہزار (نواب روپیوں کی تھیلی لیکر آتا ہے)

امیر — شکریہ۔ مبارک ہو زہرہ بی بی ہار مبارک۔

زہرہ — آپ کو سلامت۔

بڑی بی — قربان جاؤں، نواب صاحب کے یہی احسان تو ہمیں ہمیشہ یہاں رہنے پر مجبور کرتے ہیں۔

نواب — اجی ابھی کیا دیا ہے آیندہ دیکھنا، نکاح تو ہوجانے دو —

امیر — مبارک نواب صاحب ۔ نکاح مبارک !!

نواب — بھائی ہو جاتے تب نا ؟

زہرہ — سرکار رجب کے کنڈے ہیں۔ چل کر کھالیں تو احسان ہوگا۔

نواب — رجب کے کنڈے کھیر پوریاں ۔ ؟؟

زہرہ — جی ہاں میرے کمرے میں کیونکہ نیاز کی چیز کمرے سے باہر نہیں لائی جاتی ۔

امیر — تو آپ کا مطلب ہے ہم آپکے کمرے چلیں ؟

نواب — مطلب تو یہی ہے چلیئے ۔

امیر — جو حکم (سب دوسری جانب جاتے ہیں زہرہ راہ دکھاتی ہے)

زہرہ — بسم اللہ ۔

(منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۳۸ — زہرہ کا کمرہ

بہت سجا سجایا کمرہ ہے ۔ ایک طرف پلنگ دوسری جانب الماری دھری ہے فرش پر دستر خوان بچھا ہے جس پر مٹی کے کنڈوں میں پوریاں رکھی ہیں۔ مٹی کے ہی کٹوروں میں کھیر ہے ۔ بائیں جانب کی اونچی دیوار پر کھلی کھڑکی ہے جس سے ہوا آتی ہے ۔

زہرہ نواب صاحب کو کھیر اور پوری دیتی ہے اور جب امیر کی طرف کھیر کا کٹورا بڑھاتی ہے تو آنکھ اٹھا کر کھڑکی کی طرف اشارہ کرتی ہے ۔

امیر — میں سمجھ گیا نیاز کی پوریاں ہیں (ایک پوری اٹھا کر آنکھوں سے لگاتا ہے) لگتا ہے اس کھڑکی سے جنت کا میوہ آیا ہے !

سبحان اللہ۔

نواب — واہ کیا تعریف کی ہے تم نے۔

امیر — تو آج بارہ بجے رات گئے۔

نواب — کیا کہا ؟

امیر — جی ہاں آج بارہ بجے رات ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں گے ایسا خیال ہے اِدھر کا۔

نواب — آج کی رات !

امیر — جی ہاں آج کی رات، بس ایک ڈور کافی ہے۔

نواب — ڈور ؟

امیر — جی ہاں ہمارا قافلہ کیا ہے ایک لڈو رہے۔

نواب — ہاہاں۔

زہرہ — تو آپ کا انتظار۔

امیر — جی ہاں ضرور۔ ہاں حضور وہاں میرا انتظار ہو رہا ہوگا، اجازت دیجئے۔

بڑی بی — اے ہاتھ تو دھو لیجئے لگن میں کہ پانی متبرک ہوتا ہے۔

(ہاتھ دھلاتی ہے۔ منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۳۹ — امیر کی راوٹیاں

چاروں طرف راوٹیاں لگی ہیں، ۔ میدان میں تھوڑی سی زمین جو کھودی گئی ہے۔ برابر کی جا رہی ہے۔ اسماعیل، بدری فیروز خاں، پیر خاں۔ بیتی سنگھ وغیرہ اسی زمین پر کھڑے ہیں۔ امیر داخل ہوتا ہے۔

امیر — لالہ

بدری — جمیل منجی۔

امیر — کہاں؟

بدری — یس یہیں، آپ اندر ہیں (زمین کی طرف دکھا کر)

امیر — مالی؟

بدری — چالیس ہزار سے کم نہیں!

اسماعیل — امیر اب ہمیں یہاں سے کوچ کرنا چاہیئے ۔

امیر — نہیں بابا۔ ہم کل صبح جائیں گے۔

اسماعیل — کیوں؟

امیر — میں نے ایک عورت کو اس بوڑھے صوبہ دار کے چنگل سے بچانے کا وعدہ کیا ہے وہ حیدرآباد جارہی ہے۔

اسماعیل — عورت! اور ہمارے قافلہ کے ساتھ جائیگی؟

امیر — نہیں۔ میں اسے پیرخاں کے ذریعہ آج رات یہاں سے ایک دوسرے راستے سے نکل بھیج دوں گا۔ وہاں سے وہ ہمارے ساتھ جائے گی۔

اسماعیل — جانتے ہو جہاں عورت ہوتی ہے وہاں مصیبت ہوتی ہے۔

بدری — اس کے گلے میں سات ہزار کا ہار ہے!

امیر — بدری، ہم عورت پر ہاتھ نہیں اٹھاتے وہ تو گنیشا کا کام ہے۔

اسماعیل — لیکن ـــ

امیر — بابا اس نے منّت کی اور خدا کا واسطہ دیا ہے کہ اسے میں اس بوڑھے حسین یار جنگ کی قید سے رہائی دلا دوں تو وہ ہار مجھے دیگی۔

اسمٰعیل   صوبہ دار کی داشتہ فرار ہو جائے تو جانتے ہو اس کے ساتھ ہم سب غائب ہو جائیں گے اس دنیا سے، یہ نظام کا علاقہ ہے بھائی ۔

امیر   سب کچھ میں نے سوچ لیا ہے جب ہی تو ہم صبح جانے لگے، اور وہ آج رات کو پیر خاں کے ساتھ روانہ ہو جائیگی ۔

اسمٰعیل   کہیں پانسہ اولٹا نہ پڑ جائے ۔

امیر   آپ فکر نہ کریں ۔

(منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۴۰   اونچی دیوار کی کھڑکی

چاندنی رات اونچی دیوار کی کھڑکی سے ایک رسی لٹک رہی ہے۔ نیچے ایک برقعہ پوش عورت کھڑی ہے۔ رسی کے ذریعہ نقاب پوش ایک اور برقعہ پوش عورت کو لیئے رسی کے سہارے نیچے اتر رہا ہے۔

(منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۴۱   سڑک

پیر خاں گھوڑے کے ساتھ کھڑا انتظار کر رہا ہے سامنے سے دو برقعہ پوش عورتیں اور ایک نقاب پوش اس کے قریب آتے ہیں۔ یہ زہرہ بائی اور امیر ہیں ۔

امیر   پیر خاں ۔

پیر خاں   جمعدار ۔

امیر — بنڈی کا انتظام؟

پیرجان — نرل تک کے لئے بنڈی لے لی ہے۔

امیر — (ایک تھیلی دے کر) یہ لو، اب دونوں کی جان و مال کے تم ذمہ دار ہو۔ فوراً روانہ ہو جاؤ۔ ہمارا قافلہ کل صبح آئے گا۔ چلو میں تمہارے ساتھ ہوں گھوڑے پر واپس آ جاؤں گا۔ نرل سے ایک بنڈی خرید کر لیں گے۔

(منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۴۲ امیر کی راوٹیاں

صبح ہو رہی ہے چڑیاں چہچہا رہی ہیں بہت سے سپاہی کوتوال کی سرداری کے تحت امیر کی راوٹیوں کو گھیر لیتے ہیں:-

کوتوال — کوئی کمبخت یہاں سے جانے نہ پائے۔ گھبراؤ مت کوتوال دو ایک ایک راوٹی چھان مارو۔ اور زہرہ کو لے آؤ۔ (دوڑ دھوپ کی آواز سن کر سب ٹھاکر اپنے اپنے خیموں سے باہر نکلتے ہیں)

امیر — کوتوال صاحب۔ آداب عرض ہے۔

کوتوال — تم نے زہرہ بی کو کہاں چھپایا ہے؟ بولو ورنہ تمہارے قافلے کا ایک ایک آدمی اس بندوق کا شکار ہو جائے گا۔
(کوتوال کے ہاتھوں میں بندوق ہے)

امیر — زہرہ بی؟ اور یہاں!

کوتوال — ابھی معلوم ہو جائے گا۔ بھولے نہ بنو۔

ایک سپاہی — سرکار وہ تو یہاں نہیں ہیں۔

کوتوال — نہیں ۔ تم نے ایک ایک راوٹی دیکھی ہے؟

ایک سپاہی — کونا کونا چھان مارا ۔

اسماعیل — تبدیل کھنڈ کا تاجدار سے اڑا تا تو کیا وہ یہاں یوں چین سے بیٹھتا ۔ ؟

امیسر — کیا زہرہ بی نواب صاحب کی حویلی سے فرار ہوگئی ہے؟

کوتوال — جی ہاں ۔ اب مجھے یقین ہے اس میں اس کمال خاں جاگیردار کا ہاتھ ہے جو اُن پر جان دیتا تھا ۔

بدری — حضور جان کی امان پاؤں تو کچھ عرض کروں ۔

کوتوال — کہیئے بدری راجہ کیا بات ہے ۔

بدری — جب ہم اس رات زہرہ بی کا ناچ دیکھ کر باہر نکلے تو کوئی کہہ رہا تھا ۔ یار پری ہے پری جب ہی تو کمال خاں جاگیردار نے ایک ہزار کا جوا کھیلا ہے ۔

کوتوال — تم نے سُنا ! اپنے کانوں سے؟

بدری — جی حضور مائی باپ کی قسم سے

کوتوال — سپاہیو چلو کمال خاں کو گرفتار کرلو ۔

امیسر — صبح صبح حضور کی پریشانی ہم کو پریشان کر گئی (بدری کو اشارہ کرتا ہے) بدری —

بدری — حضور ۔ جی ہاں ۔ سرکار یہ نذر (اشرفیاں دیتا ہے)

کوتوال — ارے یہ کیسی نذر !

امیسر — حضور جب کوئی بلا ٹل جاتی ہے تو ہم اس طرح نذر دیتے ہیں قبول کرلیں ۔

بدری — اور ہاں حضور کیا ہم یہاں سے جا سکتے ہیں کیونکہ ہم نے رات فیصلہ کیا تھا کہ گیر ورم یہاں سے نکل جائیں گے کہ آپ آ گئے۔

کوتوال — آپ جا سکتے ہیں۔ ہاں وہ لالہ کہاں ہے؟

بدری — وہ وہ وہ تو رات چلا گیا۔

کوتوال — ارے یہ جگہ اتنی کھدی ہوئی ہے!

بدری — جی ہاں اسی لالہ کی یہاں راؤٹی تھی۔

کوتوال — تو کمبخت چلا گیا بہت پریشان کرتا تھا۔

امیر — آداب عرض ہے حضور۔

کوتوال — خدا حافظ۔

امیر — اٹھاؤ کیمپ۔

(منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۴۳ — الوال کا مندر

(۱) امیر علی کا قافلہ جس میں ایک ڈولی بھی ہے جس کے پردے لگے ہیں الوال سے گزر رہا ہے۔

(۲) حسین ساگر کا ایک طرفہ منظر ۔ نوبت پہاڑ ———

(۳) گیکرین سے ہوتا ہوا لنگر حوض کارواں ———

(۴) پرانے حیدرآباد کا طائرانہ منظر چارمینار مکہ مسجد ———

(۵) کارواں ———

(۶) ایک چھوٹے سے مکان کے سامنے شامیانہ تنا ہے۔

(۷) اصطبل ———

منظر ۴۴ میدان میں راوٹی

راوٹی کے سامنے والے میدان میں تین بڑے چولھے لگے ہیں ان پر بڑی بڑی قلعی کی ہوئی دیگچیں چڑھی ہیں۔ سامنے خیمہ ہے اس سے ہٹ کر شامیانہ تنا ہے۔ باورچی پکوان میں مصروف ہیں۔ کوئی پیاز کاٹ رہا ہے۔ کوئی گیہوں کا آٹا گوندھ رہا ہے ایک چولھے پر الٹا بڑا سا توا دھرا ہے، آگ سلگ رہی ہے، ایک باورچی روٹی پکا رہا ہے۔ ایک چولھے کے قریب جس پر دیگ چڑھی ہے۔ ایک شخص جو گونگا ہے پنکھا جھیل رہا ہے۔ امیر علی بینی سنگھ اور بدری داخل ہوتے ہیں ان کے پیچھے دو گونگے سر پر بڑے خوانچے لیکر آتے ہیں جن میں بہت سے پھل اور کیلے دھرے ہیں۔ امیر علی بازو والے گھر کی طرف مڑتا ہے گونگے شامیانے کی طرف بڑھتے ہیں منظر تبدیل ہوتا ہے۔

منظر ۴۵ دالان

دالان میں قالین بچھا ہے اس پر بڑی بڑی سینیوں میں زر جواہر موتی کے ہار جڑاؤ زیور قرینے سے جمع کئے گئے ہیں دوسری جانب کمخواب کے تھان رکھے ہیں اس سے ہٹ کر مختلف پارچہ ڈھاکے کی ململ اور بنارسی پارچہ دھرا ہے اسمٰعیل سرفراز خاں۔ پیر خاں، غوث خاں کھڑے سامان اور دیگر زیورات دیکھ رہے ہیں۔ امیر علی بینی سنگھ اور بدری داخل

رہو تے ہیں یہ ۔۔۔

اسمٰعیل: امیر۔

امیر: ہاں بابا۔

اسمٰعیل: کیا کیا لائے؟

امیر: بہت سا میوہ ہے، پشاوری میوہ یہاں مہنگا ہے۔ یہاں کے مقامی پھل بہت سستے ہیں۔ نہ ہی شریفہ۔ کیلے اور ککڑی۔ دیکھا بابا زر جواہرا اور یہ طلائی زیور دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہو رہی ہیں بہت قیمتی مال ہے شاید۔

اسمٰعیل: ہاں ویسے تو میں ہر چیز کے بھاؤ کا اندازہ لگا سکتا ہوں، مال نوّے ہزار سے کم کا نہیں لیکن کسی ماہر سے اِس کا مول تول کروا لینا چاہیئے ۔۔۔ کیا جانے کون چیز یہاں کس بھاؤ بِک جائے۔

بدری: جی ہاں ہر چیز اکوائی جائے تو اچھا ہے۔

اسمٰعیل: لیکن بدری آنکنے والا چاہیئے۔

امیر: کیوں نہ ہم کسی دلاّل یا جوہری کو لے آئیں سُنا ہے چار مینار پر جوہری رہتے ہیں۔ یہ پرکھئے بھی ہیں اور تاجر بھی ہیں۔

اسمٰعیل: حسین خاں تم نے کس نواب کا نام لیا تھا؟ کہ وہ آنکتا ہے۔

حسین خاں: وہ جمعدار کوئی دولہا، یا دولہ تھا۔ نام یاد نہیں آرہا۔

بدری: تو کیوں نہ چارمینار کی سیر کریں کھانے کے وقت تک آجائیں گے، کوئی نہ کوئی دلاّل مل ہی جائے گا۔

امیر: للو (آواز دیتا ہے۔ للو داخل ہوتا ہے)

للو — جی حضور۔

امیر — زین باندھ دے مشکی پر۔ (بدری اور پیر خاں اگلے کندھوں پر ہاتھ رکھتا ہے) بدری چلو، پیر خاں۔ تم اپنے گھوڑے سے چلو۔

پیر خاں — چلئے ——

(منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۲۶ — چار مینار۔

چار مینار کے چبوترے کی سیڑھیوں پر بہت سے لوگ بیٹھے ہیں ملیے کرتے دوہرے پاجامے پہنے انگرکھے پہنے سر پر ٹوپیاں یا کسی کے سر پر کلی دار پگڑی ہے۔ کسی کے صرف دھوتی اور کلی دار کرتا ہے۔ ایک طرف ایک حکیم شمیم شاہ صاحب لمبی ڈاڑھی، سبز کرتا، سر پہ کلاہ نما لمبی ٹوپی زرد رنگ کی اور سفید لنگی باندھے ہاتھ میں تسبیح لیئے بیٹھے ہیں، ان سے ذرا ہٹ کر موتی داس انگرکھا پہنا، سر پہ ٹوپی دوہرا پائجامہ، اکڑوں بیٹھے کندھے کا رومال گھٹنوں سے کچھ نیچے پنڈلیوں سے لے کر کمر میں کسے جسم ڈھیلا چھوڑ کر اس طرح بیٹھا ہے جیسے آرام کر رہا ہو، دوسری جانب چنے والا خوانچہ لیئے کھڑا ہے۔ کوئی کان میں قلم لگئے سامنے چھوٹی سی میز پہ عرضی لکھ رہا ہے۔ کوئی فال دیکھنے کو کہتا ہے کوئی امیر حمزہ کی داستان پڑھ کر سنا رہا ہے اس طرح ایک مجمع ہے کہ سیڑھیوں پر بیٹھا ہے لوگ آ جا رہے ہیں۔ امیر اور بدری سیڑھیوں کے قریب آتے ہیں۔ شاہ صاحب امیر کو دیکھ کر آداب

بجا لاتا ہے:—

شاہ صاحب — میں نے کہا ادھر آئیے جناب — نو وارد معلوم ہوتے ہیں۔

امیر — آپ نے مجھے پکارا۔

شاہ صاحب — جی مالک آئیے ہاتھ تو بتائیے۔

امیر — ہاتھ دیکھیں گے آپ۔ لیجئے (زیچے ہاتھ دکھاتا ہے)

شاہ صاحب — سبحان اللہ بڑے امیرزادے ہو لیکن رہتا کچھ بھی نہیں !

امیر — کس کے پاس رہا ہے جو میرے پاس رہے گا۔ کچھ اور —

شاہ صاحب — ہندستان سے آئے ہو۔

امیر — ظاہر ہے۔

شاہ صاحب — تاجر ہو، جس تجارت کی غرض سے آئے ہو خوب چلے گی۔

امیر — اور جوہری بھی ہیں۔

شاہ صاحب — میں کہنے ہی والا تھا کہ آپ جوہری بھی ہیں جواہرات لائے ہیں۔
(شاہ چنے والے کی طرف دیکھتا ہے اور گردن جھکا کر خاص انداز سے آواز
جوہری ۔۔۔۔ دیتا ہے)

چنے والا — چنا جور گرم۔ (آواز دیتا ہے۔ اس کی آواز سن کر موہنی داس قریب
آتا ہے)

امیر — لائیے شاہ صاحب میں آپ کا ہاتھ دیکھوں۔

شاہ صاحب — آپ کو بھی دخل ہے۔ ابھی ہمارے ہاتھ میں کیا دھرا ہے۔
لیجئے دیکھئے۔

امیر — سبحان اللہ سارے گن پیٹ میں ہیں خوب ہے۔

موہنی — (قریب آکر) واللہ کیا بات کہی ہے

امیر — آپ کی تعریف۔

شاہ صاحب — راجہ موہن داس لال۔ چودہ پڑی والے حکیم۔ بزاز۔ جوہری آپ سب کچھ ہیں۔

امیر — آداب عرض ہے۔

موہن — آداب عرض ہے۔

شاہ صاحب — موہن داس جی آپ ہندوستان سے آئے ہیں تاجر ہیں جوہری ہیں۔

امیر — جی ہاں بُندیل کھنڈ کا تاجر کچھ جواہرات زیورات اور بنارسی پارچہ لایا ہوں۔

موہن — بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر مال کہاں ہے مالک۔

امیر — دیکھیں گے پرکھیں گے آپ؟

شاہ صاحب — بازار بھر میں ان کی آنکھ مشہور ہے سارے تاجر ان سے مشورہ کرتے ہیں۔ بڑے بڑے تاجر، بڑے بڑے نواب دولہ ان کی سنتے ہیں۔ ان کے ذریعے سودا کیجیے آپ کا سارا مال بک جائے گا اور آپ نفع میں رہیں گے۔

امیر — کاروان۔ بدری (بدری سے) میں سمجھتا ہوں اُس مکان سے اُدھر زُہرہ کا مکان ہے۔

موہن — کون زہرہ سوکھے حوض والی وہ تو ڈیڑھ مہینے بعد عمرکھیڑے سے کل آئی ہے آپ اسے جانتے ہیں؟

بدری — جی نہیں۔ ہمیں اس سے کیا لینا دینا ہے۔ کل ہم اِدھر سے گذر رہے تھے تو کسی نے کہا تھا کہ یہ زہرہ کا مکان ہے کہتے ہیں مشہور ناچنے والی ہے۔

موہن — اس معاملہ میں بھی آپ ہم سے مشورہ کر سکتے ہیں، مالک آپ ٹھہریئے پردیسی ہیں ایسا نہ ہو کہ کسی کھڈ میں گر جاؤ۔

امیر — بدری آدمی بیچ کے قابل ہے۔

بدری — بجا ارشاد ہے۔ تو بھائی صاحب (موہن سے) کیا اسباب چھوڑ کے آپ کاروان چلیں گے، ادھر مسجد کے پاس ہمارے گھوڑے موجود

موہن — میں شکرام کی سوچ رہا تھا، اگر گھوڑے ہیں تو چلیئے ——

امیر — آیئے (سب مڑتے ہیں منظر تبدیل ہوتا ہے۔)

منظر ۴ — دالان

وہی دالان جہاں بیچ کا زر زیور اور پارچہ قرینے سے رکھا ہے . . . . . ، اسماعیل، حسین خاں، مینی سنگھ، پیر خاں اور دیگر ٹھگوں کے ساتھ موہن داس مصروف نظارہ ہے، باز وامیر اور بدری کھڑے ہیں۔

بدری — واہ واہ امیروں نوابوں کے قابل چیزیں ہیں۔ آنکھ نہیں ٹھہرتی کسی چیز پر۔ نظر لگ رہی ہے۔

اسماعیل — کہیئے سب کتنے کا مال ہوگا۔

موہن — چالیس ہزار سے کم نہیں۔

اسماعیل — کیا کہا تمہاری آنکھ نے۔

موہن — جی پچاس ہزار۔

اسماعیل — ابھی پتہ آپ اترا رہے تھے کہ پرکھتے ہیں جوہری ہیں؟

موہن — چلیئے ستر ہزار لیجئے کل ہی بیٹھوں، تاجروں کو لاتا ہوں۔

اسماعیل: سیٹھوں کو نہیں۔ ہم تو مال یہاں کے نوابوں کو دیں گے۔

موہن: وہ بھاؤ تاؤ کیا جانیں۔ جوہری کہے تو اس کی بولی پر مول کرتے ہیں اسی لیے میں جوہری کو لاتا ہوں۔

اسماعیل: آپ خود نہیں لے سکتے؟

موہن: میں دلال ٹھہرا۔ گاہک کو گھیر کر لانے والا۔

اسماعیل: جناب میرے خیال سے یہ سب اسّی ہزار کا مال ہے اور گھوڑے بھی ہیں۔

موہن: پہلے سامان کا مول ہو جائے گا تو پھر جانور کا مول ہوگا۔ مجھے اجازت دیں۔ مالک۔ موہن: اس کا محنتانہ پانچ ٹکے سیکڑہ ہوگا۔

اسماعیل: نہیں لالہ پانچ ٹکے بہت ہے ساڑھے تین کر لو۔

موہن: چلیے نہ میرے پانچ نہ آپ کے ساڑھے تین، چار ٹکے سیکڑہ نقی کر لیجیے۔
آداب عرض ہے۔ حاضر ہوتا ہوں۔

اسماعیل: حاضر تو ہیں ہی آپ۔

موہن: تو غائب ہوتا ہوں۔ شام کو بھی میں آؤں گا۔

امیر: ٹھہریئے۔ ہم بھی چلتے ہیں۔ بابا آج محرم کی نو تاریخ ہے اگر اجازت دیں تو میں محرم کا تماشہ دیکھنے جاتا ہوں چار مینار۔

اسماعیل: ہاں بیٹے یہاں کا محرم تو دنیا بھر میں مشہور ہے جن جن کو جانا ہے جاتے ہیں۔ مگر دیکھو کہیں کسی بنج میں نہ پھنس جانا۔

موہن: بنج سے مراد بیچ میں ہے شاید۔ ساتھ کوئی قیمتی چیز نہ رکھیں تو چلو چھٹی۔

اسماعیل: دیکھو حیدرآباد ہے یہ۔

بدری: ہاں ۔ اندر نگینہ اوپر چونا۔

موہن — جی نہیں بھاگ نتی سناگاؤں، ہندوستان بھر میں گاؤں۔

(سب ہنستے ہیں منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۴۸ — زہرہ کا مکان (کشادہ کمرہ)

شمعیں جل رہی ہیں۔ ایک طرف ساز رکھا ہے۔ قالین بچھی بڑی بی پان بنا رہی ہے۔ زینت پاندان چھوڑ رہی ہے۔ زہرہ چھوٹا سا سنگاردان لیے آئینہ میں صورت دیکھ رہی ہے۔ دوسری جانب سے پہلوان لالہ امیر داخل ہوتے ہیں۔ زہرہ کی نظر امیر پر پڑتی ہے۔

امیر — میں آسکتا ہوں۔

زہرہ — اللہ میں کیا کروں ماں دیکھو تو چاند کدھر سے نکلا ہے۔

امیر — چاند تو اس آئینہ میں دکھ رہا ہے جو ان گورے ہاتھوں میں ہے۔

بڑی بی — آئیے آئیے امیر میاں کس قدر انتظار کر رہی تھی زہرہ۔

امیر — شکریہ اس انتظار کا۔

زہرہ — شکریہ، اتنے بڑے انتظار کی کٹھن گھڑیوں کا معاوضہ صرف شکریہ......؟

امیر — اس غریب کے پاس اس کے سوا ہے کیا؟

بڑی بی — غریب!

(تاشہ مرفہ کی کمان پڑی آواز سنائی دیتی ہے۔ زینت لپک کر کھڑکی کی طرف جاتی ہے۔ اس کے پیچھے زہرہ جاتی ہے اور مڑ کر امیر سے مخاطب ہوتی ہے)

زہرہ

امیر صاحب محرم کا تماشہ دیکھئے لعل صاحب کی سواری آئی ہے

(امیر زینت اور زہرہ کے کندھوں پر ہاتھ رکھے کھڑکی سے منظر کا نظارہ کرتا ہے۔ اس کی پیٹھ نظر آرہی ہے۔ دونوں ہاتھ زہرہ اور زینت پر ہیں)

(منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۴۹

چار مینار (محرم میں لعل صاحب کی سواری)

ہزاروں آدمیوں کی بھیڑ چلی جارہی ہے لگتا ہے آدمیوں کا جنگل ہے کھوپڑیوں کا سمندر، آدمیوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ کٹورا اچھالو تو کھوپڑیوں پر سے گزر جائے۔ ہزاروں مشعلوں کی روشنی جو بڑے بڑے بانس میں بندھی مشعلیں لگی ہیں، لوگوں کے ہاتھوں میں آفتاب گیریاں، روپہری سنہری گنگا جمنی روشنی سے چار مینار بقعہ نور بنا ہوا ہے۔ رنگ برنگے جھنڈے جھنڈیاں متعدد ہاتھوں میں، ہاتھیوں کی قطار ان پر زرق برق کا مدار جھولیں اماریاں اور ان پر قیمتی زرق برق لباس پہنے ہوئے سوار، پیچھے نوجوان ننگی تلواریں، برچھیاں بھالے جھنڈے لیئے ہوئے یکے بعد دیگرے گزر رہے ہیں چاؤں ینڈیوں پر بھانڈ اور رنگین عورتیں ناچ رہی ہیں۔ ہاتھیوں کی گردنوں پر آنکس لیئے ہوئے مہاوت بیٹھے ہیں۔ چار مینار کے اونچے اونچے مینار، متور مہتابیوں کی روشنی میں نور کے مجسمے سے لگ رہے ہیں، آتش بازیاں اناریاں چھوٹ رہے ہیں آسمان پر دور دور تک دھوئیں کے مرغولے اڑتے ہوئے تارہ منڈل

کے چھپٹنے کی آواز کے ساتھ ہاتھیوں کا چنگھاڑنا۔ عماریوں ہودوں
بنڈلیوں میں نوبت نقارے آگے آگے تاشہ مرفہ بجانے والوں
کا ہجوم، تارہ منڈل کے چھٹتے ہی لال پیلے نیلے اور ہرے ہرے
تارے ٹوٹتے ہوئے لال گیندوں کی بوچھار، زمین پرسو آگ۔۔۔
پھرنے والوں کی ٹولیاں کوئی شیر بنا ہے، کوئی ریچھ۔ کوئی گیروا
رنگ میں چراغ سر پر لیے ہوئے بڑی سی زنجیر پاؤں میں ڈالے ہر
طرف گھما رہا ہے، کوئی چینیا بن کر جھپٹ رہا ہے عوام چونک کر ادھر
ادھر ہو رہیں، کوئی تیدر بنا ہوا مری ٹیالی ہاتھ میں لے کر نچا رہا ہے
ادھر تاشہ مرفہ ڈھول، نوبت، نقارے اور ڈمرو کی کان پڑے کی
آواز سے سارا چارمینار گونج رہا ہے۔ آخر میں مغل صاحب کی سواری
کا منظر۔ کوڑیوں اور پیسوں کی ریل پیل یک بیک سارا مجمع آگے
بڑھتا ہے تو دھیرے دھیرے چارمینار بھی تاریکی میں ڈوب جاتا ہے
(منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر ۵ — کشادہ کمرہ

(کھڑکی میں دو مونڈھوں پر زہرہ اور امیر بیٹھے ہیں)

امیر — واہ واہ خوب منظر تھا محرم کا۔ واقعی دیکھنے کا منظر تھا (اترتا ہے)

زہرہ — محرم کا مہینہ تو غم تاریخ ہے ورنہ گانا سناتی اور حضور کی طبیعت بہل جاتی۔ (مونڈھے سے اترتی ہے)

امیر — میں کچھ پوچھ سکتا ہوں؟

زہرہ — کنیز حاضر ہے۔ آپ نے حرکینیز کے دوزخ کے عذاب سے مجھے

چھٹکارا دلایا، آپ کا احسان کیا کم ہے۔ پوچھیے کیا پوچھنا ہے۔

امیر — تم سے نہیں اس چاند سے چہرے پر لہراتی ہوئی ان زلفوں سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں (ہاتھ سے زلف چھوتا ہے)

زہرہ — آہ۔ (زلف کو بکھرا دیتی ہے)

امیر — کیا ہوا؟

زہرہ — جانے آپ نے کیا پوچھ دیا کہ مارے خوف کے زلف کانپ گئی۔

امیر — میں نے کچھ پوچھا ہی کب؟

زہرہ — مگر زلف تو سمجھ گئی ہے نا (آنکھوں میں آنسو)

امیر — ارے یہ آنسو!!

زہرہ — آنسو نہیں زلف کی کالی گھٹا جم کر برس رہی ہے۔

امیر — شاید میرے وجود کو بہا لے جائیگی۔

زہرہ — خدانخواستہ، وہ تو زہرہ کو پانی پانی کئے جا رہی ہے۔

امیر — کیا تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے میری ہو جاؤ گی زہرہ۔

زہرہ — امیر یہ کیسی تمنا!!

امیر — کیوں؟

زہرہ — گندے چھیتڑے کو گلے لگانا چاہتے ہو جو حسین یار جنگ کے چنگل میں پھنس گیا تھا، نہیں جانتے۔ کیا تم اس کی گندگی کو اپناؤگے ٹھیرو ——— پہلے ایک چیز پیش کروں تاکہ وعدہ وفا ہو جاتی اور۔۔ قیمتی ہار نکال کر لاتی ہے ہار دیکھ کر بوڑھیا اس کے پیچھے لپک جاتی ہے ہار حاضر ہے

بڑی بی — چھوکری یہ کیا کر رہی ہے!!

امیر — مجھے یہ ہار نہیں چاہیئے ۔ یہ تمہارا ہے۔ تم نے خریدا تھا۔

بڑی بی — ادھرلا۔ یہ تو حسین یار جنگ نے دیا تھا ۔

زہرہ — ہاں میں جانتی ہوں میری زندگی عمر بھر میں ختم ہونے والی تھی لیکن اس پاکباز شریف تاجر نے مجھے بچالیا۔ ایسے محسن کا بدلہ تم اس طرح دے رہی ہو — !

بڑی بی — تیرے ہوش ٹھکانے ہیں ۔ بجائے جیب ٹٹولنے کے جیب بھر رہی ہے کسی کا ۔

امیر — ٹھیک ہے بائی اس سے زیادہ قیمتی تحفہ لاتا لیکن میں خود غرض نہیں۔ ہمیشہ کے لیئے زہرہ کو اپنانے آیا ہوں ۔

بڑی بی — کیا ہی چکنی چپڑی باتیں ہیں رنڈی کو اپنانے کی صاحبزادے یہاں خالی ہاتھ آکر کسی کو ہلکان کرنا ٹھیک نہیں ۔

امیر — پیار کی دولت نظر نہیں آتی ماں'

بڑی بی — پیار یہ اس لعنت کا نام ہے جس کو گلے لگانے سے آدمی پاگل ہوجاتا ہے لیکن اس گلی میں پیار سونا بن کر چھنتا ہے سمجھے لڑکی ادھرلا ہار (ہار لے لیتی ہے) بڑی آئی دینے والی ۔

زہرہ — شربت پیئنگے آپ ؟

امیر — زہرہ صرف دو دن کی مہلت دو میں ضرور آؤں گا (اٹھتا ہے)

بڑی بی — جی ہاں آج دل تو دے چکے شاید دو دن کے بعد جگر بیکر آئیں گے صاحبزادے یہاں آنے کے لیئے جگر چاہیئے دل نہیں ۔

امیر — اب یہی ارادہ ہے۔ خدا حافظ۔

زہرہ — اللہ نگہبان —

(امیر جاتا ہے۔ زہرہ ماں کو بُری طرح دیکھتی ہے۔ ماں
تنک کر ہار لینے آگے بڑھتی ہے۔ پہلوان خوش ہوتا ہے)

پہلوان — بی بی سنا ہے نیچ محلّے میں ولایت سے انگوریکا نیا پانی آیا ہے۔

زہرہ — شرم نہیں آتی تجھے، محرم میں سب شربت پیتے ہیں۔

زینب — باجی، تماشہ دیکھنے کے بہانے عظیمن آرہی ہے۔ شاید گھر نہیں جائیگی۔ (کھڑکی سے نیچے دیکھتی ہے)

پہلوان — کدھر ہے (اٹھتا ہے منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۵ — دالان — کارواں

دالان جہاں زرزیور اور دیگر سامان قرینے سے سجا تھا خالی ہے مونڈھوں پر اسماعیل، بینی سنگھ اور دیگر ٹھگ بیٹھے ہیں، امیر اور چار پانچ ٹھگ جن کے کندھوں پر رقم کی تھیلیاں ہیں داخل ہوتے ہیں۔ امیر کو پریشان دیکھ کر اسماعیل مخاطب ہوتا ہے۔

اسماعیل — خیر تو ہے؟

امیر — پوری رقم مل گئی پچاسی ہزار سات سو روپے لیکن بینی چاچا

بینی — ہاں امیر بولو۔

امیر — تھیلیاں محفوظ رکھوا دیجئے۔ افسوس ہے کہ بدری سرفراز خاں حسین خاں چاچا اور چار ساتھی کوتوالی کے ہتے چڑھ گئے۔

بینی — وہ کیسے؟

امیر — تو بس ایجنسی لے گئی ہے۔ ہم ان کی نظر بچا کر اس لیئے چلے آئے کہ

ہماری ساری پونجی ساتھ تھی اور وہ پانچ ہزار جو بیگم بازار کے جمعدار مہتاب خاں نے گھوڑے خریدے تھے وہ بھی لے آئے۔ بابا۔ مجھے اس موہن داس کے بچے پر غصہ آ رہا ہے۔ یہ اسی کی آنکھ ہو گی

اسماعیل — یہ کیونکر معلوم کیا تم نے؛

امیر — ہمارا سارا مال کسو زخ بھان جوہری کی توسط سے بکا ہے۔ اس کی دوکان کی بازو والی دوکان کا جوہری کہہ رہا تھا ہم آپ کا مال کچھ زیادہ ہی رقم پر کر لینے والے تھے لیکن موہن داس نے ہمارا پتہ کاٹ دیا۔ کمبخت کی کوتوالی والوں سے دوستی جو ہے۔

اسماعیل — اس کی آنکھوں سے مکاری ٹپکتی ہے۔ وہ کہاں ہے، دلالی لینے نہیں آیا۔

امیر — کہہ رہا تھا چار بجے لیگا۔ وہ دوپہر کی توپ دغتے آئیگا۔ میں سمجھتا ہوں پیچھے کے دروازہ کوتوالی پہنچا ہو گا۔

بیٹی۔ — حرام خور۔ (بیٹی جاتا ہے)

امیر — بابا جم جیتی وہ آئے گا میں اس کی گردن ناپوں گا۔

اسماعیل — ہیں ہیں جیتی سنگھ (آواز دیتا ہے جیتی سنگھ واپس آتا ہے) یہ شہر ہے اور حیدرآباد کا شہر، یہاں کی کوتوالی ہماری گرد میں آپ نے گی ہوشیاری سے کام لینا ہو گا۔ وہ موہن داس چھوٹا آدمی ہی سہی بڑا مکار ہے اس کے ساتھ مکر سے کام لینا چاہیئے۔ بابا دیکھو چھوٹا سا ابر کا ٹکڑا جب سورج پر چھا جاتا ہے تو اندھیرا چھا جاتا ہے .... یہ مکار اندھیر مچا دے گا۔

(توپ دغنے کی آواز فیروز خاں داخل ہوتا ہے)

فیروز — دوپہر کی توپ دغی۔ یہ اسی کی آواز ہے (جاتا ہے)

امیر — تو چچا چاوہ حرام خور آتا ہی ہو گا۔ بابا آپ خاموش رہیں میں اس سے نبٹ لوں گا۔

بیتی — مگر ذرا سوچ سمجھ کر۔

فیروز — (داخل ہو کر) ــــ دلال موہن داس۔ چودہ پڑی والا۔

موہن — (داخل ہو کر) آداب عرض کرتا ہوں سرکار۔

امیر — آئیے موہن داس جی چودہ پڑی۔

موہن — میں نے کہا تھا نا اِدھر توپ دغی ادھر میرے پانوں آپ کی راوٹی، ہاں مالک پورے چار ٹکے سیکڑہ کے حساب سے حساب چکتا کیجئے۔

امیر — آپ بیٹھئے تو مونڈھے پر۔

موہن — (مونڈھے پر بیٹھ کر) فرمائیے۔

امیر — حسین خاں چاچا بدری ناتھ سرفراز خاں اور چار ساتھی ہمارے کل سات اسم ان رب کو کوتوالی کے جوان پکڑ لے گئے ہیں اس بارے میں آپ کو کچھ معلوم ہے؟

موہن — ہائے سات اسم آپ کے پکڑے گئے! یہ کیا بات ہوئی؟!

امیر — آپ کچھ جانتے ہیں آپ کے سر کی قسم صحیح بتائیے۔

موہن — اس میں فکر کرنے کی کیا بات ہے مالک تا لیئے ٹھن ٹھن پرشاد کو ابھی سب کو لیکر حاضر ہوتا ہوں۔

امیر — وہ تو خیر بعد کی بات ہے پہلے بتائیے کہ کیا آپ نے گرفتار کروایا ہے؟

موہن — اجی بھگوان کا نام لو میں کیا جانوں۔

امیر — للو (آواز دیتا ہے)

للو — جی حضور (داخل ہوتا ہے)

امیر — میری تلوار

للو — ابھی لایا۔ (للو جاتا ہے)

موہن — تلوار! میاں جی پوری رقم لینے کے بعد لال پیلی آنکھیں لال کر رہے ہیں

للو — کیا بکتا ہے لالہ جانتا ہے تو امیر علی سے بات کر رہا ہے

اسماعیل — صبر! امیر صبر اور عقل سے کام لو۔

(للو تلوار لیکر آتا اور امیر کو دیتا ہے)

امیر — (تلوار تول کر) للو۔ چاول لے آ

للو — ابھی لایا (للو جاتا ہے)

امیر — تو موہن داس جی آپ جھوٹ بولنے پر تلے ہیں کیوں

موہن — مجھے جس بات سے واسطہ نہیں اس کے۔ اس کے۔ اس کے

(للو چاول مٹھا بھر لاتا ہے)

امیر — منہ کھولیئے لالہ۔ اور چبائیے چاول۔ (موہن منہ کھولتا ہے للو اس کے منہ میں چاول ڈال دیتا ہے)

امیر — منہ بند رہے، چاول نہ چباتا (تلوار لیکر اٹھتا ہے) کہیے کیا آپ نے کوتوالی کے جوانوں سے ہمارے معاملے کے متعلق کچھ کہا ہے بولیئے منہ کھولیئے۔

موہن — نہیں۔ (جیسے ہی منہ کھولتا ہے چاول کے سوکھے دانے اس کے منہ سے گرتے ہیں)

امیر — بابا (اسماعیل سے) دیکھیئے ایک دانہ بھی گیلا نہیں ہے سوکھے دانے گر رہے ہیں منہ سے۔

اسمٰعیل ہاں امیر یہ جھوٹا ہے، جھوٹ نے اس کا منھ کھا دیا ہے۔ دانہ گیلا کہاں سے ہوگا۔

امیر لیکن اب یہ بچ نہیں گے یا اپنی جان جائیں گے۔ بیجی چاچا۔ گڈھا کھدوا دیجئے چاہے کچھ ہو جائے کمبخت کو یہیں دفن کر دیں گے (تلوار تو لتا ہے)

موہن ٹھیریئے ٹھیریئے امیر صاحب میں سب بتاتا ہوں۔

امیر اور اپنے متعلق بھی۔

موہن جی جی سب کچھ

امیر صاف صاف بتایئے۔

موہن ہماری ملاقات کو آٹھ روز ہوئے پہلے دن سے خفیہ میرے پیچھے پڑی تھی کہ آپ لوگوں کا اتا پتہ دوں۔ میں نے بدل کھنڈ کے تاجر بتایا تھا اور زر جواہر کے لین دین کی بات کہی تھی۔ لیکن کل بھان خاں جمعدار بولے بتاؤ کتنے میں سودا ہوا ہے۔ میں نے کہا ابھی نہیں ہوا بس طیش میں آ گیا تو میں نے کہا جاؤ جو چاہے کرو۔

امیر اس کا کیا مطلب۔

موہن اس کا مطلب تھا جنگی اور کوتوالی کا میری طرف سے معمول، چنانچہ آج میں نے بتایا ہوں کہ سودا سورج بھان کے ہاں اسی ہزار ستاسو میں ہوا ہے۔ وہاں جاؤ۔

اسمٰعیل یہ بات ہے۔ بیجی جاؤ اور دو ہزار روپے لے آؤ۔ ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیئے۔ ہاں لالہ ہمارے لوگ چاوڑی میں ہوں گے نا۔

موہن جی ہاں کوتوالی کا ناکہ چار مینار کے قریب مغرب کی طرف

لاڑ یا زار کے نکڑ پر ہے۔

امیر — کہیئے لالہ آپ کا دھندہ کیا ہے۔ ہمیں سب کچھ معلوم ہو چکا ہے سچ سچ بتا دیجیئے۔ اصل دھندہ کیا ہے۔

موہن — میں غریب آدمی ہوں موہن داس بیگم بازار میں رہتا ہوں دلالی میرا پیشہ ہے اور چودہ پڑی زرا کا دھندہ بھی کرتا ہوں۔

امیر — کیسی دلالی؟

موہن — چور چکارے بچوں اور بڑوں یعنی کہ عورتوں کے زیورات اتار کر یا چرا کر لاتے ہیں تو ہم خرید کر لیتے ہیں اور گلا کر سونے کی سلاخیں بناتے ہیں

امیر — یہ ہم سے مراد آپ کتنے ساجھے دار ہیں؟

موہن — سونے چاندی کے کاروبار میں تین اور گلے ماہے عورتوں کے معاملے میں ایک اور پہلوان ہے۔ چودہ پڑی میں میرا بھائی گلاب چند

امیر — یہ عورتوں کا معاملہ کیا ہے۔

موہن — کبھی کوئی بھولی بھٹکی حسین لڑکی یا عورت گھٹ جاتی ہے تو میں ایک پہلوان کے ذریعہ چار پانچ سو میں بیچ دیتا ہوں۔

امیر — اور سونے چاندی میں۔

موہن — میرا ایک ساتھی خوانچہ والا ہے دراصل ایک سنار ہے اور دوسرا ڈنکے والے شاہ صاحب ان دونوں کو آپ نے میرے ساتھ چار مینار پر شاید دیکھا ہے۔

امیر — اچھا وہ شاہ صاحب اور وہ چنا جور گرم والا۔

موہن — جی ہاں۔ جی ہاں وہ میرے ساتھی ساجھے دار ہیں۔

امیر — آپ کا کارخانہ؟

موہن — جنگل میں ایک چھوٹی سی گوی ہے وہاں زیور گلائے جلتے ہیں۔

امیسر — یہ گوی کہاں ہے؟

موہن — چھام نگھ کی دلیوں کے پیچھے نیم کا جھاڑ ہے۔ اس پہ ہرا جھنڈا ہے اس کے نیچے ڈنکا بجتا ہے

امیسر — یہ ڈنکا کیوں بجایا جاتا ہے

موہن — گوی میں قریب ہی سنار زیورات ٹھوک ٹھاک کر گلاتا ہے جب کوئی ادھر آتا ہے تو ڈنکا بجتا ہے اور وہ کام روک دیتا ہے اور جب پھر سے ڈنکا بجتا ہے تو وہ پھر ٹھوکم ٹھاکی کرتا ہے۔

امیسر — گویا یہ خطرہ کا اشارہ ہے۔ ٹھیک ہے لالہ جی آپ نے سچ سچ بتا دیا اب آپ ہمارے ساتھ پیدل چلیں گے وہاں چل کر ہم آپ کو چار نہیں بلکہ پانچ لگے سیکڑہ دیں گے تب آپ حیدرآباد آئیں گے۔ ہم کل یہاں سے جا رہے ہیں۔

موہن — نیکی میرا ستارہ۔ میرے بچے۔

امیسر — خاموش، للو، دو چار گونگوں کو بلانا، اس کی کوئی اولاد نہیں ہے۔

للو — جی حضور (جاتا ہے اور چار گونگوں کو لاتا ہے)

(گونگوں کو اشاروں میں کہتا ہے کہ موہن داس کو قید کرلیں کسی صورت جانے نہ دیں۔ گونگے ـــــ موہن کو پکڑ کے لیجاتے ہیں)

موہن — ہائے ہائے کہاں۔ ارے بھائی (امیر ہنستا ہوا جابدی سے مڑتا اور تلوار میان کر کے رومال اپنی کمر سے باندھ لیتا ہے اور نکل جاتا ہے)

(منظر تبدیل ہو جاتا ہے)

منظر ۵۱

جھام سنگھ کی دیول

(پہاڑی)

پہاڑی کے دامن میں چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں کے بیچ نیم کے پیڑ تلے.... چٹان پر شاہ صاحب بیٹھے ہیں سامنے ڈنکا رکھا ہے جب کوئی وہاں سے گزرتا ہے تو ڈنکا بجاتے ہیں، سامنے ایک رومال بچھا ہے جس پر کچھ پیسے پڑے ہیں۔ ایک شخص گزرتا ہوا قریب جاتا اور کچھ پیسے رومال پر ڈال دیتا ہے جب وہ ٹھٹھکتا ہے تو شاہ صاحب ڈنکا بجاتے ہیں۔ بازو گوی سے کھٹ کھٹ کی آواز سنائی دیتی ہے یکایک ایک طرف سے امیر گھوڑے پر بیٹھا شاہ صاحب کے قریب آتا اور گھوڑے سے اتر کر شاہ صاحب سے مخاطب ہوتا ہے ڈنکا بجتا ہے

امیر: او ہو شاہ صاحب سلام علیکم

شاہ صاحب: سوداگر صاحب وعلیکم السلام

امیر: شاہ صاحب ہم نے کہا نہیں تھا کہ سارے گن آپ کے پیٹ میں ہیں

(شاہ صاحب کے ہاتھ سے چوب لے کر ڈنکا بجاتا ہے تو بازو سے ٹھک ٹھک کی آواز آتی ہے۔ شاہ صاحب پریشان ہوتے ہیں)

شاہ صاحب: ارے یہ کیا بھائی ڈنکا کیوں بجا دیا۔

امیر: "تاکہ کام شروع ہو جائے۔ شاہ صاحب جلدی کیجیے آپ کے دوست موہن داس گرفتار ہو چکے ہیں۔ انھوں نے کہا ہے کہ فوراً آ جاؤں اور گوی میں سیدھی جا بس قدر سلاخیں ہیں حاصل کر لوں۔ میں نے قیمت ادا کر دی ہے سونے کی"

شاہ صاحب — کیا کہا موہن اور گرفتار۔ کوتوالی میں؟

امیر — اجی اٹھیئے بھی چلیئے اندر چلیں، وقت نہیں ہے

(شاہ صاحب اٹھ کر لنگ باندھتے ہیں جو کمر میں ڈھیلی پڑ گئی تھی) (منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر ۵۲ — غار کا اندرونی حصہ

(ایک کونے میں سنار جس کے گلے سے کمر تک زنار لٹک رہا ہے۔ بیٹھا زیور ٹھوک رہا ہے مشعل جل رہی ہے، شاہ صاحب اور امیر کو دیکھ کر خوف زدہ ہوتا ہے)

شاہ صاحب — شنکر راز فاش ہو گیا میں کہتا تھا کل سبحان خاں کی باتاں جو موہن داس سے ہوئے تھے — وہ رنگ لائے۔ کہتے ہیں موہن گرفتار ہو گیا ہے۔

سنار — ہے بھگوان — اب کیا کریں۔

امیر — جلدی سے وہ سونے کی سیخیں نکالو، اور ڈالو اس رومال میں دو سو تولے

شنکر — دو سو تولے! بھگوان کا نام لیو جی ایک سو تولے بھی نہیں۔ کیوں شاہ صاحب۔

شاہ صاحب — بھائی ڈال دے رومال میں جو بھی ہے کوتوالی کے جوان آنے والے ہیں۔ جلدی سے سامان اٹھا اور چل۔

سنار — ارے اتنا سونا — یہ لیو —

امیر — بھاگو بھاگو یہاں سے۔ مگر یہاں حیدرآباد سے کہیں دور چلے جانا ورنہ پکڑے جاؤگے ......

شاہ محمد — چل بھئی نارسنگی چلیں — (تینوں باہر نکلتے ہیں)۔
(منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۵۳ — جنگل

امیر گھوڑے پر سوار ایک طرف کو دیکھ رہا ہے۔ شاہ محمد صاحب اور سنار دوڑے جا رہے ہیں۔ امیر انہیں دیکھ کر ہنستا ہے۔

(منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۵۴ — کوٹھا

کشادہ کمرے میں سفید فرش کیا گیا ہے۔ زینت اور زہرہ چچپیچی کھیل رہی ہیں۔ امیر داخل ہوتا ہے ایک طرف کو بیٹھا ہوا پہلوان اٹھ کر سلام کرتا ہے۔

امیر — میں آ سکتا ہوں۔

زہرہ — اللہ آپ۔ کل کا وعدہ کدھر گیا — (مجرا بجا لاتی ہے)

امیر — کیا بتاؤں کس الجھن میں رہے۔ ہم کل بیدر جا رہے ہیں۔

زہرہ — میرے وطن۔ بیدر شریف۔

امیر — تیار ہیں آپ ، بیدر آپ کا وطن ہے؟

زہرہ — بالکل چلنے میں تیار ہوں۔

امیر — اس سے بڑھ کر اور کیا چاہئیے کہ میری زندگی تیری ہمسفر ہوگی۔

بڑی بی — کس کی زندگی کس کے ساتھ جاری ہے؟ اور آپ جھگڑا لے آئے گئے ملانے اس دن بیل دے گئے تھے (زہرہ سے) تیسرا روہ

نکلے تو یہاں تک بڑھ گئی!

زہرہ — فاحشہ (غصہ میں بھری زہرہ بوڑھیا کے ایک لات رسید کرتی ہے کمر پکڑے بڑھیا اوندھے منہ دھڑام سے گاؤ تکیہ پر گرتی ہے دو چار لات اور مار کر زہرہ بوڑھیا کو بیدم کر دیتی ہے جب پہلوان قریب جا کر زہرہ کو مارنا چاہتا ہے تو پیچھے سے امیر کمر سے رومال نکال کر پہلوان کی گردن میں پھندا مارتا ہے۔ پہلوان مار کے ڈر کے بیتاب ہو جاتا اور امیر کے پاؤں میں گر کر گڑگڑانے لگتا ہے)

زہرہ — نمک حرام۔ خطا یہ تو پھر بیچ میں بولی۔ یہ لے حرامزادی جانے کتنی کنواریوں کو بیٹیاں بنا کر کتنے دامادوں کے حوالے کیا ہے تو نے کتنی پارساؤں کی عصمت لٹائی — یہ رہا تیرے کرتوت کا بدلہ — حرام خور — (لات مارتی ہے)

پہلوان — حرامزادی — (آگے ہاتھ بڑھائے بڑھتا ہے۔ پیچھے سے امیر پھندا مارتا ہے۔ اور گردن دبوچ لیتا ہے اس قدر کہ دم نہ نکلنے پائے)

امیر — حرام زادے۔

پہلوان — آہ۔ مرگیا۔ مرگیا میرے باپ۔ مرگیا۔ میری گردن — ارے تو انسان ہے بھائی۔ ہائے ہائے میری گردن — میری ماں میں مرگیا۔ میری گردن — میں پہلوان سارا چار دیار مجھ سے کانپتا ہے اور آج — میں اس قدر مجبور... گردن ہلا نہیں سکتا... ہائے رے تیرا داؤ — (اکڑی ہوئی گردن کو دونوں ہاتھوں سے دابنے لگتا ہے) میری گردن — ارے ٹوٹ گئی شاید مرگیا

امیر — خاموش جو شور مچایا۔ دم نکال دوں گا

پہلوان — جی نہیں ـــــ ہائے ہائے میری ماں، نہیں بولوں گا۔۔۔۔
(ایک طرف کو مڑ جاتا اور بے سوز پڑ جاتا ہے)

زہرہ — اس فاحشہ نے میری زندگی تباہ کردی مجھے اپنے رنگ میں رنگ دیا
(ایک طرف کو کھڑی زینت ششدر تماشہ دیکھ رہی ہے)
اور اس نادان کو رنڈی بنایا۔ اور ـــ اور (زہرہ رونے لگتی ہے)

امیر — گلاب جیسے گالوں پر یہ شبنم کے قطرے ؟

زہرہ — جی یہ وہ گلاب ہے میاں ۔۔۔ جانے کتنے نامنجار اس کی خوشبو سونگھ چکے ہیں۔
یہ گلاب نہیں سراب کہو میرے دوست سراب۔۔۔۔!

امیر — زہرہ ـــ!

زہرہ — امیر صاحب میری تعریف آپ نہیں آپ کی شرافت کر رہی ہے۔ ہم آپ کے قابل نہیں۔ آپ کے قابل کا پھول اس کمرے میں بند ہے۔ زینت کھولدے دروازہ ـــ (زینت کمرہ کے دروازہ کی کنڈی کھولتی ہے تو زار و نزار۔۔۔۔ عظمین برآمد ہوتی اور زہرہ کے قدموں میں گرتی ہے)

عظمین — آپا۔

زہرہ — میں پہلے ہی سے گنہ گار، اے پاکباز پاکیزہ . اٹھ ـ یہ پاؤں نا پاک ہیں
ان پر تجھ جیسی حور کے ہاتھ مجھے بھسم کردیں گے ـــــــــ

امیر — سبحان اللہ حسن! قدرت کی کاریگری کا نمونہ سبحان اللہ،

زہرہ — ماشاء اللہ آپ کی آنکھوں کے میں قربان، یہ ہے وہ مجبور لڑکی
جس کا ایک بڈھے مالدار نصرت خاں سے اس کی مرضی کے خلاف

عقد ہوا ہے لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی۔ یہ پناہ لینے میرے پاس آئی تو اس قتالہ نے (بڑھیا کے طمانچہ مارتی ہے)

بڑی بی: اے تو بہ۔ موئی تیرا ستیاناس۔

زہرہ: پھر بولی (ایک لات مارتی ہے)

بڑی بی: میری ماں — میں مرگئی۔

زہرہ: ابھی کہاں سے مرگئی قیامت کے بورئے سمیٹنے ہیں تجھے لعنت ایسی ماں پر جو بیٹی کی لاج کا سودا کرے امیر صاحب اس نے اسے بھی میری طرح ناچنے والی بنانا چاہا لیکن خدانے بچا لیا اسے اپنائیے میرے دوست یہ ہے میری طرف سے آپ کے احسان کا تحفہ! اسے گلے لگائیے۔ بھائی جان ہمیشہ کے لیے اسے اپنی بیوی بنائیے۔

امیر: مگر اس کا تو نکاح ہو چکا ہے!

زہرہ: اس کی مرضی کے خلاف مالدار بوڑھے کھوسٹ سے ہوا ہے جو ناجائز قرار پاتا ہے کہ اس کی مرضی نہیں تھی۔

عظمین: نہیں آپا۔

زہرہ: کیوں کل تک تو نے جبسے انھیں دیکھا تھا ان کا دم بھرتی تھی آج کیا ہو گیا بدنصیب تجھے۔

عظمین: تم سچ کہہ رہی ہو کہ میرے دل میں ان کی صورت بس چکی ہے لیکن ان کے ساتھ میں جب جاؤں گی جب یہ حسین شاہ ولی کی درگاہ چل کر اقرار کریں کہ مجھ سے عقد کریں گے۔

امیر: حسین شاہ ولی کی درگاہ، یہ کون بزرگ ہیں؟

عظمین: قطب شاہی زمانے کے بزرگ شاہی فقیر۔

زہرہ انھوں نے حسین ساگر بنوایا تھا۔ ان ہی کے نام سے وہ تالاب مشہور ہے
ان کی درگاہ یہاں سے قریب ہے۔

عظیمن میں نے آج صبح یہ منت مانی تھی کہ اس کھوسٹ سے چھٹکارا پاؤں
تو حسین شاہ ولی کے مزار پہ پھول چڑھانے جاؤں گی اور نیاز کرونگی

زہرہ مبارک تیری تمنا پوری ہو گئی۔ کیوں امیر صاحب؟

امیر میں قسم کھاتا ہوں حسین شاہ ولی کی کہ اسے اس درگاہ پہ لیجا کر
اقرار کروں گا کہ اسے ہمیشہ کے لیے اپناؤں گا۔

بڑی بی میرے اللہ۔ (درد سے کراہتی ہے)

زہرہ خاموش مردے کلیجہ کھانے کی کوشش نہ کرنا۔ ہاں میر صاحب
آپ کب جا رہے ہیں؟

امیر ہم کل جا رہے ہیں بیدر۔

زہرہ تو پھر حسین شاہ ولی کی درگاہ کب چلئے گا؟

امیر قافلہ روانہ ہو جائے گا منہ اندھیرے سحر میں۔۔۔۔ حسین شاہ ولی کی
درگاہ ہوتا ہوا آپ لوگوں کے ساتھ جاؤں گا۔

زہرہ تو جانے ہم درگاہ پہنچ جائیں گے بڑی فجر ہی۔ ہم یہاں سے نکل جائیں گے

امیر نہیں ایسی غلطی نہ کرنا ہمارا بدری بنڈی بان صبح آ جائے گا۔ تو ان کے ساتھ

زہرہ خدا حافظ ـــ

امیر خدا حافظ۔ (جاتا ہوا پہلوان کی طرف دیکھتا ہے پہلوان بلبلا اٹھتا ہے)

پہلوان ہے گردن ٹوٹ گئی میرے باپ۔ کیا ہمارا تم نے کھایا گیا۔

امیر یاد رہے اگر کوئی اور حرکت کی تو ـــ۔۔۔۔

پہلوان ہائے دوست پہلوا تو نے گلّہ لوٹی تیرے داؤ کھا گئے پانی بھرگئے

امیر — دیکھ، تو ٹھہرا پہلوان۔ یہ رہیں عورتیں اور یہ ان کی بوڑھیا ماں،

زہرہ — یہ کیا ہماری ماں ہو گی امیرہ۔ جب منہ بولی ماں ہو تی تب پتہ چلتی۔
(مارنے کے لیے آگے بڑھتی ہے)

امیر — بس بہت مار پڑی ہے (زہرہ کو ہٹاتا ہے اور پہلوان کی طرف اشارہ کرتا ہے) پہلوان جی۔ آپ اس کمرے میں لیٹئے۔ اٹھئے:
(پہلوان کمرے میں جاتا ہے امیر کنڈی لگا دیتا اور شیر کو پنجرے میں بند کر دیتا منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۵۵ — حسین شاہ ولی کی درگاہ

درگاہ میں قوالی ہو رہی ہے، امیر علی اور للو بھی محفل میں بیٹھے ہیں۔ پیچھے حسین

قوالی

(۶)

تو ہے پنہاں کہاں بے گماں بے گماں
تیرا جلوہ عیاں گلستاں گلستاں

تیرے انوار سے ضو فشاں ضو فشاں
کوہ کاہ مہر و ماہ کہکشاں کہکشاں

بندگی ہیں تری اہلِ ذوقِ نظر
تجکو ڈھونڈے کئے کارواں کارواں

قطعہ
رائی پربت بنکے ہو جاتی ہے افسانہ نہیں
کوہِ غم سر پہ پڑا بھی تو یہاں کچھ بھی نہیں!
ہے ریاضِ حسن کی رونق نسیمِ عشق تیرے،
اے قمر ورنہ یہ رنگِ گل رخاں کچھ بھی نہیں

راحت جاں عشق ہے مطلوب انساں عشق ہے
عشق لطف جاوداں دیدار یزداں عشق ہے

تو ہے ان ہی میں لیکن یہ اہل زمیں
ڈھونڈتے ہیں تجھے آسماں آسماں

امیر محفل سے اٹھتا ہے تو للو بھی اٹھتا ہے۔ منظر تبدیل ہوتا ہے

منظر ۵۶ — سڑک

لب سڑک ایک جھاڑی سے تین گھوڑوں کی لگام بندھی ہے جہاں امیر اور للو کھڑے ادھر اُدھر دیکھ رہے ہیں۔ دور سے ایک بنڈی آتی ہوئی دکھائی دیتی۔

للو: سرکار وہ رہی ہماری بنڈی (ہاتھوں سے اشارہ کرتا ہے) (جب بنڈی قریب آتی ہے تو گونگا بنڈی ہانکھ رہا ہے دونوں جانب پردے پڑے ہیں بدری بنڈی سے اترتا ہے)

امیر: بدری بڑی دیر کردی تم نے۔

بدری: بدمعاش پہلوان بنشو روغن سے محلہ سر پر اٹھا رکھا تھا۔ بی بی نے ایک سو روپیوں کی تھیلی دی تو چپ ہوا۔

امیر: اور بوڑھیا؟

بدری: اسے بھی بی بی نے ایک سو کی تھیلی دی ہے۔

(بنڈی سے زینت زہرہ اور عظیمن اترتی ہیں۔ زینت اور عظیمن دو خوان لیئے آگے بڑھتی ہیں۔ للو دونوں خوان سر پہ اٹھا لیتا ہے۔ آگے

آگے للّو پیچھے پیچھے تینوں عورتیں اور امیر درگاہ کی طرف بڑھتے ہیں)

امیر — بدری، گھوڑوں اور بنڈی کا خیال رکھنا۔

بدری — بھائی میرے لیے بھی پرسا دلانا۔

زہرہ، عظیمن اور زینت سادہ دار کپڑے دوپٹے سنبھالتی ہوئیں امیر کے قریب جاکر آداب بجالاتی ہیں) امیر، للّو اور عورتیں سب مل کر درگاہ کی طرف بڑھتے ہیں۔ ان کے درگاہ کے اندر جانے کے بعد بہت سے فقیر درگاہ کے دروازے کی دونوں جانب قطار باندھے بیٹھے ملتے ہیں۔ آخر کار امیر اور اس کے پیچھے عظیمن، زہرہ اور زینت باہر آتی ہیں۔ للّو خوان لیے آتا اور فقیروں کو لڈو تقسیم کرتا ہے۔ امیر بٹوے سے پیسے سب کو خیرات کرتا ہے۔ جب خیرات ختم ہو تی ہے تو امیر آگے بڑھتا ہے)

امیر — عظیمن — ادھر آنا — زہرہ بی۔

عظیمن — آپ نے قلعہ گولکنڈہ دیکھا ہے؟

زہرہ — شاید... نہیں دیکھے ہوں گے چلیے ایک نظر دیکھ لیں اور وہ قطب شاہی گنبد بھی اُدھر

امیر — تو چلو — سب ایک ساتھ مڑتے ہیں۔

(منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۵۷ — قلعہ گولکنڈہ کا صدر دروازہ

(امیر، بدری، عظیمن، زہرہ اور زینت دروازہ میں داخل ہوتے ہیں)

زہرہ — دیکھیے امیر صاحب آپ یہاں تالی بجاؤ تو اس کی آواز بالائی حصہ پر جاتی ہے۔ سنیے (تالی بجاتی ہے)

امیر — واہ... کمال ہے۔ آواز اوپر جاتی ہے اور سنائی دیتی ہے !!

چوکیدار — آپ اوپر جائیں میں یہاں تالی بجاتا ہوں تو آپ آواز اوپر سنیں گے۔

امیر — ایسا کیوں ہے ؟

چوکیدار — جب کوئی بادشاہ سلامت سے ملنا چاہتا یا کوئی اطلاع دینی ہوتی تو تالی بجائی جاتی ، اور شاہ گردپیشہ نیچے آتے ، سلام پیش کرتے تھے ،

امیر — اچھا !! چلو اوپر چلیں۔ (سب جاتے ہیں)

(منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر ۵۸ — بالا حصار

زہرہ — یہ رہا چبوترہ جس پر مسند سجائی جاتی تھی اور بادشاہ سلامت کا دربار سجتا تھا۔ کبھی چاندنی رات میں گانا بجانا کبھی مشاعرہ .... سنئے۔ تالی کی آواز ـــــ

امیر — خوب۔ وہ رہا چار مینار اور اُدھر تونت پہاڑ۔ میں نے اس پہاڑ پر چڑھ کر سارے شہر کا نظارہ کیا تھا۔ واہ کیا منظر تھا بیان نہیں کر سکتا

زہرہ — اور وہ مکہ مسجد ـــــ

زہرہ — اور یہ ہیں قطب شاہی گنبد ـــــ (ہاتھ کا اشارہ کرتی ہے)

عظیمن — گنبدوں کی سیر بھی کریں۔ کیوں ؟

امیر — کیوں نہیں چلو ـــــ (سب نیچے اترتے ہیں)

(منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر ۵۹ — قطب شاہی گنبد کا اندرونی حصہ

(سب ایک گنبد کے اندر داخل ہوتے ہیں)

امیر — سبحان اللہ۔ یہ مزارات۔!

زہرہ — قطب شاہی بادشاہوں کے ہیں۔

امیر — کس قدر عبرت کا مقام ہے: بادشاہ جنھوں نے سرزمین دکن پر حکومت کی کائنات شادی وہی آج یہاں پیوند زمیں ہیں اور ہوں نہاں کچھ بھی نہیں ــــ

(منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر ۶ — بیدر کا نظارہ ــ فتح میدان
محمود گاواں کا مدرسہ۔ قلعہ کی فصیل
توپ کا نظارہ،

منظر ۶۱ — محمود گاواں کے مدرسہ کے آگے میدان میں شامیانہ تنا ہے۔

(۱) بازو رائوٹیاں ہیں۔ اسماعیل۔ پیر خاں، حسین خاں، بینی سنگھ سرفراز خاں اور دیگر چالیس پچاس ٹھگ شامیانے کے آگے کھڑے ہیں۔ امیر بدری، عظیمن۔ زہرہ۔ زینت اور للّو آگے بڑھتے ہیں،

زہرہ — یہ رہا بیدر میں محمود گاواں کا مدرسہ، میر صاحب وہ ہے قلعہ کی فصیل، قلعہ میں ہمارا مکان ہے (سامنے ٹھگ کھڑے آنے والوں کو دیکھ رہے ہیں)

(۲)
اسماعیل — یہ تین تین برقعہ پوش عورتیں!

حسین خاں — عورتوں کا قافلہ ہے امیر کے ساتھ!

(۳) (امیر نے دیکھ کر اسماعیل کے آگے جھک جاتا ہے)

امیر — بابا۔

اسماعیل — جیتے رہو، بہت پریشان کر دیا تم نے بڑی دیر کر دی۔ یہ کون عورتیں ہیں۔ انہیں کیوں لے آئے ہو؟

عظیمن — میرے بابا (بڑھ کر ادھیڑ ہوتی اسماعیل کو آداب بجالاتی ہے)

زہرہ — (آداب بجالاتی ہے) آداب عرض کرتی ہوں حضور یہ ہے عظیمن ایک شریف خاندان کی لڑکی اور یہ زینت میری بہن ہے۔

اسماعیل — چلو اندر چلو۔ (سب شامیانے کے اندر جاتے ہیں)

(منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر ۶۲ (شامیانہ) عقد کی محفل

شامیانے میں تمام ٹھگوں کے علاوہ بیدر کے چند لوگ محفل عقد میں شریک ہیں۔ سامنے قنات کے قریب مسند پر دولہا بیٹھا ہے اس کے بازو قاضی بیٹھے ہیں دوسری جانب اسماعیل وغیرہ، مرتبانے سے ہٹ کر دوسری طرف جالی دار پردہ لگا ہے۔ ایک اور مسند پر گھونگٹ کاڑھے دولہن بیٹھی ہے اس کے قریب زہرہ اور زینت بیٹھی ہیں۔ مبارک سلامت کی آوازوں کے ساتھ چھوارے بادام اور مصری مجمع میں چاروں طرف اچھالا جاتا ہے۔ سب ایک دوسرے کو گلے ملتے ہیں۔ بدری آواز دیتا ہے۔

حسین خاں — ہمارے جمعدار امیر علی کی شادی سفر کے دوران بیدر میں ہوگی اس کا ہم نے خواب میں بھی خیال نہیں کیا تھا، دولہا دولہن کی اس محفل میں دکن کی مشہور زہرہ بی اور ان کی بہن، زینت کا ناچ اور گانا ہوگا۔

سب — مبارک مبارک۔ (سب بیچ میں جگہ بناتے ہیں)

زہرہ اور زینت کا ناچ اور گانا

(رقص و سرود) (۷)

زہرہ — ۵ دیکھی ہے جب سے جب کسی کا تو جمال کی :: دنیا بدل گئی میرے خواب و خیال کی

نازاں ہوں اس پہ جس کی مجھے آرزو ملی ٭ وہ کیا ملا وقار ملا آبرو ملی

رہ جاتی ورنہ پیکر میں صورت سوال کی

وہ جانِ آرزو جو مری جانِ زندگی ٭ قدموں میں جس کے مجھ کو ملی شانِ زندگی

ورنہ بساط کیا تھی پریشان حال کی

اس کا وجود جب مری باہوں میں آگیا ٭ کہتے ہیں جس کو نور وہ آنکھوں میں آگیا

کافی ہے مجھ کو روشنی ایسے جمال کی

دیکھی ہے جب سے چھب کسی نور کی

دنیا بدل گئی مرے خواب و خیال کی (قمر)

(منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر ۶۳ **اسماعیل کی راوٹی** بیدر

بدری اسماعیل کی راوٹی میں داخل ہوتا ہے، جہاں اسماعیل مونڈھے پر بیٹھا حقہ پی رہا ہے۔ اِدھر اُدھر مونڈھوں پر امیر علی، جیون خاں، بینی سنگھ، سرفراز اور پیر خاں بیٹھے ہیں۔

بدری: سردار، عمرکھیڑ سے حسین یار جنگ کا کارندہ آیا ہے، مجھ سے پوچھ رہا تھا، بندیل کھنڈ کے تاجر کی راوٹیاں یہی ہیں؟ اس نے مجھے شاید پہچانا نہیں۔

اسماعیل: میں سمجھ رہا تھا کہ شاید ہم حیدرآباد ہی میں پکڑے جائیں گے!

امیر: بابا اب ہمیں کوچ کی تیاری کرنی چاہیئے۔

اسماعیل: ہاں جلد سے جلد نظام کے علاقے سے نکل جائیں، تو اچھا ہے۔

امیر: ناگپور بھی تو انہی کا علاقہ ہے!

اسماعیل — لیکن اس مقصد دور ہے اگر کسی جاسوس کے آنے سے پہلے ہم بھاگ نہ پہنچ سکتے ہیں۔

امیر — ٹھیک۔ (اسماعیل کے سوا سب کھڑے ہوتے ہیں۔ منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۶۲ امیر علی کی راؤٹی

(امیر علی کی راؤٹی میں: دلہن عظیمن، زہرہ اور زینت بیٹھی ہیں۔ امیر داخل ہوتا ہے تو سب اٹھ کر آداب بجالاتی ہیں)

امیر — زہرہ، سنا ہے حسین یار جنگ کا آدمی بیدر آیا ہوا ہے۔ انہیں تم پر کوئی مصیبت نہ آجائے۔

زہرہ — بھائی جان آپ میری فکر نہ کریں، بیدر کی لال مٹی اس کے لوگوں کے جبر سے لال کر دی گئی۔ قلعہ میں ایسے سپاہی ہیں جو ان کو خون میں نہلا سکتے۔ آپ اپنے سفر کا انتظام کریں۔

امیر — ٹھیک ہے۔ عظیمن۔

عظیمن — حکم۔ (عظیمن امیر کی طرف مڑتی ہے، زہرہ اپنے گلے سے موتیوں کا ہار اتار کر عظیمن کی گردن میں ڈالدیتی ہے)

زہرہ — دلہن کے لیے زہرہ کی نشانی۔

امیر — ارے یہ کیا کرتی ہو زہرہ، ہمارے پاس ایسے ہاروں کی کیا کمی ہے؟

زہرہ — کمی ہے جبھی تو یہ تحفہ دیا ہے کہ بھائی کے پاس بہن کی نشانی کی کمی تھی۔ بھائی جان، بھابی۔ مجھے بھول نہ جانا بھلا!

امیر — تمہارے پاس، گزر بسر کے لیے ... کچھ ہے کیا؟

زہرہ — بہت کچھ ہے۔

عظیمن | آپا زہرہ کو گلے لگاتی ہے، دونوں کی آنکھوں میں آنسو، ادھر زینت پلیٹ سے آنکھ پونچھتی ہے منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۶۵ — سڑک — جنگل

سڑک سے امیر کا قافلہ گذر رہا ہے یکایک امیر کی نظر گھڑسوار بدری اور حسین خاں پر پڑتی ہے جو پیرول (اشارہ) کر رہے ہیں۔ امیر عظیمن کی بنڈی کے قریب آتا ہے جس میں عظیمن اور اسمٰعیل بیٹھے ہیں۔

امیر — بابا پیرول ہا!
اسمٰعیل — کس کا اشارہ ہے کون گیا ہے آگے؟
امیر — حسین خاں اور بدری ناتھ۔
اسمٰعیل — دیکھو تو۔ (امیر گھوڑا دوڑاتا ہوا بدری اور حسین خاں کے قریب جاتا ہے)
بدری — ٹپاؤ!!
امیر — یہ کونسا شہر ہے؟
حسین خاں — ناگپور۔
امیر — ناگپور آگیا!
بدری — ناگپور ہی نہیں بنج بھی ہاتھ آیا ہے!
امیر — بنج؟
بدری — آخری بنج ایک لاکھ سے کم نہیں۔ (امیر گھورنے لگتا ہے)

(منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۶۶ — راوٹی

(راوٹی کے قریب اسمٰعیل مونڈھے پر بیٹھا ہے امیر بدری حسین خاں

اور بینی سنگھ محو سے گفتگو ہیں)

اسماعیل — تم نے سنبری خاں سے ملاقات کی ؟

حسین — جب اس نے سُنا کہ ہم جلیبہ رجا رہے ہیں تو اس کی باچھیں کھل گیئں سنا ہے اس کا بھتیجہ بھوپال کے دربار میں بڑے عہدہ پر ہے !

امیر — تو کیا وہ نواب بھوپال جا رہا ہے ؟

بدری — بہت سا سامان لیکر جا رہا ہے۔

حسین — دوسری ملاقات میں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔

اسماعیل — امیر تم اور بدری جاؤ۔ دیکھو کیا حال ہے بیچ بڑا ہو تو ہاتھ ڈالنا ورنہ ضرورت نہیں۔

امیر — بہت اچھا - چلو بدری (دونوں مڑتے ہیں)

(منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۶ الف — **نواب سنبری خاں کی حویلی** — ناگپور

(ب) دالان میں خوبصورت تخت بچھا ہے سنبری خاں ادھیڑ عمر کا خوبصورت بوڑھا سفید داڑھی، سر میں لمبے لمبے سفید بال جسم پر ڈھاکے کی ململ کا انگرکھا۔ سبز مخمل کا ڈھیلا پاجامہ، بڑی بڑی مونچھ پان چبا رہا ہے امیر اور بدری پیش ہوتے ہیں۔

امیر اور بدری — نواب صاحب کی خدمت میں آداب

سنبری — تم آگئے یہ منڈیل کھنڈ کے تاجر امیر علی ہیں ؟ (بدری سے دریافت کرتا ہے)

امیر — جی بندہ پرور —

سنبری — بھائی ہم کہاں اور بندہ پروری کہاں - حیدرآباد سے آرہے ہو

کہو سکندر جاہ بہادر کی بندہ پروری کا کیا حال ہے بیٹھو۔
(دونوں مونڈھوں پر بیٹھتے ہیں)

امیر — شکریہ

سبزی — ادھر آجاؤ تخت پر۔

امیر — شکریہ۔ افسوس ہے کہ نواب سکندر جاہ بہادر کی زیارت نہ ہو سکی۔

سبزی — سنا ہے ان کا بڑا آدم ہوتا و شکار ہے۔ انگریزوں کے ساتھ سازباز میں لگے رہتے ہیں۔ کریمن (آواز دیتا ہے)

کریمن — (ٹھمک کر آتی ہے) (طبلہ کی تھاپ)

سبزی — سبزی لاؤ دو گلاس پوری برابر اور ایک ہماری مقدار کا

کریمن — ابھی لائی (ٹھمکتی ٹھمکتی جاتی ہے)

سبزی — طرار ہے۔ بجلی ہے یا چھلاوہ ہے تو کمسن نوجوان لیکن سبزی بنانے میں اچھے اچھوں کے کان کاٹتی ہے، کیا بتاؤں اس کی چال، ہرنی ہے کہ چوکڑی بھرتی ہوئی آتی ہے، ہاں تو آپ۔ اچھوڑ ارے کیا نام۔

بدری — جبلپور جا رہے ہیں۔ (بدری ہاتھ کی تلوار کا قبضہ گھماتا ہے)

سبزی — (یہی تلوار معلوم ہوتی۔ (انگلی کا اشارہ کرتا ہے)

امیر — (بدری سے تلوار لے کر) نذر ہے۔

سبزی — بھائی کتنی بھاری ہے تلواریں پڑی سٹھری ہیں میرے ہاں۔ میں اس کا کیا کروں گا (دھار دیکھ کر) واہ۔ معلوم ہوتا ہے بہتوں کو قتل کیا ہے کم بخت نے کسی اچھے تلوار کی ساتھی رہی ہے۔

امیر — میرے بابا نے ان کو انعام دیا ہے۔

(عطر آیا بندے طبلہ کی تال پہ چوکڑی بھرتی کریمن ایک طبق

میں تین گلاس سنبری اس طرح لاتی ہے کہ ایک قطرہ نیچے نہیں گرنے پاتا)

سنبری: اہا - یہ بات - لاؤ - یہ رہی ہماری - کرشنا اور یہ گلاس! یہ
(ایک گلاس اٹھاتا ہے باقی دو گلاس ایک امیر کو دوسرا بدری کو دیتا
امیر اور بدری گلاس لیکر پریشان ہوتے ہیں)

سنبری: یہ حیدرآباد کا رنگ نہیں بلکہ امنگ و ترنگ میں لانے والی بلی پیاری
جھنگ ہے - سنبری کا پتا پیو،

امیر: شاید اسی لیئے آپ سنبری کہتے ہیں اسے -

سنبری: جی ہاں ہمیں اس کی لت کیا پڑ گئی - ہمارا نام ہی نواب سنبری خاں
پڑ گیا ــــــ (سب پیتے ہیں) یہ بات - پیجیئے - کہیئے آپ لوگ
جبلپور کب جا رہے ہیں؟

امیر: جی کل صبح - منہ اندھیرے -

سنبری: میں نے بھی اپنے سپاہیوں کو حکم دیا ہے کہ فجر دم نکلیں بھوپال جانا
ہے - کچھ دور تک آپ کا ساتھ رہے گا -

امیر: تو ہمارے مال کی حفاظت بھی ہو جائیگی -

سنبری: تو چلیئے ٹھنڈے ٹھنڈے سفر طئے ہو جائے گا - حفاظت؟
کس کی مجال ہے جو سنبری خاں کے قافلے کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے -

امیر: اجازت دیں -

سنبری: اچھی بات ہے - منہ اندھیرے ہم ندی کے پل پر ہونگے اچھا،
آپ لوگ آ جائیں -

امیر: مناسب (دونوں اٹھتے ہیں، منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۱۸ ندی کا کنارہ

سبزی خاں اور امیر کا قافلہ ایک ساتھ گزر رہا ہے۔ ندی کے پانی کو دیکھ کر سبزی خاں کا دل للچاتا ہے کہ کچھ دم ٹھیرے اور کھانے کے بعد سبزی کا لطف اٹھائیے۔ سبزی خاں فوجی لباس میں ملبوس نہایت ہی قیمتی اور عمدہ بکتر پہنا ہے جس میں فولاد کی کڑیاں لگی ہیں کمر میں سبز کشمیری شال بندھا ہے جس میں تین خنجر جن کے قبضے سونے سے منڈھے ہیں اڑسے ہیں کندھوں سے کہنیوں تک فولاد کے آہنی دستانے چڑھے ہوئے اور زانوں پر فولادی موزے، سر پر فولادی چمکدار خود جس کی چوٹی پر قرمزی ریشمی طرہ لگا ہوا۔ خود کی اطراف کشمیری رومال لپٹا ہوا تاکہ دھوپ کی تمازت سے بچے۔ پہلو میں لمبی تلوار لٹکتی ہوئی جس کا ٹر تلا کامدار مخمل کا گردن میں پڑا ہوا۔ مشکی گھوڑے پر سوار گھوڑا خرام ناز سے اپنے سوار کی ران تلے چلتا ہوا۔ پیٹھ پر زرتوئین زین، نواب کی آواز میں کراہ پن یکبارگی امیر کی طرف مڑ کر مخاطب ہوتا ہے :۔

سبزی خاں امیر صاحب، سورج سر پر آگیا صبح سے چلے ہیں، ندی کنارے کچھ کھا پی لیں صبح سے میں نے سبزی نہیں پی ہے!

امیر جو حکم نواب صاحب۔ میں قافلے کو ٹھیرنے کا پیدل اسے تو بہ اشارہ کرتا ہوں۔

امیر ٹھیرو۔ (قافلہ رک جاتا ہے، گھوڑا دوڑا کر اس بنڈی کے قریب جاتا ہے جس میں عظیمن اور کریمن بیٹھی ہیں)

اسماعیل	کیا بات ہے؟ (بنڈی کے پیچھے بیٹھا ہوا)
امیر	بابا نواب صاحب کہتے تھے ندی کے کنارے کھانا کھائیں گے اور کچھ سبزی پکے گی۔ جھرنی کے لیے اچھا موقع ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
کریمن	ہاں صبح سے سبزی نہیں پکی ہے نواب صاحب نے۔ (آواز)
عظیمن	تو کیا کوئی ندی قریب ہے؟
امیر	وہ رہی۔ (اشارہ کرتا ہے)
عظیمن	دیکھیے؟
امیر	ہاں (قریب جاتا ہے)
عظیمن	اگر کہیں تو ہم نہا کیوں نہ لیں؟ ــــ
امیر	ٹھیک ہے۔ لیجیے۔ بنڈی اس طرف لیجا۔ ندی کے کنارے آپ دونوں نہا دھولیں۔ ادھر کھانا تیار ہوتا ہے۔ اور نواب صاحب کی سبزی بھی
کریمن	سبزی تو مجھے بنانی ہے۔
امیر	نہیں نواب صاحب خود بنالیں گے۔ انھوں نے کہا ہے کہ ان کے ساتھ سبزی ہے۔
کریمن	تو چلو بیگم ہم نہالیں۔
عظیمن	چلو (اسماعیل بنڈی سے پہلے اترتا ہے اور اس کے بعد عظیمن اور کریمن اترتی ہیں)

منظر ۶۹ — بھوٹی — لب سڑک

(امیر نواب کے قریب آتا ہے، جہاں وہ بدری اور حسین خاں کے ساتھ کھڑا ہے)

امیر — نواب صاحب، یہاں تیتر زیادہ ہیں ہمارے ساتھی خنجر مار کر تیتر کا شکار کرنے کے ماہر ہیں ذرا چل کر شکار دیکھ لیں

نواب — خنجر مار کر تیتر کا شکار؟ یہ تو ہم نے آج تک نہیں سُنا۔ خنجر سے تیتر کا شکار!

امیر — جی ہاں جب ہی تو عرض کر رہا ہوں، نواب صاحب کے قافلے کے لوگ ادھر آجائیں۔ کُل کتنے ہیں —

نواب — سولہ اسم، میرے اور کریمن کے سوا۔

امیر — ٹھیک ہے۔ پیر خاں چیل بنجی ادھر، تیتر بہت ہیں سولہ بٹے دو تیس تیتر

پیمیر — پیرؤل کا انتظار کریں۔ سرفراز خاں۔ چیل بنجی۔

(پانچ ٹھگ کدال اور پھاوڑے لیکر ایک طرف کو بھاگتے ہیں پیر خاں ان کے ساتھ ہے)

امیر — بدری۔ نواب صاحب کی سپاہ کے ساتھ دو دو آدمی ایک قطار باندھے چلنا ورنہ تیتر چھپ جائیں گے۔

نواب — بھائی اس طرح سازوسامان چھوڑ کر ہم جنگل کا رخ کریں تو کہیں پنڈارے ال صاف نہ کر دیں۔ گونڈ بھی ہیں ادھر۔

امیر — کوئی بات ہے نواب صاحب میرے بابا اور دوسرے ساتھی بھی تو ہیں چلو — ساتھیو۔

(سب ایک طرف کو مڑتے ہیں)

بدری — یوں نہیں۔ ٹھہر جاؤ۔ پیر خاں جوں ہی تیتر آئیں گے رومال کا اشارہ کرنا۔۔ ہم سب آگے بڑھیں گے۔

(منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۲۰ — **ندی کا کنارہ** — بہتا پانی

غطیمن اور کریمن ندی میں کمر برابر پانی میں اتر کر نہا رہی ہیں (منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر ۲۱ — **ایک طرف باورچی پکوان میں لگے ہیں** (منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر ۲۲ — **جنگل**

دور سے پیر خاں رومال کا اشارہ کرتا ہے سب سپاہی اسی طرف کو بڑھتے ہیں امیر کے دو دو ساتھی نواب کے ایک ایک ساتھی کو بیچ میں لیے چل رہے ہیں۔

امیر — جھرنی (امیر کے ساتھی اپنی اپنی کمر سے رومال نکال لیتے ہیں میر نواب کے قریب جا کر سے اپنا رومال نکال لیتا ہے)

نواب — یہ سب کے ہاتھوں میں رومال کیوں ہیں...؟

امیر — تلوحقہ لاؤ —

(ایک ساتھ سب ٹھگ نواب کے سپاہیوں کو پھندا مارتے ہیں امیر نواب کو زیر کر لیتا ہے اور ہر ایک ایک ایک شکار کی گردن رومال سے کس دیتا ہے۔ اور سب اپنے اپنے شکار کو اوندھا گرا دیتے ہیں اور پیٹھ پر بیٹھ کر گردن رومال سے کھینچ دیتے ہیں)

بدری — پیر خاں۔ جھل منجی ؟ —

پیر خاں — ...... منجی! (لاشیں اٹھائی جاتی ہیں امیر بڑا دکی طرف مڑتا ہے دور سے اسماعیل بھٹو ٹی کا تماشہ دیکھ رہا ہے منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ششم

ندی کا کنارہ — چٹان

ندی کی بیچ کی چٹان پر عظیمن اور کریمن بال سکھا رہی ہیں۔ بازو ان کی چولیاں، زرد پٹے اور شلوار سوکھ رہی ہیں۔ کریمن نے صرف لہنگا پہنا ہے، عظیمن نے تہمد باندھ رکھا ہے۔

عظیمن: کریمن میں نے سنا ہے تم بہت اچھا گاتی ہو!

کریمن: جی نہیں بس یونہی گا لیتی ہوں۔

عظیمن: وقت بہل جائیگا اور کپڑے بھی سوکھ جائیں گے کچھ سنانا۔

کریمن: سنئیے ۔۔

کریمن کا گانا ۔ (۸)

ٹ رُت جوانی کی ستاتی ہے خدا خیر کرے
ایک ہلچل سی مچاتی ہے خدا خیر کرے
میں نے سمجھا تھا کہ ٹھوکر میں زمانہ ہوگا
زندگی ٹھوکریں کھاتی ہے خدا خیر کرے
چاندنی راتوں میں یہ رنگ بہار اے گلاب
چاندنی بجلی گراتی ہے خدا خیر کرے
بیکسی نے میری کیا کیا نہ دکھایا مجھ کو
جانے اور کیا کیا دکھاتی ہے خدا خیر کرے (تم)

بدری: (نزدیک آکر) ہائے غضب ہو گیا۔ غضب ہو گیا (پیچھے پیچھے غفور خاں اور سرفراز خاں آتے ہیں)

عظیمن: کیا ہوا؟

سرفراز　　کریمن ۔
کریمن　　جی آئی، شاید سنری کی فرمایش ہے ۔
سرفراز　　نہیں، نواب صاحب ندی میں بہہ گئے، ان کے ساتھی بھی انھیں بچانے کی کوشش میں بہہ گئے ۔
کریمن　　ہائے اللہ ۔ یہ کیا ہو گیا، ہائے نواب صاحب (رونے لگتی ہے)
سرفراز　　صبر سے کام لو کریمن،
کریمن　　ہائے جناب اب میرا کون ہے؟
سرفراز　　میں تیرا ساتھ دوں گا ۔ وعدہ کرتا ہوں،
عظیمن　　پالنے والا بڑا ہے کریمن فکر نہ کر ہم تیرا ساتھ دیں گے ۔
کریمن　　ہائے بیگم صاحبہ !!

(کریمن عظیمن کے گلے لگ کر رونے لگتی ہے منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۷　　جھالون　　اسماعیل کا مکان

(الف) امیر کا گھوڑا قافلہ سے آگے سرپٹ دوڑ رہا ہے ۔ (بدکتا بل کھاتا ٹمکی) جس پر امیر سوار ہے اس کی گود میں عظیمن بیٹھی ہے ۔

(ب) گھوڑا اسماعیل کے گھر کے قریب جاکر رکتا ہے تو امیر اترتا ہے ۔ اور عظیمن کو اس کی بغلوں میں ہاتھ دیکر گھوڑے سے نیچے اتارتا ہے ۔
کچھ فاصلہ پر سورج جاتا ہوا دکھائی دیتا ہے تو امیر سورج کو آواز دیتا ہے ۔

امیر　　سورج او سورج رام ۔
سورج　　(قریب آکر) مالک پاؤں لاگوں،
امیر　　(عظیمن سے) عظیمن یہ سورج رام ہے ۔ ہمارے گھر کے سب کام

یہی انجام دیتا ہے (سورج سے) پہچانا تو نے کہ یہ کون ہیں!
سورج یہ ہیں عظیمن، میری بیوی۔

سورج — اُد، میری مالکن، پاؤں لاگوں۔
(عظیمن سلام کو ہاتھ اٹھاتی ہے اور خوش ہوتی ہے)

امیر — سورج جلدی سے دروازہ کھول (سورج قفل کھولتا ہے) کہاں جا رہا تھا؟

سورج — راجہ صاحب کا آدمی روز کھبر لیتا ہے، کب آئیں گے کب آئیں گے امیر علی۔ کھبر کرنا۔ (سورج دروازہ کھولتا ہے)

امیر — عظیمن، یہ ہے شہر جھالون اور یہ ہمارا مکان ارے نہیں تمہارا گھر۔ آؤ۔ (عظیمن کو گود میں اٹھاکے اندر جاتا ہے)

(سورج پیچھے جاتا ہے اور پھر مونڈھے لاکر باہر میدان میں رکھتا ہے)
گھوڑوں کا قافلہ میدان میں آتا ہے، جہاں سورج نے مونڈھے رکھے ہیں۔ سب سوار گھوڑوں سے اترتے ہیں، جب اسمٰعیل ایک مونڈھے پر بیٹھ جاتا ہے تو سب ایک ایک کرکے مونڈھے پر بیٹھے اور کچھ سوار قریب جاکر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہر ایک کی کمر میں روپیوں کی تھیلی بندھی ہے۔ کچھ سنا کر اسمٰعیل مونڈھے سے اٹھتا ہے تو گھر کے دروازے سے امیر میدان میں آتا ہے۔ سب ٹھگ ایک دوسرے کے گلے ملتے ہیں۔

اسمٰعیل — بھنی سنگھ، حسین خاں، پیر خاں (تینوں آگے بڑھتے ہیں)

بھنی — گنیش سے ملنے کا خیال ہے۔

حسین خاں — ہاں جمعدار میں اور بھنی سنگھ دلی جائیں گے!

پیر خاں — مرزا اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور پھر مطلب حکمت آبائی پیشہ ہے۔

اسماعیل — حکیم جو ہو۔

امیر — بدری ناتھ

بدری — (امیر سے لپٹ جاتا ہے، آنکھ میں آنسو) امیر اجازت دو کلکتہ کا ارادہ ہے۔

امیر — کلکتہ! کچ سے طبیعت اکتا نہیں گئی؟

بدری — یہ بات نہیں، کالی ماتا کے درشن کا خیال ہے کہ ایسے ایسے سنکٹ سے بچ نکلے۔ اسی لئے دوستو بولو دیوی بھوانی کی۔

سب — جے۔

امیر — پالنے والا۔

سب — بہت بڑا ہے (سب اِدھر اُدھر مڑتے ہیں منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر ۵ — بجلی کی کڑک کے ساتھ بارش شروع ہوتی ہے.....

منظر ۶ — سوکھے ہوئے پودوں پر بہار آتی ہے پھول کھلتے ہیں۔

منظر ۷ — سورج نکل رہا ہے، اسماعیل کھڑکی سے سورج کا منظر دیکھ کر اپنے پلنگ پر جو اس کے کمرہ میں لگا ہے، بیٹھا جا ہی لیتا ہے کہ دس سالہ بچے کے رونے کی آواز آتی ہے، اسماعیل بوڑھا ہو گیا ہے، بچے کے رونے کی آواز سن کر آواز دیتا ہے۔

اسماعیل — اُسے کیوں مار رہی ہے بہو۔ تجھے بیٹا نہیں بیٹی ہی پیاری ہے۔

عظیمن کی آواز۔ چل بابا کے پاس (عظیمن اپنے دس سالہ لڑکے سلمان پکڑ کر اسماعیل کے سامنے لاتی ہے، عظیمن کی گود میں اس کی پانچ سالہ امیرن

ہے۔ لڑکا رو رہا ہے۔

لڑکا: بابا جی۔

اسمٰعیل: ارے ارے نہ بیٹی کان چھوڑ دو اس کا، اب سے شرارت نہیں کرے گا

عظیمن: دس برس کا ہونے کو آیا اب تک اس کی شرارت نہیں گئی۔ کر توبہ،

اسمٰعیل: ہاں بیٹے کہو توبہ۔ چھوڑ دو بیٹی (امیر داخل ہوتا ہے وہ بہت اداس ہے)

اسمٰعیل: کیا بات ہے امیر اس قدر اداس کیوں ہو؟

(امیر عظیمن کی طرف دیکھتا ہے، عظیمن بچی کو گود سے اتار کر دونوں بچوں کو اندر جانے کو کہتی ہے اور امیر کو اداس دیکھ کر پریشان ہوتی ہے)

عظیمن: جاؤ دالان میں کھیلو (بچے جاتے ہیں)

امیر: جھاون کے راجہ نے اپنا معمول طلب کیا ہے، ہمیں حیدرآباد سے آئے دس برس بیت گئے۔ چاہا تھا کہ سندیہ کی ملازمت کر لوں وہ انگریزوں کے خلاف آواز اٹھا رہے ہیں، ادھر نواب جیتو نے انگریزوں کے خلاف تلوار سونت لی ہے۔ پھر سے جنگ کا ارادہ ہے۔۔۔!!

اسمٰعیل: ان دس برسوں میں اس راجہ کے بچے نے سب کچھ اینٹھ لیا اب اور کیا چاہتا ہے اور اس کا متصدی جیوت حرام خور کے ذمہ جانے کتنی رقم ہے۔

امیر: لکھا پڑھی تھوڑی کی ہے جس قدر جواہرات زیورات ملے لیتا گیا، جانے کس قدر رقم دی کس قدر نہیں۔

اسمٰعیل: میں اس کے پاس جاتا ہوں (اسماعیل اٹھتا ہے، عظیمن اندر جاتی ہے)

امیر: بابا میں نے پیر خاں اور لعل خاں سے کہہ دیا ہے کہ گھوڑوں کا انتظام کریں اور جتنے ساتھی آسکتے ہیں انھیں ساتھ لے لیں۔

اسماعیل — کدھر کا ارادہ ہے؟

امیر — اِستھان۔

اسماعیل — تمہاری مرضی، مگر یاد رکھو شگون ضرور لینا (اسماعیل جاتا ہے عظیمن کمرے میں داخل ہوتی ہے)

امیر — یہ کیا عظیمن ..... اتنے میں چہرہ اس قدر کیوں بدل گیا!

عظیمن — تو کیا آپ کی پریشانی میری پریشانی نہیں ہے؟

امیر — پریشان ہونا، کمانا، لانا میرا کام، صرف خرچ کرنا تمہارا۔ اور ویسے بھی تم پریشان ہو کر کروگی کیا؟ پیچھے ہاتھوں میں کیا چھپایا ہے

عظیمن — کیوں۔ . . میں کیا نہیں کرسکتی یہ لیجئے زیور۔ (کان کے بندے، بازوبند، موتیوں کا ہار، کنگن اور دیگر چھوٹے بڑے زیور دونوں ہاتھوں سے پیش کرتی ہے، امیر مبہوت ہو جاتا ہے)

امیر — ارے سارے یہ کیا، یہ تو تمہارا زیور ہے اس میں زہرہ کی نشانی بھی تو ہے۔

عظیمن — ہوا کرے جب آپ پریشان ہیں تو یہ کس کام کے ہیں، آپ کو میری محبت کی قسم لے لیجئے اور تجارت پھر سے شروع کیجئے۔

امیر — محبت کی قسم دے کر تم نے میری زبان بند کردی۔ تو لاؤ اب ان کی حفاظت میرے ذمہ ہے (زیور لیتا اور عظیمن کو گلے لگا لیتا ہے) دکھ اس کا ہے کہ اب کے ہمارا سفر چار مہینوں کا ہے!

عظیمن — میں آپ کا انتظار کروں گی۔

(منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر (۱)　　سڑک (دوراہا)　　جنگل

چھبیس گھڑسوار ٹھگ امیر کی سرکردگی میں ایک جنگل کے دوراہے پر کھڑے اپنے اپنے رومال ہاتھوں سے لہرا رہے ہیں — لعل خاں للو کے ہاتھ میں متبرک تبر ہے۔ سب امیر علی کے حکم کے منتظر ہیں جونہی امیر علی شگون کا لفظ اپنی زبان سے نکالتا ہے خاموشی چھا جاتی ہے سب اس کی طرف دیکھتے ہیں ...... امیر اپنا رومال اوپر کو اٹھائے سنبھل کا انتظار کرتا ہے۔

امیر　　"شگون"

(ایک جانب سے الو کے بولنے کی کرخت آواز سنائی دیتی ہے امیر اپنا رومال لہرا کر آواز دیتا ہے)

شگون نیک ہے۔

برج　　بڑی بھوانی کی۔

سب　　جے۔

للو　　پالنے والا۔

سب　　بہت بڑا ہے۔

للو　　پیرول

امیر　　آگے بڑھو —

منظر (۲)　　قافلہ گھوڑوں کو ایڑھ لگا کر آگے بڑھتا ہے تو سڑک کی دھول اڑنے لگتی ہے اس قدر دھول اڑتی ہے کہ منظر بیابان میں بدلا جاتا ہے جب منظر بجھتا ہے تو ریت سے گرد و غبار سا اٹھتا ہے اور طوفانی بگولے

آسمان سے باتیں کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جب ہوا کا جھکڑ ختم
جاتا ہے تو دور بہت دور پہاڑ جیسے ریت کے ٹیلے نظر آتے ہیں
شام ہونے کو آئی، دوسری طرف افق میں سورج ڈوبتا دکھائی دیتا
ہے دور ٹیلے کے اوپر کی سطح پر دونوں جانب سے دو قافلے ایک ساتھ
مقابل میں آتے ہیں دایاں قافلہ اونٹوں کا ہے اور بایاں قافلہ جس کی
امیر سرکردگی کر رہا ہے گھوڑوں کا ہے، دونوں جانب سے اونٹ سوار
اور گھڑ سوار ایک دوسرے کے مقابل میں تلواریں سونت کر لگتا ہے
جیسے پل پڑیں گے اوپر ہی اوپر کشتوں کے پشتے لگ جاتے ہیں۔۔۔

۳۔ جیسے جیسے ٹیلہ کا منظر کھنچ کر قریب آنے لگتا ہے امیر کو سنبھالے
ہوئے للو اور پیر خاں لاتے ہوئے نظر آتے ہیں دوسرے گھڑ سوار
متعدد صندوقچوں اور سامان سے لدے گٹھوں کے ساتھ جو اونٹوں
کی پشت پر ہیں اونٹوں کی نکیلیں .... دوسرے ہاتھوں
میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے قریب آتے ہیں...

۴۔ ایک بہت بڑے پیپل کے پیڑ کے نیچے امیر کو پیر خاں اور
للو لٹاتے ہیں۔ پیر خاں امیر کے شانے کی مرہم پٹی کرتا ہے جب امیر
اٹھ کر جھاڑ کی پیڑ سے لگ کر بیٹھتا ہے تو منظر پھیلتا ہے بہت سے
اونٹ سامان کے گٹھوں سے لدے کھڑے ہیں ایک طرف گھوڑوں
کی لگامیں کھونٹیوں سے باندھی جا رہی ہیں دوسری طرف اونٹوں
کو نیچے بٹھایا جا رہا ہے تاکہ لدا ہوا سامان اتارا جائے.....

برج: سردار چلیے پتو نی یعنی نیاز کے گڑھ کا انتظام کیا جائے،
امیر: ہاں بھائی (کراہ کر) مجھے پتہ نہیں تھا کہ وہ اونٹوں کا قافلہ

ڈاکوؤں کا تھا۔ غضب ہو گیا (زخمی ہونے والے کو دیکھ کر ہاتھ سے سہلاتا ہے)

برہم	مگر سردار آپ تو ایک ہی وار میں ان کے سردار سمیت اونٹ کی گردن بھی اڑا دی —— ایسی تلوار چلتی ہوئی میں نے نہیں دیکھی، اچھا ہوا کہ سبھوں نے تلواریں سونت لیں ورنہ وہ مال کہاں کام دیتے۔

پیر خاں	کیا ہوا کا چکر تھا اور کیا بگولوں کا شور کہ۔۔ لاشوں کو دفنانے کی بھی فرصت نہ ملی۔

امیسر	ارے پیر دیکھا نہیں خوش بخوش ریت کے تودوں میں دھنس گئیں لاشیں، سب لوگ خیریت سے آئے ہیں نا؟

پیر	بس ایک آپ ہی بُری طرح زخمی ہیں۔

امیسر	میری فکر نہ کرو زخم کاری نہیں ہے تمہارا مرہم زود اثر ہوتا ہے (سب ٹھگ مل کر گٹھے کھولتے اور بہت سے سونے چاندی کے اچھے زیورات، موتی کے ہار برتن بھانڈا سامان امیر کے آگے ایک دری بچھا کر جماتے ہیں، سامان زر زیور دیکھ کر امیر خوشی کا اظہار کرتا ہے)

پیر خاں	واہ کیا زر جواہر ہیں۔

امیسر	مال بہت قیمتی معلوم ہوتا ہے۔

للو	خوب بیج ہاتھ آیا اور محنت ٹھکانے لگ گئی۔

پیسر	سردار پچھلا بیج اور آج کا بیج ملا کر سامان دو لاکھ روپیوں کی لاگت سے کم کا نہیں ہے اس لیئے جلدی سے فروخت کر کے گھروں کی راہ لینی چاہیئے۔

برنج ہاں سردار گھروں سے نکلے چار مہینے ہو گئے۔

امیر ٹھیک ہے ان اونٹوں کو پہلے کسی نزدیک کے شہر میں فروخت کرڈالو ورنہ — پیر خاں میری سیدھی آنکھ پھڑک رہی ہے۔ کیا شگون؟

پیر خاں دیکھوں تو — پریوں کے گنج میں ہم سب سے زیادہ آپ بھیگے تھے یہ اسی کا اثر ہے، شگون کی کیا ضرورت ہے۔ للو، میری دواؤں کا صندوقچہ لانا — (للو جاتا ہے) ابھی سرمے کی سلائی لگاتا ہوں، پھر آنکھ نہیں پھڑکے گی (للو دوا کا صندوق پیر خاں کے آگے لاکر رکھ دیتا ہے، پیر خاں ایک شیشی سے سلائی نکال کر امیر کی آنکھوں میں پھیر دیتا ہے۔ امیر دونوں آنکھیں بند کر لیتا ہے تو دونوں آنکھوں سے پانی بہنے لگتا ہے۔ یکایک پیر خاں کی نظر دو گھڑ سوار پر پڑتی ہے جو ان کی طرف آرہے ہیں)

پیر خاں للو دیکھنا وہ دو گھڑ سوار آرہے ہیں۔ ....
وہ اُدھر (ہاتھ سے اشارہ کرتا ہے)

للو یہ جو ہے جسے میں نے کہیں قریب سے نمک لانے کے لیے کہا تھا۔

امیر کوئی ہوا اٹھائے یہ زیور (آنکھ بند کر کے) (دو چار ٹھگ امیر کے سامنے سے جواہرات اور دیگر سامان اٹھاتے ہیں) ارے بھائی سورج۔

سورج آیا سردار (قریب آتا ہے)

امیر کھانے کا کیا انتظام ہے بھلا، صبح گڑ کے ساتھ روٹی کھائی تھی بھوک نے تو بے وقت کر رکھا۔

سورج سرکار گنج کے ایک اونٹ پر تو صرف مرغیاں تھیں، تو سب کی

سب حلال کر دی گئیں۔

امیر | یہ اچھا کیا کتنی ہیں؟
سورج | کوئی چالیس
امیر | ہم تو سب چھتیس ہیں۔ تو چار زیادہ ہی رہیں گے
سورج | سردار کے آگے تو تین ہوں گی۔
امیر | نہیں بھائی سب کے برابر دینا، ویسے شاید کھا نہ سکوں۔

(دو گھڑ سوار قریب آتے ہیں)

سورج | بھائی فضلو پہلے نمک ادھر دو۔

(فضلو نمک کی تھیلی سورج کو دیتا ہے، برجو امیر کے آگے جھک کر آداب بجالاتا ہے)

برجو | آداب بجالاتا ہوں سردار
امیر | یہ کس کی آواز ہے!
للو | برجو سنگھ ہے۔
امیر | کون برجو؟
للو | چیتو کی پلٹن کا جو حیدرآباد سے واپسی پر شامل ہوا تھا۔
امیر | ہاں ہاں سمجھ گیا دس سال میں اس کی آواز بھی بدل گئی اے حکیم صاحب کیا میں آنکھیں کھولوں۔
پیرخاں | ہاں سردار کھولدو (آنکھیں کھولتا ہے تو پانی بہنے لگتا ہے)
امیر | بھائی واہ آنکھیں خوب جل گئیں، برجو، ارے ہاں آؤ برجو سنگھ فضلو یہ کہاں مل گیا۔ (پلکیں جھپکاتا ہوا)
فضلو | جی سردار میں نمک کے لیے قریب کے گاؤں گیا تھا یہ وہاں

پڑاو ڈالے تھا۔

برجو — ہاں سردار سنا تھا آپ نے جیتھان ہار تو قسمت آزمائی کو نکل گیا۔ جبل پور ہوتے ہوئے......

امیر — کہاں سے آ رہے ہو؟

برجو — ساگر سے کٹنگا کے ساتھ آیا۔ بڑی لوٹ میں سب دھوکہ کھا کے تتر بتر ہو گئے ہیں۔ میں ادھر نکل آیا۔

امیر — تو کہو وہ کٹنگا میرے لیے زندہ ہے، بدری بھی ادھر گیا تھا؟

برجو — بدری ہاتھ مارا گیا۔ اسی لوٹ میں۔

امیر — بدری مارا گیا! ہائے یہ کیسی خبر سنائی تو نے۔ بدری مارا گیا؟ مجھے کتنا غم۔ ایسا ہوشیار میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ لو رات ہونے کو آئی شمع لاؤ مشعلیں جلا دو۔

پیسر — چودھویں کی چاندنی ہے۔

امیر — ہزار چاندنی سہی ہے تو رات... ہی بھائی برجو آج کے دن نے میری جان لے لی۔

برجو — ہاں سردار فضل خاں لوگوں نے سنایا مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آئی مع سوار کے اونٹ کے کیسے دو ٹکڑے ہو گئے؟

امیر — بات یہ ہوئی برجو ہمیں خبر نہیں تھی کہ مقابل کا قافلہ کون کا ہے اور مجھے سابقہ پڑا تو ان کے طاقتور سردار سے جو اونٹ پر تھا ہم دونوں نے ایک ساتھ ایک دوسرے پر وار کیا میرا بھرپور وار ایسا تھا کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے اس وقت اونٹ شاید... اپنے سوار کی طرف مڑا تھا کہ سوار کو کاٹتی ہوئی تلوار

اونٹ کی گردن کے بھی دو ٹکڑے کر گئی۔

برجو	اور آپ کا نشانہ۔
امیر	ڈاکو کا چھپتا ہوا وار شانے کو زخمی کر گیا میں جھکا نہ ہوتا تو گردن اڑ جاتی۔
برجو	بہادر سردار امیر علی۔
سب	زندہ باد۔

منظر ۷۹ — زیر سما — دسترخوان

سفید بھک چاندنی چٹکی ہے پیپل کے پیڑ کے نیچے امیر علی مع سابق بیٹھا ہے۔ دریوں پر دسترخوان بچھا ہے جس پر ۳۲ عدد تانبے کے قلعی کئے ہوئے کٹوروں میں سالن اور تندور کی روٹیاں دھری ہیں۔ سامنے دو شاخا مشعلیں جل رہی ہیں امیر علی کے آگے آٹھ موم بتیوں والی شمع جل رہی ہے۔ سب ٹھگ۔ اپنی اپنی نشست پر بیٹھے روٹی کھا رہے ہیں ہر ایک کے ہاتھ میں مرغ کی ایک ایک ٹانگ ہے۔

پیرخاں	سردار سالن تو بڑا چٹخارے کا ہے۔
امیر	پیرو' مفت کی ہر چیز مزیدار ہی ہوتی ہے۔
	(سب ہنستے ہیں)
برجو	اور حکیم کوک شاستری کا انتظام ......
امیر	کیا مطلب؟
برجو	سردار ہمارے حکیم پیرخاں کوک شاستر کے شاستری ہیں۔

امیر — اچھا، اچھا، برجو ہم نے چیتو کے ساتھ مل کر زندگی پلٹش کا صفایا کر دیا۔ چار نیچ مارے اور یہ آخری پانچواں تھا۔

برجو — سنا ہے ..... دو لاکھ کا نیچ چار مہینوں میں۔!

امیر — طعنہ دے رہا ہے کیا ؟

برجو — بھگوان قسم سرکار میری مجال! میں تو تھا بھی نہیں۔

امیر — تو کیا ہوا ہمارے نیچ سے تمہارا بھی برابر کا حصہ ہے۔

(منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر ۸ — خواب گاہ — اسماعیل کا مکان

عظیمن کی خواب گاہ میں ایک طرف بڑی سی مسہری ہے دوسری جانب دو چھوٹی چھوٹی مسہریاں، ایک پر امیر کا بیمار لڑکا پڑا سو رہا ہے دوسری پر اس کی پانچ سالہ لڑکی امرن نیند کے مزے لے رہی ہے، کمرہ میں شمع جل رہی ہے یک بیک بجلی کڑکتی ہے تو کھڑکی سے ... کمرے میں روشنی پڑتی ہے، عظیمن جو لڑکے کی مسہری سے لگی اونگھ رہی تھی چونک پڑتی ہے، بیمار لڑکے کے جسم سے سرکی ہوئی رضائی اوڑھاتی ہے دوبارہ بجلی چمکتی ہے تو وہ کھڑکی کے قریب جاتی ہے، طوفانی بارش شروع ہوتی ہے۔ عظیمن گنگنانے لگتی ہے اور ... گاتی ہے :-

عظیمن کا گانا۔ (۹)

آجا کہ تیرے سایہ میں میرا سہاگ ہے :: تیرے بغیر زندگی دوزخ کی آگ ہے

بے چین بے قرار ہوا بنتا ہے ہر گھڑی

آنکھوں سے میری جاری ہے دن رات یہ جھڑی

گیلے لبوں سے پھوٹتا تیرا ہی راگ ہے :: آ جا کہ تیرے سایہ میں میرا سہاگ ہے

دل نے کہا تو میں نے گلے سے لگا لیا

ڈستے لگا تو بانہوں میں اپنی چھپا لیا!   قمر

جانا نہ تھا کہ پیار بھی زہر یلا ناگ ہے :: آ جا کہ تیرے سایہ میں میرا سہاگ ہے۔

(جب عظیمن کھڑکی سے مڑتی ہے تو دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ عظیمن دروازہ کھولتی ہے، پریشان حال اسماعیل داخل ہوتا ہے۔ عظیمن حیران ہو کر دریافت کرتی ہے)

عظیمن۔ بابا۔ کیا ہوا۔

اسماعیل کچھ نہیں بیٹی تم جاگ رہی تھیں، بچے کا بخار اُترا؟

عظیمن جی نہیں .... یہ آپ کے کپڑوں پر کیچڑ!

اسماعیل بارش ہو رہی ہے، جو نوٹ بیٹے ہمارا بہت کچھ لیا تھا اس کا حساب چکانے گیا تھا۔ چار مہینے ہوئے امیر ہو گئے۔ کل حکیم جی بتنگے

عظیمن حکیم ملا ولی محمد نا؟

اسماعیل ہاں

عظیمن مجھ سے دس روپے لے گئے ہیں۔

اسماعیل یہ اچھا کیا تم نے مجھے اسی کی فکر تھی۔

عظیمن فکر نہ کریں بابا سو روپے میرے پاس اور ہیں۔

اسماعیل جیو تم، مل، تجھے ٹھوکا نے لگانے والے مر نہیں سکتے

عظیمن بابا آپ کی سیدھی آستین پر یہ ....

اسماعیل کیچڑ کے دھبے ہیں، بہو تم سو جاؤ —— سر شام آ ولتی پر

سو تا آواز دے گیا ہے۔ امیر کو کل آنا ہی چاہیئے۔ چار مہینے ہو چکے اس کو سفر پہ گئے ـــــ سو جاؤ۔

(بالکل بوکھلایا ہوا، بوڑھا اسمٰعیل کمرہ سے باہر جاتا ہے۔ عظیمن پریشان ہوتی ہے۔ (منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۱۸ — **جبلپور کی ایک سڑک** (بازار)

(تنبولی کی دوکان)

تنبولی کی دوکان کے قریب ایک پالکی آکر رکتی ہے، کہار پالکی روک کر اِدھر اُدھر چل دیتے ہیں، اسی وقت امیر ادھر سے گزرتا ہے کہ یکایک پالکی کا پردہ اٹھتا ہے اور ایک حسین چہرہ کی جھلک سی دکھائی دیتی ہے۔ نازک ہاتھ پردہ ہٹا لیتا ہے۔ امیر یہ منظر دیکھ مبہوت ہو جاتا ہے، اتنے میں پالکی سے ایک لڑکی (نرگس) اترتی اور تنبولی کی دوکان کی طرف جاتی ہے۔ امیر بھی گلوری لینے دوکان کی طرف بڑھتا ہے تو تنبولی آواز دیتا ہے۔

تنبولی — لیجئے حضور قنوج کے مسالے کا بیڑا۔ دو پیسے صرف دو پیسے میں خوبصورت گلوری۔ دو پیسے۔ دو پیسے۔

نرگس — پانچ بیڑے بنا دینا بھیا۔

امیر — مجھے ایک بیڑا ـــــ

تنبولی — یہ لو لاؤ دس پیسے (نرگس سے پیسے لیتا ہے)۔

امیر — بھائی دینا۔

تنبولی — لیجئے مالک یہ رہا قنوج کا بیڑا (امیر کو بیڑا دے کر پیسہ لیتا ہے)

(جوہی نرگس پالکی میں بیٹھتی ہے۔ کہار آکر پالکی اُٹھاتے ہیں دوسری جانب سے پیر خاں امیر کے قریب آتا ہے)

امیر — کیا ہوا؟

پیر خاں — ہم جا بیں اور کام نہ بنے۔ رقم مل گئی لو، رجو، فضلو اور سرفراز خاں زخم لے گئے ہیں۔

امیر — ٹھیک ہے دوست اب گھر چلنے کی تیاری کرو۔

پیر خاں — بہت بہتر۔

امیر — چلو رستم تقسیم کر دیں۔ دو لاکھ تو ہو گی ہی۔

پیر خاں — چل کر دیکھ لیں پانچ ہزار زیادہ ہی ہیں۔ کاش ایسے بیچ میں بدلی حسین خاں اور مینی سنگھ ہوتے۔

امیر — سُنا ہے سرفراز خاں کی چھوکری کیا نام کہ مُنی مر گئی۔ اور وہ پاگل ہو گیا ہے۔

پیر خاں — اور کیا حُسن کا جادو کسے کہتے ہیں۔

امیر — میں تو کہوں گا وہ جوانی کا جادو تھا ـــــ وہ طرارہ تھی بھی ہرنی جیسی۔

(دونوں آگے بڑھتے ہیں، منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر ۸۲ ـ شامیانہ جبلپور

شامیانے میں سفید فرش کیا گیا ہے (۲۷) ٹھگ ایک ساتھ بیٹھے ہیں اور بیچ میں ۲۷ تھیلیاں اشرفیوں اور روپیوں سے بھری دھری ہیں۔

امیر۔ دوستو، لوگھیو، سوڈھیو اور بھیٹو۔ ہوتا آیا ہے کہ سردار کا مال غنیمت میں آٹھواں حصّہ ہوتا تھا لیکن امیر علی سب پر برابر برابر تقسیم کرتا ہے (اپنی تھیلی بیکار کرتا ہے) اس میں جو کچھ بھی حصّہ ہے ہم آج سے ادھر کسی بیچ پر نہیں جائیں گے۔ سارے نیم ٹوٹتے ہیں۔

رجو امیر علی سردار

سب زندہ باد

امیر پیر خاں، سرفراز خاں، فضلو۔ رجو — للّو فیروز۔ برجو

(ہر ایک کو ایک ایک تھیلی دیتا ہے)

رجو بولو دیوی بھوانی کی ۔

سب جے۔

پیر خاں پالنے والا ۔

سب بہت بڑا ہے۔

(منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر ۸۴ امیر کی راوٹی راستہ

امیر کی راوٹی سے للّو نکلتا ہے اسی وقت وہاں سے نرگس گزرتی ہے للّو نرگس کو دیکھ کر ہنستا ہے۔

نرگس ہنستے کیوں ہو؟

للّو بس یونہی ہنسی آگئی (ٹھٹکتی ہوئی نرگس للّو کے قریب آتی ہے)

نرگس کس کی راوٹیاں ہیں؟

للّو ہماری —

نرگس — وہ تو ہے لیکن تمہارا سردار کون ہے؟

للّو — تم پوچھنے والی کون؟

نرگس — میں ایک رئیس زادی کی سہیلی ہوں۔ میری رئیس زادی تمہارے سردار سے ملنا چاہتی ہے۔ کہو وہ یہاں ہے؟

للّو — (گھوڑے پر امیر کو جاتا دکھا کر) دیکھو وہ کون جا رہا ہے۔

نرگس — وہ تمہارا سردار ہے؟

للّو — ہاں!

نرگس — یہ کون ہیں؟ کیا نام ہے؟

للّو — بُندیل کھنڈ کے سوداگر۔ امیر علی۔

نرگس — بندیل کھنڈ کے سوداگر امیر علی۔ ماشاءاللہ کتنا بڑا نام ہے تمہارے سردار کا!

اچھا میں کل پھر آؤں گی، ان سے ملا دینا۔

للّو — ملا دینا۔ یہ مُنہ اور مسور کی دال۔

نرگس — میرے مُنہ پر کیا مسور کی دال ہے۔ ہٹو ہوں،
(جانے لگتی ہے۔ للّو روکتا ہے)

للّو — ٹھہرو میری جان۔ یہ بتاؤ سردار سے کیا کام ہے؟

نرگس — میری جان، کیا میں تمہاری جان ہوں۔ میری جان تو میرے پاس ہے

للّو — جان ہی نہیں ایمان بھی ہو۔

نرگس — ہوں! — (ٹھٹک کر جاتی ہے للّو آواز دیتا ہے)

للّو — کل ضرور آنا میں انتظار کروں گا تمہارا اچھا؟

نرگس — منہ دھو رکھو — اور ایمان کو سنبھال کر رکھو۔ کیا سمجھے

للّو — للّو یعنی لال خاں کی جان، تمہارا نام؟

نرگس — نرگس —

للو — آنکھیں تو نرگس کی سی ہیں ہی ۔ ٹھیک ہے کل ضرور آنا ۔

نرگس — نرگسی آنکھوں کو دیکھ کر لال خاں کے دیدے لال ہو گئے ہیں شاید ، ٹھیک ہے (مٹکتی ہوئی جاتی ہے)

(منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۸۴ — سڑک — (جبلپور)

امیر علی گھوڑا سرپٹ دوڑا کے جا رہا ہے نرگس آواز دیتی ہے

نرگس — رکیئے رکیئے سردار ۔ امیر علی صاحب تبدیل ٹھنڈ ۔

(امیر گھوڑا روک لیتا ہے)

امیر — تم نے میرا نام لیا ، میں نے تمہیں کہیں دیکھا ہے !!

نرگس — تنبولی کی دوکان پر ۔

امیر — ہاں یاد آیا ۔ کیا بات ہے ؟

نرگس — حضور آپ کو میری رئیس زادی بلاتی ہیں بس اتنی سی بات ہے ۔

امیر — مجھے ؟

نرگس — جی ہیں آپ ہی سے تو کہہ رہی ہوں ۔

امیر — یہ رئیس زادی کون ہیں ؟

نرگس — شرف النساء شرفن بیگم جبلپور کی رئیس زادی ،

امیر — شرفن ———!!

نرگس — جن کو آپ نے تنبولی کی دوکان سے قریب پالکی میں ....

امیر — .... او ..... وہ

نرگس — گھبرایئے نہیں چلئے میرے ساتھ۔

امیر — ہم اور گھبرائیں۔ چل تو ___ دیکھیں کیا بات ہے
(امیر گھوڑے سے اترتا ہے اور نرگس کے ساتھ گھوڑے کی لگام تھامے چلنے لگتا ہے)

(منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۸ — **شرفن کا مکان** — دالان

شرفن کوچ پر لیلائی شرمائی ہوئی بیٹھی ہے بازو ہی عطردان اور پاندان رکھے ہیں۔ نرگس اور امیر داخل ہوتے ہیں۔ شرفن اٹھ کر آداب بجا لاتی ہے۔

شرفن — تشریف لایئے جناب امیر علی صاحب تبدیل کھنڈ کے سوداگر!

امیر — ارے.... میرا نام کس نے بتایا!

شرفن — نُوجا نرگس۔ جی بیٹھیئے نام کل ہی دریافت کر لیا گیا تھا۔

امیر — تعجب!

شرفن — معاف کیجئے ہم نے تکلیف دی۔

امیر — مجھ سے آپ کو کیا کام ہے؟

شرفن — آپ اطمینان سے بیٹھ جائیں تو عرض کروں (کوچ کی طرف اشارہ کرتی ہے)

امیر — (بیٹھ کر) فرمایئے۔

شرفن — میں ایک بدنصیب بیوہ ہوں میرے شوہر کو انتقال کئے ایک سال ہوا۔ میں جبلپور اپنے میکے آئی تو معلوم ہوا گھر والے بنارس ہیں۔ یہ مکان کرایہ پر لیا ہے۔

امیر — بڑے افسوس کی بات ہے

شرفن — مجھے جھاون جانا ہے سنا ہے آپ بھی وہیں جا رہے ہیں ؟

امیر — ہاں تو یہ سب آپ کو کس نے بتایا ؟

شرفن — میرا شوہر جھاون کے راجہ کا مصاحب تھا اس نے بڑی جائداد چھوڑی ہے ۔ راجہ کہتا ہے بیوی کو جائداد نہیں ملے گی جب تک وہ دوسرا نکاح نہیں کر لیتی ۔

امیر — دوسرا نکاح ؟ یہ کہاں کا قانون ہے !

شرفن — دراصل اس کا مطلب کچھ اور ہی تھا ، تنگ آ کر میں یہاں چلی آئی ۔ جھوٹ موٹ ہی آپ مجھ سے نکاح کر لیں تو یہ مشکل آسان ہو جائیگی ۔

امیر — میں اور آپ سے نکاح ؟

شرفن — مجھے آوارہ نہ سمجھئے آپ کب جانے والے ہیں ، مجھے اپنا کر لے چلیں آپ کے راجہ کیا تھ روابط ہیں ۔ میری بات سمجھ گئے ہوں گے !

امیر — مگر میں پوچھتا ہوں آپ کو میرے حالات کیسے معلوم ہو گئے !

شرفن — مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ آپ تاجر نہیں ہیں بلکہ ایک ایسی ٹولی کے سردار ہیں جس سے بہت سے لوگ پناہ مانگتے ہیں ۔

امیر — عورت ، جانتی ہے تو کس سے بات کر رہی ہے ؟

شرفن — امیر علی ٹھگ سے !!

امیر — ہائیں !

شرفن — جسونت لال میرے شوہر کا دوست راجہ کا خاص آدمی تھا ۔

امیر — تھا ، یعنی

شرفن — اسے کسی نے قتل کر دیا ، سونج نے راجہ کی نوکری کر لی ہے آپکے نوکر نے ۔

امیر — سورج، جونت - بیگم صاحب، وقت کم ہے، میں مغرب کے بعد اپنے دوستوں سے مشورہ کرکے آتا ہوں ۔

شرفن — وعدہ

امیر — امیر علی جو کہتا ہے وہ پتھر کی لکیر ہوتی ہے شاید یہ بھی آپ کو معلوم ہے۔

شرفن — ہونا بھی چاہیئے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سانپ نکل جاتا ہے اور لوگ لکیر پیٹتے رہ جاتے ہیں لیکن جن لوگوں کو آپ نے اپنا سامان یہاں فروخت کیا ہے وہ ہماری جان پہچان کے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو لاٹھی بھی ٹوٹ جائے اور سانپ بھی مر جائے

امیر — مطلب ؟

شرفن — انھوں نے ہی آپ کا نام بتایا تھا، ورنہ میں ایسی جرات نہ کرتی ۔ سورج چھاون میں راجہ کا نوکر ہے لیجئے عطر اور پان ۔ ۔ ۔ ۔

امیر — سورج، چھاون ۔ (عطر اور پان لیتا ہے عطر رومال کو لگاتا ہے) اب اجازت دیں میں شام کو ضرور حاضر ہوں گا ۔

شرفن — میں انتظار کرونگی ۔

امیر — تو مجھے آنا ہی پڑے گا ۔

(امیر مشوش مڑتا ہے، منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۸۶ — راؤٹیاں — راستہ

(میر گھوڑا دوڑاتا ہوا آتا ہے پیر خاں کو دیکھ کر آواز دیتا ہے)

امیر — جیجم پیر کوک شاستری ۔

پیر خاں — کیا بات ہے امیر ۔ ارے تم کچھ پریشان معلوم ہوتے ہو!

امیر: (گھوڑے سے اتر کر) یار عجب الجھن میں پھنس گیا ہوں ایک عورت نے جو بیوہ ہے مجھے بلا بھیجا اور کہا کہ اس سے نکاح کرلوں،

پیر خاں: نکاح؟ مان نہ مان کیا کہتے ہیں میں تیرا مہمان

امیر: بات کچھ ایسی ہی ہے۔ کہتی ہے چھاؤنی میں اس کا شوہر مرگیا۔ راجہ نے اس کی جائداد اس وقت تک نہ دینے کا حکم دیا جب تک وہ دوسرا نکاح نہ کرلے۔ وہ سورج کو جانتی ہے اور جسونت کو بھی —

پیر خاں: عورت حسین ہے کیا؟

امیر: اس قدر حسین کہ پہلی ہی نظر میں انسان دل دے بیٹھے۔

پیر خاں: ... کہیں تم بھی —

امیر: نہیں میاں اپنی عظیمن کو دھوکا نہیں دے سکتا تم جانتے ہو۔ البتہ یہ تمہارے قابل ضرور ہے۔

پیر خاں: تم نے کیا کہا؟

امیر: مغرب کے بعد آنے کا وعدہ کر آیا ہوں کیونکہ وہ یہ جانتی ہے کہ ہم کون ہیں اور یہ بھی جانتی ہے کہ کہاں ہم نے کس قدر سامان کس کو فروخت کیا ہے

پیر خاں: حسین عورت، ہماری رازداں، اور ایک سال کی بیوہ ٹھیک ہے اب مغرب میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں تم اس سے باتیں کرتے رہنا میں وہیں چھپا رہوں گا جب پیار محبت کی بات رنگ پر آئیگی تو فوراً آجاؤں گا — تم وہاں سے چل دینا۔ کیا سمجھے — بوکھلا گئے ہو کیا؟

امیر: میں نہیں سمجھا۔

پیر خاں: بس اس کی ہر بات پر ہاں میں ہاں ملانا جب میں آجاؤں تو ہٹ جانا

امیر: گویا اس معاملہ میں ہم —

پیر — ابھی کورے ہیں۔

امیر — بہت اچھا حکیم صاحب (امیر گھوڑا لے کر آگے بڑھتا ہے۔ پیرخاں اس کی طرف دیکھتا ہے)

(منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۸۷ — **شرفن کا مکان** — دالان

(شرفن بن سنور کر بیٹھی ہے۔ امیر داخل ہوتا ہے)

امیر — میں آسکتا ہوں۔

شرفن۔ — آیئے آیئے۔ خوب تڑپایا آپ نے۔ بیٹھیے۔ آداب،

امیر — (کوچ پر۔۔۔ بیٹھتا ہے اس کے بازو شرفن بیٹھ جاتی ہے) ٹھیک وقت پر آیا ہوں نا۔

شرفن — شکریہ مشورہ کر لیا آپ نے؟

امیر — کر تو لیا لیکن دل بہت دھڑک رہا ہے!

شرفن — دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی۔ میں جانتی تھی آپ ضرور آئیں گے محبت لمحوں میں اپنا کام کر جاتی ہے۔ اس میں دیر نہیں لگتی۔

امیر — جی!—

شرفن — میں نے آپ کے دل کی دھڑکن کا اندازہ تو لگایا ہے لیکن کانوں سے سن نہ سکی (امیر کے سینے پر سر رکھ دیتی ہے یکایک پیرخاں داخل ہوتا اور اس کے چہرے کو اپنے ہاتھ کے شکنجے میں لے لیتا ہے اس طرح کہ شرفن غصے سے لال پیلی ہو جاتی ہے)

شرفن — تم کون ہو (طمانچہ مارنے کے خیال سے ہاتھ اٹھاتی ہے)

امیر — میرے ساتھی حکیم پیر خاں کو ک شاستری۔

شرفن — حکیم! (شرفن کا ہاتھ ڈھیلا پڑ جاتا ہے وہ شرمندہ ہو کر پیر خاں کو گھورنے لگتی ہے اور نظریں نیچی کر لیتی ہے)

پیر خاں — کیا ہوا بیگم صاحبہ طمانچہ رسید کیا ہوتا۔

شرفن — خود بخود میرے ہاتھ میں لرزہ پیدا ہو گیا جانے کیوں!

پیر خاں — کیوں؟ (امیر کو اشارہ کرتا ہے امیر وہاں سے نکل جاتا ہے)

شرفن — نہیں معلوم۔ مجھے ایسا لگا گویا کسی نے میرے سر پہ گھڑوں پانی ڈال دیا میرے جسم کا ایک ایک عضو ٹھنڈا ہو رہا ہے۔

پیر خاں — جانتی ہو اس کی وجہ کیا ہے؟

شرفن — میں کچھ نہیں جانتی۔

پیر خاں — اس کی وجہ یہ نامحرم ہاتھ ہے جو تمہارے خوبصورت چہرے کو چھو گیا اور وہ بھی بہت نازک وقت میں ——!! اور تمہارا چہرہ مارے شرم کے پانی پانی ہو گیا۔

شرفن — یا میرے اللہ۔ آپ بڑے رہ معلوم ہوتے ہیں۔

پیر خاں — بیگم ہمارا سردار بیوی بچوں والا ہے تم جانتی ہو۔ اس کا پیچھا چھوڑ دو اور اس نامحرم کا ہاتھ تھام لو اسے محرم بنا لو۔ تاکہ یہ ہاتھ عمر بھر کا ساتھ دے سکے۔

شرفن — (ہاتھ تھام کر) آپ بھی شاید ......

پیر خاں — ٹھگ نہیں ہاں۔ میں آنا دہو چکا ہوں جس نے ٹھگی سے توبہ کر لی ہے۔

شرفن — وطن میں تمہاری .....

پیر خاں — کوئی بیوی نہیں، میں کنوارا ہوں، تم اگر چاہو تو شاید کوئی ...

(شرن دونوں ہاتھوں میں اپنا چہرہ چھپالیتی ہے پیر خاں اس کے شانے پکڑ کر اٹھاتا ہے)

(منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۳۸ — **امیر کی راوٹی** — اندرونی حصہ

نرگس اور للو ایک دوسرے کے ساتھ بغلگیر کھڑے ہیں) بازو شمع جل رہی ہے۔ امیر داخل ہوتا ہے۔ امیر کو دیکھ کر للو لڑکھڑا جاتا ہے نرگس کانپنے لگتی ہے۔ ....

امیر۔ لعل خاں!

للو حضور۔ (لڑکھڑا جاتا اور بے حد پریشان ہوجاتا ہے) حضن حضن...۔

امیر تو نے اس چھوکری کو بتایا کہ ہم کون ہیں؟

للو جی نہیں صرف اتنا کہ آپ کا نام امیر علی ہے اور ہمارے سردار ہیں۔ بندیل کھنڈ کے سوداگر۔

امیر اس سے آگے کچھ نہیں؟

للو جی نہیں۔

امیر تو جانتا ہے حسن کا جادو کیا ہوتا ہے؟

للو جی نہیں!

امیر (للو کمر میں بندھے رومال پر ہاتھ رکھتا ہے)

للو (تڑپ کر گھٹنے ٹیک دیتا ہے) مالک قصور ہوگیا۔ قصور ہوگیا!

امیر جانتا ہے اس قصور کی سزا؟

للو پھانسی (امیر کے قدموں میں سر ٹیک دیتا ہے) میں نے جو کچھ کیا وہ یہ سمجھ کر

کہ میں آج وہ نہیں ہوں جو کل تھا - ہمارے تم نے تو مجھے نیا اس لیے اپنے
آپ کو آزاد سمجھا۔

امیر — بیٹھو

نرگس — مجھ سے بھول ہو گئی - میرے سرتاج (دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیتی ہے)

امیر — تم - اٹھو - اور تو ادھر آ - (نرگس امیر کے قریب لرزتی ہوئی آتی ہے)

نرگس — حکم

امیر — (رومال کمر سے کھول لیتا ہے تو للو دوبارہ قدموں پر گر جاتا ہے) اٹھو، اسے
(للو جب اٹھتا ہے تو دونوں کے ہاتھ ایک دوسرے سے ملا کر یہ
رومال باندھ دیتا ہے)

للو — میرے آقا -!

امیر — اب میں تیرا آقا نہیں رہا ... اور نہ وہ جو کل تک تھا - تو
آزاد ہے جانتا ہے یہ رومال؟

للو — جان لیوا

امیر — نہیں صرف رومال ہے جو تجھے بخشتا ہوں اس کے کچھ ریشم
چاندی کے ٹکڑے ہیں - میری نشانی -

(امیر کے آگے للو اور نرگس دونوں سر جھکاتے ہیں)

(منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۸۹ — جھالون کی سڑک — امیر کا مکان

امیر کا قافلہ آگے بڑھ رہا ہے، امیر قافلے سے آگے اپنا گھوڑا
دوڑاتا ہے - یہاں تک کہ وہ اپنے گھر کے قریب جاتا ہے گھر کے

دروازے کے سامنے مونڈھے پر بیٹھا ہوا اسماعیل اٹھ کر آگے بڑھتا ہے۔ جب وہ امیر کے قریب ہوتا ہے تو اس کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ امیر گھوڑے سے اتر کر اسماعیل کو لپٹا لیتا ہے

اسماعیل — امیر (بغلگیر ہوتا ہے) امیر باپ کا غمگین چہرہ دیکھ کر پریشان ہوتا ہے)

امیر — بابا۔ خیر تو ہے۔ بابا کیا ہوا۔ عظیمن۔

اسماعیل — سب خیریت سے ہیں لیکن —

امیر — لیکن!

اسماعیل — ہمارے بچے کا انتقال ہو گیا۔

امیر — میرا بیٹا — مر گیا۔ موت آگئی اسے (امیر آسمان کی طرف آنکھیں اٹھاتا ہے تو آنسو بھر آتے ہیں)

اسماعیل — قسمت کی بات ہے بیٹے اب صبر کے سوا چارہ ہی کیا ہے۔

امیر — بابا یہ ہمارے کرتوت ہمارے گناہوں کی سزا ہے۔
(عظیمن دروازہ سے نکل کر مسکراتی ہے۔ منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر نمبر ۹ — دالان

جونہی امیر گھر میں داخل ہوتا ہے عظیمن بے اختیار امیر کے باہوں میں اپنے آپ کو ڈال دیتی ہے (امیر بھینچ لیتا ہے)

امیر — عظیمن۔ میری عظیمن —

عظیمن — امیر — میرا لال (رونے لگتی ہے)

امیر — صبر۔ صبر۔ عظیمن، امیرن کہاں ہے؟

عظیمن — سوئی ہے۔
(امیر آگے بڑھتا ہے منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر ۹۱ — **راجہ جھالون کا دربار** — جھالون

بڑے سے ہال میں سفید فرش کیا گیا ہے۔ ایک طرف مسند پر راجہ بیٹھا ہے۔ دونوں جانب مصاحب پیش کار بیٹھے ہیں۔ بیچ میں دو لڑکیاں رقص کر رہی ہیں ایک طبلہ نواز اور دو سارنگے کھڑے سارنگی بجا رہے ہیں۔ دوسری جانب پانچ سات لڑکیاں ہاتھوں میں بانس کے ٹکڑے لئے رقص کرتی ہیں:۔

رقص ۱۰

ہولی کھیلے برج گھنشام :: برج گھنشام رادھے شام
رنگ برنگ عبیر گلال
رنگ کھیلت نند کے لال
بھیگ گیو مورا انگ تمام :: ہولی کھیلے برج گھنشام
رنگ رنگیلی آئی ہولی
سدھ بسرائے رادھا بولی
شام لو اب تو مجھ کو تھام :: ہولی کھیلے برج گھنشام

ایک سپاہی داخل ہوتا اور پیش کار کے کان میں کچھ کہتا ہے تو پیش کار اٹھتا اور راجہ کے قریب جاکر عرض کرتا ہے:۔

پیشکار — مالک ابھی ابھی خبر آئی ہے کہ امیر علی ۔۔۔ جھالون آ گیا ہے،

راجہ — امیر علی آ گیا ہے۔ پیشکار وہ جس حالت میں ہے اسی حالت میں اس کو اور اس کے باپ کو حاضر کیا جائے۔

پیشکار — جو حکم
(پیشکار آگے بڑھتا ہے منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر ۹۲ — دالان (امیر علی کا مکان)

اسماعیل اور امیر علی دو مونڈھوں پر بیٹھے باتیں کر رہے ہیں،
سرکاری ہرکارے داخل ہوتے ہیں۔

ہرکارہ — امیر علی اور اسماعیل تم دونوں کو جس حالت میں ہو اسی حالت میں
حاضر دربار ہونے کا راجہ صاحب نے حکم دیا ہے۔ چلو ہمارے
ساتھ۔

امیر — معلوم ہوتا ہے کچھ دال میں کالا ہے!

اسماعیل — روز تمہاری آمد کا انتظار کیا جا رہا تھا۔

عظیمن — کیا بات ہے بابا ۔۔۔؟

اسماعیل — کچھ نہیں بہو، یونہی ہمیں راجہ نے بلوایا ہے، چلو امیر
(اسماعیل اٹھتا اور دروازہ سے باہر جاتا ہے)

ہرکارہ — امیر علی۔

امیر — تم چلو میں ابھی آیا، (ہرکارہ دروازہ سے باہر جاتا ہے، امیر
ایک بیک عظیمن کو سینے سے لپٹا لیتا ہے) عظیمن! میری زندگی۔

عظیمن — کیا بات ہے امیر؟ آپ اور اس قدر پریشان!

امیر — راجہ کا قرض جو دینا ہے، اور معمول بھی شاید! اسی لئے بلایا ہے
(جانے لگتا ہے، اس کی کمر میں رقم کی تھیلی ہے)

عظیمن — امیر۔ میرا کلیجہ منہ کو آرہا ہے۔

امیر — فکر نہ کرو۔ تم بہت جلد گھبرا جاتی ہو، دھیرج رکھو، ہم ابھی آتے ہیں۔ ادھر دیکھو، کبھی اس سے بھی بلا ٹل جاتی ہے۔ (ہتھیلی دکھاتا ہے۔ منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر ۹۳ — راجہ کا دربار — جھالون

(حسبِ سابق راجہ مسند پر بیٹھا ہے مصاحب دو جانب استادہ ہیں، سپاہی امیر اور اسماعیل کو حاضر کرتے ہیں۔ اسماعیل اور امیر آداب بجا لاتے ہیں۔

راجہ — آ گئے تم لوگ جانتے ہو کیوں بلائے گئے ہو؟

امیر — پتہ نہیں یہی ہو گا کہ معمول کیوں نہیں دیا گیا

راجہ — تم کو ہم نے ایک دوست بھی جانا تھا، اب تم سے نہیں تمہارے باپ سے پوچھتے ہیں کہ اس نے جسونت مل کا قتل کیوں کیا؟

امیر — جسونت مل کا خون!

راجہ — اسماعیل۔ منہ کھولو۔

اسماعیل — وہ میرا دوست تھا۔

راجہ — اس لیئے تم نے اسے قتل کر دیا۔

اسماعیل — میں انکار کرتا ہوں۔ اس کا کوئی ثبوت؟

چتیار — حضور جسونت مل جی کی انگوٹھی جو آپ کی دی ہوئی تھی،... اسماعیل کے ہاتھ کی انگلی میں کہاں سے آئی وہ دیکھیے...

(آگے بڑھ کر ایک سپاہی اسماعیل کی انگلی سے انگوٹھی اتار کر راجہ کے سامنے پیش کرتا ہے۔ راجہ انگوٹھی دیکھ کر لال پیلا ہو جاتا ہے)

اسماعیل — جسونت ایک دوست کے ناطے یہ انگوٹھی مجھے دے سکتا تھا،

پیشکار — سورج۔ (ایک سپاہی سورج کو پیش کرتا ہے)

سورج — مائی باپ (سورج کانپ جاتا ہے)

پیشکار — تجھے معافی دی گئی ہے، بول تو نے اسماعیل کے ہاتھوں جسونت لال کو قتل ہوتے نہیں دیکھا؟

سورج — مائی باپ! (لرزنے لگتا ہے)

پیشکار — گھبرانے کی ضرورت نہیں سچ سچ بتا دے ورنہ تیری جان کی خیر نہیں، ہم تیری جان کے ذمہ دار ہیں۔ یہ تیرا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔

سورج — دیکھا تھا!

پیشکار — کہاں؟

اسماعیل — سورج تمہاری گواہی کی ضرورت نہیں، میں نے وہ گناہ کئے ہیں جن کو میں گن نہیں سکتا۔ ان گناہوں میں جسونت کا خون بھی شامل ہے کہ اس نے میری عمر بھر کی کمائی سے مجھے محروم کر دیا۔ اب میرے پاس انگوٹھی کے سوا کچھ بھی باقی نہیں رہا اور آج اس کو بھی راجہ کی نذر کرتا ہوں۔

راجہ — لعنت ہے تجھ پر (راجہ انگوٹھی پھینک دیتا ہے)

امیر — ہا! !

اسماعیل — ہاں لعنت ہے مجھ پر ہزار بار لعنت، بھرے دربار میں میری درگت! میرے ان گناہوں کی سزا ہے جو میں نے کئے ہیں۔ عبرت، عبرت،

راجہ — عبرت ناک سزا ابھی باقی ہے۔ پیشکار اس کی مشکیں باندھ، ہاتھی کے اگلے پاؤں سے جکڑ کر ہاتھی کو دوڑایا جائے۔

امیر — مگر حضور میں کہتا ہوں تم نے جو۔

اسماعیل — امیر۔ زبان بند رہے۔

راجہ — ہم جانتے ہیں تم کیا کہنا چاہتے ہو، تم نے کوئی زیورات دیئے ہیں تو ہم اُن کے دام بھی دے چکے ہیں۔

امیر — مگر کس بھاؤ سے! کچھ یہ بھی یاد ہے۔

اسماعیل — امیر

راجہ — لیجاؤ انہیں۔ پیشکار امیر کی مشکیں۔۔ باندھ دی جائیں اور اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے باپ کو ہاتھی کے پاؤں تلے روندا دیا جائے جب باپ کی ہڈیاں ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہوں اور باپ دم توڑ دے تو بیٹے کو قید میں پھینکدیا جائے۔ لیجاؤ۔

(دو چار سپاہی دونوں کو لے جاتے ہیں منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۹۲ — میدان — قتل گاہ

بہت سے لوگ گھیرا ڈالے کھڑے ہیں۔ بیچ میدان میں ہاتھی لایا گیا ہے گردن پر مہاوت آنکس لیئے بیٹھا ہے۔ سپاہی اسماعیل کے جسم کو رسیوں سے جکڑ کر ہاتھی کے اگلے پاؤں سے باندھ دیتے ہیں۔ جب وہ ہٹتے ہیں تو پیشکار امیر کی طرف دیکھتا ہے جو مجمع میں کھڑا ہے اس کی مشکیں باندھ دی گئی ہیں اس کی آنکھیں بند ہیں پیشکار مہاوت کو حکم دیتا ہے کہ ہاتھی کے آنکس مارے۔ مہاوت ہاتھی کو ہانکتا ہے۔ پہلے ہی قدم پر اسماعیل کی پسلیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔

پیشکار — چلاؤ ہاتھی۔۔۔

بھاوت — بھنت وھنت (بھاوت آواز دیتا ہے ہاتھی آگے بڑھتا ہے)

اسماعیل — اللہ۔ (ایک چیخ)

امیر — بابا ـــــ آہ۔ یہ منظر ـــ اور یہ دولت (روپوں کی تھیلی چھلکتا ہے روپے نکل کر دور دور تک بکھر جاتے ہیں، لیکن کوئی نہیں اٹھاتا ـــ کچھ دور تک ہاتھی دوڑتا ہے تو اسماعیل کا جسم چوچو ہو جاتا ہے۔ مجمع پر سکتہ طاری ہو جاتا ہے ..... امیر کے چہرے سے پسینہ چھوٹ جاتا ہے اس کی حالت دیگرگوں ہے وہ اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۹۵ — قیدخانہ کا دروازہ — جھالون

امیر کے ہاتھ اور ایک پاؤں میں زنجیر پڑی ہے۔ قیدخانے کے دروازے کی طرف دو سپاہی اسے لیجا رہے ہیں کہ پیچھے سے پٹیکار آواز دیتا ہے :۔

پٹیکار — سپاہیو۔ قیدی کو ادھر لاؤ۔

(سپاہی امیر کو واپس لاتے ہیں جب پٹیکار کے قریب آتے ہیں تو وہ اشارہ کرتا ہے کہ دیوان خاص میں لے چلیں)

(منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۹۶ — دیوان خانہ — حویلی

راجہ کھڑا ہے، پٹیکار اور سپاہی امیر کو لیکر داخل ہوتے ہیں۔

راجہ — امیر جو راجہ کسی کو موت کا حکم دیتا ہے، وہ اسے معاف بھی

کرسکتا ہے۔

امیر: جو کچھ بھی ہوتا ہے پالنے والے کے حکم سے ہوتا ہے۔ تمہارے بس میں کچھ بھی نہیں ۔

راجہ: میں سمجھ رہا تھا باپ کی ہڈیوں کو جلتا دیکھ کر شاید بیٹے کی عقل ٹھکانے آجائیگی۔

امیر: اور میں یہ سمجھ رہا تھا کہ تمہاری عقل پہ جو پردہ پڑا ہے شائد وہ ہٹ جائے گا۔

راجہ: میں نے تجھے ایک جوہری ایک ایما ندار تاجر سمجھا تھا لیکن حالات بتا رہے ہیں کہ باپ کی طرح تو بھی ....

امیر: شاید تجھے اس وقت پتہ نہیں چلا جب قیمتی جواہرات کوڑیوں کے بھاؤ خرید لیا کرتا تھا بتا یہ تیرا کرّوفر کس کا صدقہ ہے۔ کس کا؟

راجہ: معلوم ہوتا ہے ابھی گھمنڈ باقی ہے لیجاؤ اس گھمنڈی کو اور ....
اشرفی گرم کر کے اس کی پیشانی داغدو — اور —
اس کے گھر بار کو جلا کر خاک سیاہ کردو — لیجاؤ۔

امیر: بابا نے ٹھیک کہا تھا ابر کا چھوٹا سا ٹکڑا سورج کے آگے آکر اندھیرا پھیلا دیتا ہے۔

(امیر کو سپاہی لے جاتے ہیں منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۹۷ — **امیر کا مکان** (دالان)

عظیمن امیرن سے میٹھی میٹھی باتیں کر رہی ہے وہ بہت خوش ہے اسی وقت بیشکار اور کچھ سپاہی داخل ہوتے ہیں۔

عظیمن (امیرن سے) تو تا بولتی بولو۔ بیٹی توتا۔ توتا۔

پیشکار اے عورت تو امیر علی ٹھگ کی بیوی ہے؟

عظیمن تم کون ہو کون ٹھگ ہے میرے دھڑک چلے آئے (پیٹ جاتی ہے)

پیشکار تیرا شوہر امیر علی ٹھگ ہے۔

عظیمن ٹھگ؟

پیشکار ٹھگ نہیں تو کیا کوئی ساہوہے آخر یہ دولت آئی کہاں سے تھی جو تو گھر بیٹھے مزے اڑاتی تھی ـــــ ہم اس گھر کو راجہ کے حکم سے آگ لگانے آئے ہیں کہ تیرے شوہر نے جسونت مل کا خون کیا اور تیرا شوہر امیر علی ٹھگ ہزاروں کو ٹھگ چکا ہے۔

عظیمن امیر علی ٹھگ۔ کیا وہ ـــ وہ ٹھگ ہیں!؟

پیشکار ہاں ٹھگ، اس طرح حیران ہوتی ہے جیسے کچھ جانتی ہی نہیں، اس کی پیشانی داغدی گئی ہے اور تین مہینے کی سزا ہوئی ہے اس کو۔

عظیمن امیر علی ٹھگ، پیشانی داغدی گئی میرے شوہر قید میں!! ـــ ٹھگ (یک بیک اٹھتی ہے)

امیرن ماں (بچی کی طرف رخ بھی نہیں کرتی)

عظیمن امیر علی ٹھگ، میں ایک ٹھگ کی بیوی ہوں؟ میرا شوہر ٹھگ۔ خداوند ـــــ اللہ ـــــ اللہ، وہ وہ ٹھگ امیر علی!
(سینہ پکڑ کر گرتی ہے)
سکتہ

پیشکار ارے ارے کسی کو بلاؤ۔ باہر مجمع ہے کسی کو بلاؤ تو۔
(سپاہی دوڑتا ہے اور رگا ولی محمد کے ساتھ واپس آتا ہے اس وقت تک عظیمن کا جسم ٹھنڈا ہو جاتا ہے)

ولی — کیا بات ہے پیشکار جی - ارے بیٹی عظیمن، عظیمن (نبض دیکھتا ہے اور آنکھ دیکھ کر) پیشکار جی - یہ تو مرگئی!

پیشکار — مرگئی ـــــ واقعی نیک بی بی تھی، ہم نے بس یونہی کہدیا تھا کہ وہ ٹھگ ہے۔ سپاہیو پلنگڑی - ارے چادر لپیٹ کر لاش باہر لیجاؤ ـــ

امیرن — ہاں ـــ (بلبلانے لگتی ہے)

ولی — ادھر آ بیٹی ـ (امیرن کو گود میں اٹھا کر باہر نکل جاتا ہے پیچھے ... سپاہی عظیمن کی لاش پلنگڑی پر رکھتے ہیں)

(منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۹۸ — امیر علی کا مکان (بیرونی حصّہ)

ولی محمد امیرن کو اٹھائے دروازہ سے نکلتا ہے، پیچھے سے چار سپاہی عظیمن کی میّت لیکر آتے ہیں - ساتھ پیشکار ہے -

پیشکار — ملّا ولی محمد -

ولی — پیشکار جی میّت میرے گھر پہنچوا دی جائے ـــ

پیشکار — سپاہیو میّت ولی محمد کے ساتھ لیجاؤ -

(میّت لیجاتی ہے منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر ۹۹ — سورج کا مکھڑا اس کی آنکھ میں آنسو ـــ

منظر ۱۰۰ — امیر علی کا مکان جل رہا ہے۔ شعلے بھڑک رہے ہیں... تماش بین زم بخود دیکھ رہے ہیں -

(منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر ۱۰۱

قیدخانہ چھاؤن -

ایک طرف چٹائی پہ امیر گھٹنوں پہ ہاتھ رکھے بیٹھا ہے، اس کی پیشانی پہ اشرفی بھر سفید داغ ہے، زخم بھر چکا ہے، سر کے بالوں کے ساتھ داڑھی مونچھ بھی بڑھ گئی ہیں سورج دروازہ کھولتا ہے پتیکار اور سورج اندر داخل ہوتے ہیں۔

امیر — سورج! ۔۔۔ (سر اٹھا کر دیکھتا ہے)

پتیکار — سورج ۔ اس کی بیڑیاں نکالدے ۔

سورج بیڑی جو ہاتھ اور پیر سے بندھی ہے قفل کھول کر نکال دیتا ہے ۔ امیر ہاتھ اور پیر سہلانے لگتا ہے ۔ اٹھ کر انگڑائی لیتا ہے ۔

امیر — پتیکار (آگے بڑھ کر پتیکار کو گھورتا ہے)

پتیکار — ہاں امیر ہم تو راجہ کے ملازم ہیں حکم کا پالن کرتے ہیں ۔ تمہیں کافی سزا ملی ہے ۔ اب حکم ہوا ہے کہ تم اسی وقت چھاؤن کی سرحد سے نکل جاؤ ورنہ مار دیے جاؤ گے ۔

امیر — اے کاش یہی سزا پہلے ہی سنا دی جاتی اس سزا سے تو بچ جاتا لیکن اپنے کیے کی سزا بھی تو ملنی تھی ۔ ۔ ۔ ۔

پتیکار — سورج انھیں لیجاؤ میں تمہیں حکم دیتا ہوں جب تک یہ ہماری سرحد سے باہر نہ ہو جائیں واپس نہ آنا ۔

سورج — جو حکم

امیر — چلو سورج ۔ (چادر اوڑھ لیتا ہے اور کچھ سوچ کر

چادر کا کچھ حصہ پھاڑ کر سر سے باندھ لیتا ہے اس طرح کہ پیشانی کا داغ چھپ جائے

پٹیکار — یہ لو (کچھ روپے دینا چاہتا ہے) یہ تمہارے روپے ہیں۔

امیر — نہیں مجھے نہیں چاہیئے ــــ شکریہ۔

(پٹیکار دیکھتا رہ جاتا ہے، امیر اور سورج نیند خانہ سے نکل جاتے ہیں منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۱۰۲ — راستہ — جھالون

سورج — مالک، اُدھر نہ جائیے۔

امیر — کیوں؟

سورج — پہلے مجھے معاف کیجئے میں گواہی دینے پر مجبور تھا۔

امیر — کیا تو نے دیکھا تھا جب میرے باپ نے جسونت کا قتل کیا... ؟

سورج — وہ بہت مجبور تھے۔ اس سے اپنی رقم طلب کر رہے تھے لیکن اس نے انکار کیا، بات بڑھی، انھوں نے کمر سے رومال کھول کر کچھ اس طرح پھندا مارا کہ جسونت اوندھا گر پڑا تو ہی سردار نے گردن کسی، برسات شروع ہو گئی، ہم بھیگ چکے تھے۔

امیر — بھیل منجی؟

سورج — نہیں، ہم لاش دفنانے کی سوچ رہے تھے کہ دو سپاہی ہماری طرف دوڑتے ہوئے آرہے تھے اس لیئے سردار گھر کی طرف اور میں نہ جانے کیوں اِدھر کو بھاگا جا رہا تھا جدھر سے وہ سپاہی آرہے تھے۔

امیر — تم راجہ کے ہاں کیسے چلے گئے؟

سورج — دوسرے دن سپاہیوں نے مجھے گرفتار اس لیے کیا کہ ان سپاہیوں میں سے ایک نے مجھے پہچان لیا تھا۔

امیر — پھر۔؟

سورج — پوچھ کچھ ہوئی میں نے بتا دیا۔

امیر — تو اسی وقت بابا کو گرفتار کر لینے۔

سورج — حکم ہوا تھا کہ امیر علی کے آنے تک اسماعیل سردار پر نگرانی رکھی جائے اسی لیے روز سپاہی گھر آتے رہے۔ چار ہی دن تو ہوتے تھے کہ آپ آ گئے ——— (راستہ چلتے چلتے امیر اپنے گھر کے قریب آ جاتا ہے) ارے یہ کیا۔ (امیر پریشان ہوتا ہے:۔)

منظر ۱۰۳ — امیر کا جلا ہوا مکان — جلی ہوئی دیوار

امیر کا مکان جل کر خاک سیاہ ہو گیا ہے صرف دیواریں کھڑی ہیں۔ امیر اور سورج قریب آتے ہیں۔

امیر — سورج۔ ہمارا گھر! عظیمن ——— میری بچی!

سورج — گھر کو راجہ کے حکم سے آگ لگا دی گئی' اسی لیئے میں نے آپ کو ادھر نہ جانے کے لیے کہا تھا۔

امیر — عظیمن اور میری بچی ——— کہاں ہیں۔ کہاں ہیں؟

سورج — مالک عظیمن بی بی کا انتقال ہو گیا ——— !

امیر — کیا کہا؟

سورج — جونہی پنیکار نے انھیں بتایا کہ ان کا شوہر ٹھگ ہے اسی وقت ان کی آتما ان کے شریر سے نکل گئی (رونے لگتا ہے)

امیر — اہاہا (ہنستا ہے اور یکایک اس کی آنکھ سے آنسو نکل پڑتے ہیں) بہت اچھا، بہت اچھا ہوا کہ اس نے اس ٹھگ کی صورت ٹھگ سمجھ کر نہیں دیکھی ورنہ منہ دکھانے کے قابل نہ رہتا ۔۔ با عظیمن، جنت نصیب ٹھیک ہے دوست اسی کا نام دنیا ہے (خود ہنستا ہے لیکن آنکھ روتی ہے) امیر کا سر چکرا جاتا ہے)

سورج — مالک آپ گر رہے ہیں ۔ مالک ۔۔ مالک (سنبھالا دیتا ہے)

امیر — نہیں، اتنا بے دم نہیں ہوں کہ دم توڑ دوں، ہاں سورج میری بچی، امیرن ۔۔ وہ کہاں ہے ؟

سورج — ملا ولی محمد کے ہاں، انھوں نے اسے پال لیا ہے۔ بیٹی کی طرح،

امیر — ہوں، ہاں اہا ہا گناہوں کی سزا اور کیا ہوگی، سورج! ان آنکھوں سے میں نے ماں کو مرتے دیکھا، منہ بولا باپ ہاتھی کے پاؤں میں کچلا گیا۔ عظیمن ہمیشہ کے لئے بچھڑ گئی ۔ اور یہ داغ ۔۔ جانے اور کیا کیا دیکھنا ہے، اب امیرن ۔ بیٹی بھی ۔۔ (رونے لگتا ہے)

سورج — مالک آپ یہاں سے سرحد پار نکل جائیں ۔۔

امیر — سورج رات ہونے کو ہے صبح میں اپنے آپ چلا جاؤں گا ۔ گزشتہ چار راتوں سے نیند نہیں آئی ۔۔ ارے ہاں خوب یاد آیا ولی محمد ۔۔ امیرن ۔ میری بچی ۔ سورج!

سورج — کہیئے ۔ کہیئے کیا کہتا ہے ۔

امیر — میں یہیں ہوں تو جا اور کہیں سے ایک کدال لا دے میرے دوست اتنا احسان کر یہ آخری احسان ہوگا تیرا ۔

سورج — اس سے کیا کرو گے جمعدار؟

امیر — تو لے آ تو ....

سورج بہت اچھا ـــ (سورج مڑتا ہے منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۱۰۴ **امیر کا چہرہ** - اور اس فضا

منظر پھیلتا ہے ـــ امیر اندر اس بیٹھا ہے۔ سورج کدال لیے سامنے کھڑا ہے۔

سورج مالک (کدال پیش کرتا ہے)

امیر لے آئے چلو میرے ساتھ

(امیر کدال سنبھالتا ہے۔ دونوں آگے بڑھتے ہیں منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۱۰۵ **قبرستان** جھاؤں

چاروں طرف اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ سنسان قبرستان سے امیر اور سورج گزرتے ہوئے ایک مقام پر جا کر ٹھہر جاتے ہیں

امیر سورج تم یہاں ٹھہرو۔

سورج آپ خودکشی تو نہیں کر رہے!

امیر نہیں واللہ نہیں سورج۔ یہاں میں نے کچھ رکھا ہے وہ کسی کی امانت ہے۔ اگر کوئی آئے تو آہستہ سے سیٹی بجا دینا۔ (آگے بڑھتا ہے)

سورج بہت اچھا ـــ

امیر آگے بڑھ کر ایک قبر پر کھڑا ہو کر دو قدم آگے بڑھتا اور ایک مقام پر کھودنا شروع کرتا ہے جب مٹی ہٹاتا ہے تو ایک صندوقچہ اس کے ہاتھ آتا ہے۔ صندوقچے کو اوپر رکھتا اور مٹی ڈال کر زمین پاٹ دیتا ہے۔ صندوقچہ اور کدال لیا ہوا سورج کے قریب آتا ہے

امیر — یہ رہی وہ امانت (سورج کو صندوقچہ دکھاتا ہے)

سورج — اس میں کیا ہے مالک (امیر صندوقچہ کے اوپر لپٹے ہوئے ٹاٹ کو جو بوسیدہ ہو گیا ہے۔ ہٹا کر صندوقچہ کھولتا ہے تو اس میں وہ ہار بھی ہوتا ہے جو زہرہ نے عظیمن کو تحفے میں دیا تھا، بازو بند، جگنو، کنگن اور کچھ اشرفیاں، امیر پانچ اشرفیاں الگ چادر کے پلو میں باندھ لیتا ہے۔ اور کچھ سورج کو دینا چاہتا ہے لیکن سورج لینے سے انکار کرتا ہے)

امیر — یہ تم لے لو۔

سورج — نہیں قسم ہے مجھے بھگوان کی میں نہیں لوں گا۔ آپ نے یہ پانچ اشرفی پلو میں باندھ لیں اور یہ ——

امیر — امیرن کے لیئے —— ولی محمد کو دیدوں گا۔۔۔۔

سورج — ٹھیک ہے۔ یہ اچھا خیال ہے جمعدار

امیر — اور صبح یہاں سے چلا جاؤں گا۔

سورج — پھر کہیں پنج کا خیال۔۔۔۔۔یا

امیر — نہیں تم جانتے ہو میں کیوں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔

سورج — جی!

امیر — گنیشا —— میری ماں کا قاتل زندہ ہے ما اسے ٹھکانے لگانے کے لیئے اس کے قافلہ میں شریک ہو جاؤں گا۔

سوراج — یعنی جھوٹ!

امیر — نہیں۔ واللہ نہیں میں نے توبہ کر لی ہے۔ داغ جو لگا ہے۔ اس کو ٹایا نہیں جاتا لیکن دل کا داغ مٹیگا، مٹ جائے گا۔ جب گنیشا کو ٹا دوں گا، اس لیئے مجھے ٹھگ کا بھیس لینا ہوگا۔ چلو۔

کہیں ملّا سو نہ جائے، اس کے ہاں میری امید نہیں ہے....

سورج: چلیئے ـــــ (دونوں مڑتے ہیں منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۱۰۲ — ملّا محمد کا مکان — جھالون

(ایک چھوٹے سے مکان کے دروازہ پچادر میں لپٹا ہوا امیر دستک دیتا اور پھر زنجیر کھٹکھٹاتا ہے، دروازہ کھلتا ہے ولی محمد آتا ہے)

ولی: کون؟

امیر: ایک غریب الوطن۔

ولی: معاف کرو سائیں کوئی اس طرح دروازہ کھٹکھٹا کر بھیک مانگتا ہے؟

امیر: میں فقیر ہوں اور نہ بھیک چاہیئے ـــ مجھے امیر علی نے بھیجا ہے۔

ولی: امیر علی! کیا وہ قید سے چھوٹ گیا!

امیر: اندر آنے کی اجازت ہو تو عرض کروں۔

ولی: آؤ (دونوں دروازے کے اندر جاتے ہیں، منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۱۰۳ — دالان — ولی محمد کا گھر

(امیر اور ولی دالان میں داخل ہوتے ہیں.... چاندنی کی کرنوں کی روشنی پڑ رہی ہے)

ولی: کہو اس بدبخت نے کیا کہا ہے؟ کیا وہ قید میں ہی ہے؟

امیر: جی ہاں۔ یہ لیجئے۔ (صندوقچہ دیتا ہے)

ولی: .... (کیا ہے اس میں؟

(امیر زیورات اور اشرفیاں نکال کر دیتا ہے)

امیر — یہ اس نے بھیجا ہے ...
ولی — ہنہیں نہیں۔ ایک سٹنگ کا مال، میں نہیں لوں گا۔
امیر — اللہ قسم اس نے کہا ہے یہ امیرن کی ماں کی امانت ہے جو اُسے حیدرآباد میں جہیز میں ملی تھی۔
ولی — سچ ؟
امیر — اس نے یہ بات قسم کھا کر کہی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ آپ ... امیرن کی ... پرورش کریں اور جب وہ بڑی ہو جائے تو اس کی کسی شریف لڑکے کے ساتھ شادی کر دیں۔ تو نوازش ہو گی'
ولی — آخر باپ ٹھیرا ٹھگ ہی کیوں نہ ہو، لاؤ مجھے بھی قسم ہے پالنے والے کی میں اس کی یہ تمنا پوری کروں گا کہنا وہ بے فکر رہے، لیکن ادھر نہ آئے'
امیر — بہت اچھا، مگر مُلّا صاحب کیا میں اس لڑکی .... کو دیکھ سکتا ہوں؟
ولی — کیوں ؟
امیر — تا کہ میں امیر علی کو یقین دلا دوں کہ اس کی امیرن آپ کے ہاں ہے۔
ولی — اچھی بات ہے۔ ٹھیرو۔ میں دیکھتا ہوں بچّی میری بیوی کی گود میں سو رہی ہے۔ (ولی جاتا ہے اور واپس آکر امیر کو اشارہ کرتا ہے کہ اندر آجایئے۔ منظر پھیلتا ہے۔ امیر ایک کمرہ کے دروازہ سے اندر داخل ہوتا ہے۔ جہاں تین بستر لگے ہیں دو ... بستر خالی ہیں لیکن بیچ کے بستر پہ جو چھوٹا سا ہے امیرن سو رہی ہے' اس کا چہرہ شمع کی روشنی میں چمک رہا ہے۔ امیر جھکتا ہے اور بچی کی پیشانی کا بوسہ لینے آگے بڑھتا ہے تو ملّا ولی امیر کا ہاتھ پکڑ کر اٹھاتا ہے)

ولی — امیرعلی!

(امیر ولی محمد کے قدموں میں جھک جاتا ہے، امیر کی ناگفتہ بہ حالت اور آنکھوں میں آنسو دیکھ کر سہم جاتا ہے... اس کی آنکھ سے آنسو نکل پڑتے ہیں۔

امیر — مولانا۔ میرے محسن — میں آپ کا یہ احسان بھول نہیں سکتا۔ اجازت دیجیے کہ آخری بار اس کی پیشانی کا بوسہ لے لوں۔

ولی — تمہارا سایہ پھر کبھی اس پر نہ پڑنے پائے ورنہ اس کی زندگی بھی تمہاری زندگی کی طرح تباہ ہو جائے گی۔

امیر — ۳۔ منظور۔ (امیر کا چہرہ آنسوؤں سے تر بتر ہے اور آنکھیں پھیلی ہوئیں — وہ پھر سے اپنی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر امیرن کو تکنے لگتا ہے اور اس کی پیشانی کا بوسہ لیتا ہے)

ولی — اب جاؤ۔ چھوڑ دو وہ دھندہ جس سے منہ کو کالک لگی ہے، توبہ کرو اور اللہ کی یاد۔ امیر — !

امیر — بہت اچھا ولی محمد صاحب۔ جاتا ہوں، جانے سے پہلے یکبار پھر اس کا بوسہ لے لوں — امیرن بیٹی (بچی کی پیشانی کا بوسہ لیتا اس کے سر پہ ہاتھ رکھتا اور گھبرا کر ہٹا لیتا ہے اور ولی محمد کا ہاتھ بچی کے سر پہ رکھتا ہے اور بغیر مڑ کر دیکھے کمرہ سے نکل جاتا ہے)

ولی — امیر — (ولی محمد آواز دیتا ہے لیکن بے سود، منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر ۱۰۸ — سایۂ دیوار — اسماعیل کا جلا ہوا مکان

(امیر اپنے گھر کی جلی ہوئی دیوار کے سایہ میں سو رہا ہے وہ گہری نیند میں ہے، سرہانے ہاتھ ہے، چادر اوڑھا ہوا ہے، چڑیوں کے

پہچاننے کی آواز آرہی ہے سورج قریب جاکر امیر کو ہوشیار کرتا ہے)

سورج — مالک، امیر علی سردار ـــــ جمعدار ــ

امیر — آں، ہاں ـــ سورج صبح ہوگئی۔

سورج — ہو رہی ہے۔

امیر — سچ کہتا ہوں سورج میں مہینوں کے بعد آج سو سکا کیوں نہ ہو اپنے گھر کی دیوار کا سایہ تھا نا؟ ـــ میرا گھر جو اجڑ گیا۔ جل گیا ـــ اچھا ہوا جب دِل جل گیا ہے تو گھر کے جلنے کا کیا غم۔۔۔

سورج — میں نے سنا ہے۔ کینتا کو چترپور کا سپاہی اور کبھی باندہ میں دیکھا گیا، یہاں سے سیدھے امرائی جانا وہاں ایک چھوٹا سا قافلہ لکھنؤ جا رہا ہے۔ اودھ کی ریاست پر ابھی تک انگریزوں کا قبضہ نہیں ہوا ہے۔ آپ کا ادھر جانا مناسب ہے۔

امیر — ٹھیک ہے ـــ میں چلا۔ تم ٹیکا رسے کہدو کہ میں سرحد پار کر چکا ہوں ـــ اچھا ـــ ؟

سورج — سلام میرے آقا، (قریب جاتا ہے، امیر سورج کو بھینچ لیتا ہے، اور پھر اسے جدا کرکے ایک طرف کو جانے لگتا ہے منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۱۰ـــ گومتی کا کنارہ ـــ لکھنؤ

ٹھگوں کا ایک چھوٹا سا قافلہ، ایک دوسرے قافلہ کے ساتھ گزر رہا ہے، سب پیدل ہیں پالکی میں ایک بوڑھا سوداگر بیٹھا ہے امیر اپنا حلیہ بدل چکا ہے انگرکھے پہ کمر میں کمر پٹکہ ہے، بڑا سا پگڑ اس طرح باندھ رکھا ہے کہ پیشانی کا داغ نظر نہیں آتا۔ یہ اس

قافلہ میں لو گھی بنا ہے۔ قافلہ کا سوار پر دل (اشارہ) ۔ دیتا ہے

سوار — پان لاؤ ——!!

(اس آواز کے ساتھ دوسرے قافلے کے لوگوں کے سب ٹھگ پھندا مارتے ہیں قافلے والوں کو زیر کر لیتے ہیں اسی وقت ادھر سے گزرتے ہوئے سرکاری گھڑ سوار جو سرکاری سپاہ ہیں ٹھگوں کو گھیر لیتے اور ہتھکڑیاں پہنا دیتے ہیں)

افسر — کمبختو ہم سب سرکاری سپاہ ہیں تم نے انہیں کیوں ہلاک کر دیا؟

دوسرا افسر — تیرا نام کیا ہے (ہنگڑ سر سے ہٹاتا ہے) بول

امیر — امیر علی۔

افسر — امیر علی

امیر — مجھے مار ڈالو۔ مجھے مار ڈالو

افسر — خاموش۔ جو کچھ کہنا ہے کوتوال کے آگے کہنا۔ لے چلو ان بدمعاشوں کو اور اٹھاؤ لاشیں۔

(قافلہ ٹھگوں کو لے کر آگے بڑھتا ہے چند سپاہی مردوں کی لاشیں اٹھاتے ہیں، منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۱۱ — عدالت — لکھنو

بڑے سے ہال میں بہت سے لوگ اطراف کھڑے ہیں۔ بیچ میں ٹھگوں کی قطار ہے سامنے گاؤ تکیہ سے ٹیک لگائے سفید گدی پر منصف بیٹھا ہے، منشی ایک کاغذ پیش کرتا ہے منصف اس کاغذ پر اپنے دستخط ثبت کرتا ہے تو منشی کاغذ پڑھ کر سناتا ہے۔

منشی — مقدمہ نشان $\frac{5}{16}$ سنہ ۱۸۱۵ء عیسوی قتل و خون لب سڑک گومتی کنارہ
مقدمہ کی جانچ پڑتال گواہوں کے بیانات اور سرکاری روزناد
کی روشنی میں عدالت تم سب سولہ افراد کو جن کے نام علیحدہ
فہرست منسلکہ میں درج ہیں۔ گومتی کے کنارے واقع جنگل لب سڑک
بے گناہ اور معصوم رعایا کی جان لینے اور مال لوٹنے کے جرم میں جس کا تم
سب نے اقبال جرم کیا ہے تاعمر بنام عمر قید کی سزا سنائی جاتی ہے۔ لہذا
حکم ہذا کی من و عن تعمیل ہو سرِ مو فرق نہ آنے پائے فقط
مہر عدالت   دستخط منصف عدالت سرکار اودھ —

امیر — اے کاش حضور اس عمر قید کی بجائے پھانسی کی سزا تجویز کی جاتی کہ
ہمارا جرم اسی سزا کے قابل تھا۔

منشی — سزا تمہارے کہنے پر نہیں مقدمہ کی روداد کے بموجب قانون کی روشنی
میں سنائی جاتی ہے لیجاؤ ان سولہ جرائم پیشہ جان لیوا افراد کو
نظر بند کر دو۔

افسر — چلو سب (سپاہ سب کو پابہ زنجیر لیجاتی ہے)
منظر تحلیل ہونے لگتا ہے تو مندرجہ ذیل سرخ حروف منظر پر
ابھرتے ہیں :—

(۱) "۱۲ سال بعد"
(۲) سنہ ۱۸۲۷ء

منظر ۱۱۱   حسینی جان کا کوٹھا   لکھنؤ

دو سازندے سارنگی بجا رہے ہیں للو طبلہ بجا رہا ہے وہ ۲۲ سال

۔ ۔ کا ہو گیا ہے، نرگس بیٹھے پان بنا رہی ہے طبلہ کی تھاپ کے ساتھ
حسینی گاتی ہے ۔ نرگس اس کا ساتھ دیتی ہے ۔ (سنگت)

حسینی اور نرگس کا گانا

بس گئی ہیں میری آنکھوں میں تمہاری آنکھیں
میں نے دیکھی نہیں ایسی کہیں پیاری آنکھیں

ہم نے چاہا تھا کہ ہاتھوں سے نہ دل جائے کہیں
لاکھ بچتے رہے وہ شوخ نگاہیں جو اٹھیں
یوں لگا جیسے کوئی سینے میں دل تھا ہی نہیں
ٹوٹ کر رہ گئیں آخر کو کٹاری آنکھیں
میں نے دیکھی نہیں ایسی کہیں پیاری آنکھیں!

جشن حیدر ہے فدایان ریاست کے لیے
زر جواہر کی ہے سوغات امارت کے لیے
ہاں مگر آج کسی چشم عنایت کے لیے
کیوں ترستی ہیں خدا جانے ہماری آنکھیں
بس گئی ہیں میری آنکھوں میں تمہاری آنکھیں

(حسینی گانا ختم کر کے للو سے مخاطب ہوتی ہے)

حسینی جان اللہ رکھے للن میاں خوب ریختہ لکھوا لائے، سلطان نصیر الدین حیدر بادشاہ سلامت کے جشن تاجپوشی میں یہ ریختہ سناؤں تو جب تک تمن پہ نقد انعام نہ پاؤں دربار سے اٹھنے کا زبان پر نام نہ لاؤں ـــــ اللہ رکھے، دربار نہ ہوا ایسے شر خرو چلنے والے زردرو،

للو بی حسینی، بہت دنوں کی بات ہے جمعدار امیر علی جب بھی گاتے

تو یہی گاتا گاتے۔ آپ نے بادشاہ اودھ کے جشن کے تعلق سے فرمائش کی تو اسی گانے ہیں، کیا نام، کملی والے شاہ صاحب سے کہہ کر دو چار شعر لکھوالیے۔ میں نے کہا، جب دربار میں گاؤں گی۔۔ تو بادشاہ سلامت یہ گانا سن کر اپنے سر کا تاج تمہارے سر پر نہ رکھدیں تو میرا نام للن میاں نہیں ــــ

نرگس — جب تو لی حسینی بیگم "تاج بیگم" کہلائیگی تاج بیگم!

(حرمت ٹھگ داخل ہوتا ہے)

حرمت — میاں للو، چلو جلوس نکل رہا ہے، کہتے ہیں آج ہی بادشاہ سلامت سلطان نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ کی تاجپوشی کی خوشی میں سارے قیدی رہا کیے جائیں گے۔ قید سے!

للو — تو کیا جمعدار امیر علی بھی رہا ہوں گے! ویسے بھی امیر علی تصبارہ سال تو بتا چکے ہیں۔

حرمت — چلو قید خانے چلیں۔

حسینی — میاں للن، یہ کیا مذاق ہے، کدھر چلیے، ولی عہد کے دربار میں مجرا بجالانا ہے، دو دو ہرکارے تاکید کر گئے ہیں۔

للو — اجی، مجرا ہو گا رات ... بعد عشاء۔ ہم قید خانے ہو آتے ہیں۔ چلو حرمت علی۔

حرمت — ہاں چلو ــــ (نرگس اور حسینی اٹھتی ہیں، نرگس حسینی کو پان کی گلوری دیتی ہے، حرمت اور للو جاتے ہیں منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۱۱۲ — قیـــد خانہ لکھنؤ

قید خانہ کے صدر دروازہ کے قریب بہت سے لوگ کھڑے ہیں،

ان میں للّو اور حرمت بھی نظر آتے ہیں — قید خانہ کا دروازہ کھلتا ہے ایک ایک کرکے قیدی نکلتے ہیں صدر دروازہ پر کھڑا ہوا داروغہ ہر ایک کے ہاتھ پانچ پانچ روپیہ تھماتا جاتا ہے۔ ڈاڑھی مونچھ والا امیر علی دروازہ سے نکلتا ہے۔ وہ پہچانا نہیں جاتا

داروغہ — امیر علی، خوب ہوا تم نماز کے پابند نکلے۔ یہ لو بادشاہ سلامت کی جانب سے یہ پانچ روپے۔ انحضرت سلطان نصیرالدین حیدر کی تخت نشینی کی خوشی میں

(امیر روپے لیکر آگے بڑھتا ہے، بجائے اس کے کہ للّو اور حرمت، امیر کو پہچانتے، امیر علی ان کو پہچان کر آواز دیتا ہے کیونکہ امیر علی کا حلیہ بالکل بدلا ہوا ہوتا ہے تِل چاولے بال بڑھی ہوئی ڈاڑھی مونچھ جسم پہ پرانا انگرکھا، میلا پاجامہ سر پر میلی پگڑی، کندھے پہ پھٹی چادر اور ہر مفلسی)

امیر — للّو، حرمت!

للّو — جمعدار!!

حرمت — امیر علی!

امیر — تم نے مجھے نہیں پہچانا، (ایک دوسرے سے بغلگیر ہوتے ہیں)

حرمت — بالکل نہیں — سر سے پاؤں تک بدل چکے ہو،

امیر — بھائی اس کو کہتے ہیں " انقلاب زمانہ "، تم لوگ یہاں تک آئے تمہارا شکریہ۔ کیسے معلوم ہوا کہ ہم آج دنیا کو منہ دکھائیں گے؟

حرمت — کل سے سارے لکھنؤ میں خبر گرم تھی کہ سب قیدی رہا کئے جائیں گے

امیر — اس بارہ سال کی قید نے مجھے کہیں کا نہ رکھا، جسمانی ضرر کی کیفیت تو دیکھ رہے ہو لیکن روحانی تکلیف جیسی کچھ اٹھائی ہے اس کا بیان نہیں کر سکتا — ہاں، للّو میری بچی امیرن ...... کہاں ہے؟

للو — مدت ہوئی سنا تھا ولی محمد نے اس کی شادی کر دی۔

امیر — شکر ہے اللہ کا۔

للو — کہتے ہیں وہ جہالون تھیں دلی کے کسی موضع میں رہتی ہیں۔

امیر — دلی کا کون موضع ہو گا للو۔

للو — مجھے پتہ نہیں حضور!

امیر — میں ڈھونڈ نکالوں گا ... ہاں حرمت، گنیشا زندہ ہے؟

حرمت — وہ بھاگ گیا ہے چھوٹا موٹا نیچ مل جاتا ہے، جنوب میں تو اب کوئی نہیں رہا سب کا صفایا ہو گیا، بنگال میں انگریزوں نے سپاہیوں کا جال بچھا دیا ہے۔ سنا ہے لندن سے کوئی افسر آیا ہے۔

امیر — چاہے کچھ ہو حرمت، میں گنیشا سے اپنی ماں کے قتل کا بدلہ لے کر رہوں گا۔

للو — سردار چلئے میرے ساتھ شام میں آپ کو بادشاہ سلامت کے دربار لے چلتا ہوں۔

امیر — وہ کیسے؟ کیا کام کرتے ہو؟

للو — آپ جانتے ہیں قافلہ میں بھی طبلہ بجاتا تھا، اب حسینی جان مشہور ڈیرہ دار کے ساتھ طبلہ بجا لیتا ہوں، اس پر ولی عہد یعنی بادشاہ سلامت سلطان نصیر الدین حیدر بہت مہربان ہیں۔

امیر — اور تیری وہ کیا نام ....

للو — نرگس، حسینی کے ساتھ رہتی ہے، خوب گاتی ہے وہ بھی۔

امیر — میں سمجھ گیا، جیسی کرنی ویسی بھرنی، خدا حافظ۔

للو — سردار!

حرمت — جمعدار، میرے ساتھ نہیں چلئے گا؟!

امیر — مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ (للو اور حرمت آواز دیتے رہ جاتے ہیں امیر آگے بڑھ جاتا ہے، منظر تبدیل ہوتا ہے)

منظر ۱۱۳ — تاج محل — اکبر آباد

تاج محل کے قریب امیر علی کھڑا ہے، جسم پر گیروا جبہ، سر پر گیروا پگڑی، پیشانی کا داغ چھپائی ہوئی، گلے میں تسبیح، زنجیر سمیت پیٹھ پر کشکول پڑا ہوا، کندھے پر چادر اس پر جھولی ٹنگا ہوا۔ گیروا تہمد پاؤں میں راجستھانی چپل ——— دور کسی کے گانے کی آواز سنائی دیتی ہے

آواز — (ساز کے ساتھ) ؎

بس گئی ہیں میری آنکھوں میں تمہاری آنکھیں
میں نے دیکھی نہیں ایسی کہیں پیاری آنکھیں

(منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر ۱۱۴ — جامعہ مسجد — دہلی

مسجد کی پہلی سیڑھی سے لگ کر اندھا پیر خاں جس کی ڈاڑھی مونچھیں بڑھ گئی ہیں، دواؤں کا صندوقچہ لیا ہوا بیٹھا ——— آواز دیتا ہے

پیر خاں — بریلی کا سرمہ بھائی بنانی کا سرمہ لیجئے دو پیسے میں ایک شیشی دو پیسے میں (امیر مسجد کی سیڑھیاں اترتا ہوا پیر خاں کے قریب آکر کھڑا ہوا آواز دیتا ہے)

امیر — پیر بھائی۔ کوک شاستری!

پیر خاں — جمعدار امیر علی کی آواز! ——— جمعدار ——— (اٹھتا ہے

امیر (سینے سے لگا کر) ہاں پیر خاں میں امیر علی ہوں،

پیر خاں کیسے ہو جمعدار

امیر شاباش تیری آنکھیں ہوتیں دیکھ پاتا، تم بنیا لی کے ٹکڑے والے اندھے کیسے ہو گئے۔ شرفن کہاں ہے؟

پیر خاں وہ کیا گئی میری دنیا میں اندھیرا چھا گیا میں اس کے بغیر اندھا ہو گیا۔

امیر کیا بھاگ گئی؟

پیر نہیں دوست وہ جھالون کے راجہ کے ہتھے چڑھ گئی۔ جب راجہ کوڑھی ہو گیا تو۔ . . .

امیر اس کے کوڑھ پھوٹا؟

پیر ہاں، سنا ہے ایک رات اسے بھی دم دے کر نکل گئی۔ کسی نے کہا تھا کہ دلی میں ہے تو یہاں مجھے آئے پانچ برس ہو گئے، لیکن اس کا پتہ نہیں چلا۔

امیر اور اگر آئی بھی تو تم اسے کیا دیکھ سکو گے؟

پیر نہیں امیر وہ ضرور آئے گی۔

امیر ہاں دوست انسان امید پر جیتا ہے،

پیر سو کیا کرتے ہو، ادھر دلی کیسے آئے

امیر سنا تھا میری بچی امیرن دلی کے کسی موضع میں رہتی ہے، سارے مواضعات چھان مارے لیکن اس کا پتہ نہ چلا تو تنگ آ کر ساگر چلا گیا اور ہاں میں تو بھول ہی گیا . . . پیر گنیشا سے میری . ل کے قتل کا انتقام لے لیا میں نے۔

پیر — آخر تم نے اس کی جان لے لی اور ہٹ پوری کر دی۔

امیر — جان ہلیس لی پیرو، کرنل سلیمن اور کرنل میڈوز ٹیلر نامی ساہیوں نے مجھے ایک ۔ جنگ میں گرفتار کر لیا حالانکہ میں نے ٹھگی سے توبہ کر لی تھی مرف گمیشا سے انتقام لیا تھا ۔ میں نے ان ساہیوں کو اپنی سرگزشت سنائی ۔ انہوں نے تمام ٹھگوں کو گرفتار کرنے کے لیے مجھے حکم دیا اور گواہ معافی قرار دیا، تو ایک دن میں نے گنیشا کو اس کے مقام پر جا کر ہلکا سا چھینا مارا جو تھی وہ زیر ہوا پکڑوا دیا، اس کے سولہ افراد کا قافلہ بھی گرفتار ہوا ان سب کو پھانسی دیدی گئی ۔

پیر خاں — شاباش یوں کہو کیا امیر علی ٹھگ نے ہندوستان کے ٹھگوں کا خاتمہ کر دیا ۔

امیر — بچی کی یاد ستاتی رہی تو ادھر چلا آیا پیر وہ سُرمہ دینا جو تم نے کبھی میری آنکھ میں لگایا تھا ۔

پیر خاں — ہاں ہاں یاد آیا، جب تمہاری آنکھ سردی کی وجہ سے پھڑکی تھی ۔

امیر — ہاں وہی، اس دن سے پھر کبھی نہیں پھڑکی ۔

(پیر خاں صندوقچی میں ٹٹول کر ایک شیشی دیتا ہے ۔ امیر اس کے ہاتھ میں بہت سے روپے رکھ دیتا ہے)

پیر خاں — اتنے بہت سے روپے ! بھائی جب تم سے سرمے کی قیمت لینی نہیں ہے تو پھر اتنے روپے دو پیسے کے سرمے کے لیے !

امیر — رکھ لے میرے دوست ہزار بھی ہوتے تو دیدیتا ۔ میں خود ایک بھکاری ہوں، اچھا خدا حافظ (آگے بڑھتا ہے)

پیر خاں — پیرول جمعدار ! تم کو بھی سلام ۔

امیر — نہیں خدا گواہ ـــ اب میں وہ نہیں رہا ـ اللہ نگہبان

(امیر آگے بڑھ جاتا ہے منظر تحلیل ہوتا ہے)

منظر ۱۱۵ — **پیڑ کا سایہ** — سڑک کا کنارہ

پیڑ کے سایہ میں امیر کشکول ہاتھ میں لئے کھڑا ہے باذوسے میاں)
بیوی کا ایک جوڑا گزرتا ہے، عورت جو برقعہ میں ہے۔ امیر کے
کاسہ میں ایک سکّہ ڈال دیتی ہے،

امیر — تانبے کا سکّہ، ہوسکتا ہے، میری امیرن ہو ـــ اگر وہ ہو بھی تو کیا میں
اسے پہچان سکتا ہوں، نہیں قیامت تک اپنی بچی) کو دیکھ
ہی سکتا ہوں اور نہ اسے پہچان سکتا ہوں ـــ آہ تانبے کا
ایک سکّہ ـــ امیر تو نے کتنے خون نہیں کئے کس قدر دولت
نہیں لوٹی اور نتیجہ! اس دولت کا حاصل، یہ کشکول اور یہ
تانبے کا ایک پیسہ! لعنت، لعنت ہے اس پیسے پر ـــ
ہزار بار لعنت ـــ

(زنجیر گلے سے اُتار کر کشکول پیسہ سمیت اس قدر زور سے
زمین پر دے مارتا ہے کہ کشکول ٹوٹ جاتا ہے۔ امیر آگے
بڑھنے لگتا ہے، منظر دھندلا جاتا ہے، امیر چلا جا رہا ہے۔
لیکن منزل کا پتہ معلوم نہیں ـــ چلا جا رہا ہے ـــ دور کسی کے
گانے کی آواز سنائی دیتی ہے) ـــ

بس گئی ہیں میری آنکھوں میں تمہاری آنکھیں
میں نے دیکھی نہیں ایسی کہیں پیاری آنکھیں

ـــــــ اختتام ـــــــ

اُردو میں ایک نئی صنفِ ادب کا اضافہ

آندھرا پردیش ساہتیہ اکاڈمی کے انعام یافتہ، مشہور ڈرامہ نگار جناب منجو قمر نے اصنافِ ادب میں بروزنِ افسانہ، ایک نئی صنفِ ادب "عکسانہ" کا اضافہ کر کے انتہائی دلچسپ طرزِ تحریر کو جنم دیا ہے، ڈرامہ نگار موصوف جناب منجو قمر کے منتخبہ ذیل

عکسانے اور ڈرامے ضرور ملاحظہ فرمائیے

عکسانے		ڈرامے	
(۱) امیر علی ٹھگ،	قیمت ۵ روپے	(۱) مرزا غالب	قیمت ۵ روپے
(۲) نیل کی ناگن	" ۲ روپے ۵۰ پیسے	(۲) بہادر شاہ ظفر	" ۲ روپے ۵۶ پیسے
(۳) جلتی جوانی	" " " "	(۳) اکیلی	" " ۵۰ پیسے
(۴) ستاجوبن نھنگاسا "	" " "	(۴) آفتابِ دشق	" "
(۵) ڈھلتا سورج بڑھتا تا "	" " "	(۵) پینے کے بعد	" "
(۶) ایک دھماکہ دھیمی آگ "	" " "	(۶) جھانسی کی رانی	" "
(۷) کچی کلی تیز کرن "	" " "	(۷) انوکھی ابلا	" "

المشتہر:

منجر نگار پبلی کیشنز 14-4-77 ملتانی پورہ

بیگم بازار، حیدرآباد ۔ ۱۲ (اے پی)

منجو قمر